مرغوب الفقہ

٦

کتاب الصوم

از

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر

جامعۃ القراءات، کفلیتہ

islamicvector.com

مرغوب الفقہ ج:۶

کتاب الصوم

رویت ہلال اور روزہ کے متعلق:۱۰/رسائل اور ایک مقالہ کا مجموعہ:

رویت ہلال میں اتحاد کا مسئلہ................	رویت ہلال اور قول مرجوح پر عمل...........
رویت ہلال اور حساب فلکیات.............	علم فلکیات کی اہمیت..........................
قرب قیامت اور رویت ہلال..........	رویت ہلال اور چند اعتراضات کے جوابات
کثرت وقلت حق وباطل کی دلیل نہیں......	مسائل روزہ.....................................
فدیۂ صوم کے مسائل.....................	مسائل اعتکاف....................................

مقالہ......کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

اجمالی فہرست رسائل

۱	رویت ہلال میں اتحاد کا مسئلہ...............	۱۷
۲	رویت ہلال اور قول مرجوح پر عمل.........	۶۰
۳	رویت ہلال اور حساب فلکیات............	۱۱۷
۴	علم فلکیات کی اہمیت..................	۱۳۷
۵	قرب قیامت اور رویت ہلال............	۱۴۷
۶	رویت ہلال اور چند اعتراضات کے جوابات.	۱۶۶
۷	کثرت وقلت حق وباطل کی دلیل نہیں....	۲۰۳
۸	مسائل روزہ............................	۲۲۱
۹	فدیۂ صوم کے مسائل..................	۲۵۹
۱۰	مسائل اعتکاف.........................	۲۷۵
۱۱	کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا.	۳۰۲

فہرست رسالہ ''رویت ہلال میں اتحاد کا مسئلہ''

عرض مرتب....................................	۱۸
رویت ہلال میں اتحاد کی کوئی اہمیت نہیں، اور یہ کوئی امر مستحسن نہیں............	۲۰
رویت ہلال کے اختلاف کو ختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے.........	۲۲
علماء برطانیہ پر چاند کے مسئلہ میں لڑنے کا الزام...........................	۲۵
ہندو پاک کے علماء میں اختلاف کی چند مثالیں...........................	۲۶
علماء برطانیہ کو متحد کرنے کا نرالہ فارمولا..................................	۲۸
''دو متکبروں میں کبھی اتفاق نہیں ہوتا'' کا غلط مفہوم........................	۲۹
متکبر تو حق سے اعراض کرنے والا ہے (حاشیہ)............................	۳۱
تکبر تو حق کو چھپانا ہے (حاشیہ)..	۳۲
اکابر دیوبند کا اپنے مسلک پر جمنا...	۳۲
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا ایک مسئلہ کی وجہ سے مسجد نبوی کی جماعت ترک فرمانا..	۳۳
امام الحرمین الجوینی رحمہ اللہ کا بادشاہ کے اعلان رویت پر عید نہ کرنا...........	۳۴
غیر اختیاری امور کے خاطر اختیاری امور کو چھوڑنا.............................	۳۵
تعصب اور تصلب میں فرق..	۳۵
شیخ اور مرید کا اختلاف، ایک کا روزہ ایک کی عید..............................	۳۷
علماء پاکستان کا اعلان حکومت پر عید نہ کرنا..................................	۳۸
خبردار کسی شخص کو امر حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ روکے..................	۳۹

رویت ہلال میں انتشار کا اصل سبب	۴۰
اتحاد کا صحیح طریقۂ کار	۴۲
مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کا حضرت مدنی رحمہ اللہ کے پیچھے نماز نہ پڑھنا......	۴۳
شریعت میں وقت سے پہلے (بعض) عمل کا کوئی اعتبار نہیں	۴۳
سعودی رویت پر عمل نہ کرنے والے حج کہا کریں؟	۴۳
اکابر کا حرمین میں رہتے ہوئے اہل حرمین کے مسلک کی مخالفت کرنا..........	۴۵
سعودی رویت ہلال کے فیصلہ پر حنفی کے لئے عمل کرنا جائز نہیں	۴۵
برطانیہ میں رویت ہلال کا اختلاف کب اور کیسے شروع ہوا؟	۴۷
اپنے مسلک پر شدت کی: ۳۵ / مثالیں	۴۸

فہرست رسالہ ’’رویت ہلال اور قول مرجوح پر عمل‘‘

عرض مرتب..............................	۶۱
کس طرح کے خط کا جواب دینا واجب ہے؟..............................	۶۳
مرجوح پر عمل کی دو دلیلیں..............................	۶۴
آپ ﷺ کا کعبہ کو بنیاد ابراہیمی پر تعمیر نہ فرمانا..............................	۶۵
حطیم والے قصہ میں صرف مستحب کے چھوڑنے کی گنجائش ہے..............................	۶۶
انتشار کے خوف سے شریعت کو ترک نہیں کیا جائے گا، اس کی چند مثالیں......	۷۰
طعن سے بچنا محمود ہے جب تک کہ کسی مقصود شرعی پر اثر انداز نہ ہو..............	۷۴
حضرات صحابہ اور اکابر کے حق پر جمنے کی چند مثالیں..............................	۷۹
ہم غیر اختیاری امور کے خاطر اختیاری امور کو چھوڑ دیتے ہیں..............................	۸۴
استقامت پر حضرت جنید اور حضرت سری سقطی رحمہما اللہ کے واقعات........	۸۵
تعصب اور تصلب میں فرق..............................	۸۶
مداہنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی...... مداہنت حرام ہے..............................	۸۷
ایک المیہ: کسی مسئلہ میں اکابر سے اختلاف کیا جائے تو توہین کا الزام.........	۸۷
نہ معلوم برطانیہ کے علماء اختلاف سے اس قدر کیوں خائف ہیں..............................	۸۸
مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کا حضرت شیخ رحمہ اللہ سے اختلاف کرنا..(حاشیہ)	۸۹
رویت ہلال میں اتحاد کی کوئی اہمیت نہیں، اور یہ کوئی امر مستحسن نہیں..............................	۹۱
رویت ہلال میں اتحاد نہ ہونے کے دس اسباب..............................	۹۳
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا سفر میں چار رکعتیں پڑھنا..............................	۹۴

حج تمتع کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ: میں آپ ﷺ کے ارشاد کو چھوڑ نہیں سکتا........................	١٠٠
عریضہ بنام: حضرت مفتی......صاحب مدظلہم: مرجوح پر عمل وفتوی جائز نہیں.	١٠٣
احتیاط کی تعریف اور حکم......حاشیہ........................	١٠٥
قول راجح پر فتوی........................	١٠٧
جواب از حضرت موصوف مدظلہم........................	١٠٩
راقم کا آخری عریضہ........................	١١١
چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی........................	١١٤

فہرست رسالہ ’’رویت ہلال اور حساب فلکیات‘‘

کیا شریعت میں حساب کا کوئی اعتبار نہیں	۱۱۸
بیشمار مسائل میں شریعت نے حساب کا اعتبار کیا ہے، چند مثالیں	۱۱۸
علوم کی دو قسمیں ہیں: خالص دینی علم، خالص دنیوی علم	۱۱۹
میل سے مراد شرعی ہے یا انگریزی (حاشیہ)	۱۱۹
میل شرعی، میل انگریزی اور کیلومیٹر میں فرق (حاشیہ)	۱۱۹
امام غزالی رحمہ اللہ نے طب اور علم حساب کو سیکھنا فرض کفایہ فرمایا ہے..........	۱۲۰
رویت ہلال میں حساب کا اعتبار ہے؟	۱۲۱
علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کا ماہرین فلکیات کے قول سے ثبوت پیش کرنا	۱۲۳
امکان رویت کی قید کے دلائل	۱۲۴
علامات وقرائن پر فیصلہ کرنا......قرآن کریم سے بہترین استدلال	۱۳۰
علامات وقرائن پر فیصلہ کرنا......احادیث سے	۱۳۱
فقہاء نے بیشمار مسائل میں قرائن کا اعتبار کیا ہے..	۱۳۴
قضا میں قرائن سے مدد لینا	۱۳۵

فہرست رسالہ ''علم فلکیات کی اہمیت''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:علم ہیئت کا حصول ایمان میں اضافہ کا سبب ہے.	۱۳۸
ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:علم نجوم و ہیئت بھی علوم نبوت میں سے ہیں.......	۱۳۸
میمون بن مہران کا قول ہے:علم نجوم کی تکذیب نہ کرو، یہ علوم نبوت سے ہیں.	۱۳۸
امام مالک رحمہ اللہ کے مناقب میں ہے کہ:ان کی ایک کتاب علم ہیئت پر ہے	۱۳۸
اوقات صیحہ اور سمت قبلہ کا صحیح رخ معلوم کرنے پر علماء متفق ہیں................	۱۳۸
علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہیئت کے قواعد قرآن وسنت کے خلاف نہیں..	۱۳۹
علامہ سبکی کا قول: قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم ہیئت سے واقف ہو.....	۱۳۹
ایک عارف کا قول: مجھے فلکیات سے اللہ کی معرفت حاصل کرنے میں مدد ملی.	۱۳۹
حضرت رائے پوری رحمہ اللہ اور علم فلکیات......................	۱۴۰
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس علم کے سیکھنے کی اجازت مرحمت فرمانا.............	۱۴۱
فلکیات کے مسلمان ماہرین اور ان کی قابل رشک خدمات......................	۱۴۱
حکیم یحیٰ منصور..	۱۴۱
عباس بن سعید جوہری......خالد بن ولید مروزی......ابو عباس محمد فرغانی......	۱۴۲
علی بن عیسی اصطرلابی......جابر بن سنان حرانی......ابو عبداللہ محمد بن جابر بنائی	۱۴۳
حکیم ابو محمد العدلی القینی......ابوالحسن یونس صوفی.........................	۱۴۴
ابوالوفاء بوزجانی......عمر خیام..............................	۱۴۵

فہرست رسالہ ’’قرب قیامت اور رویت ہلال‘‘

پیش لفظ...................................	۱۴۸
قرب قیامت کی علامات میں چاند کا بڑا نظر آنا ہے....................	۱۴۹
قرب قیامت میں چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا...................	۱۴۹
علامات قیامت میں سے ہے کہ پہلی کے چاند کو دوسری کا کہا جائے گا........	۱۵۰
چاند کا بڑا یا چھوٹا نظر آنا علم فلکیات کی روشنی میں..................	۱۵۴
یکم کے چاند کی مدت میں تفاوت کا سبب.....................	۱۵۵
یکم کو ہلال کے باریک یا بڑے اور موٹے نظر آنے کے اسباب...............	۱۵۶
یکم کا چاند گاہے جسیم ہوتا ہے.........................	۱۵۷
چاند کے افق پر دیر تک رہنے کی مثال سے وضاحت.................	۱۵۸
صاحب فہم الفلکیات کی رائے.........................	۱۶۱
پہلی کا چاند کبھی موٹا اور کبھی باریک کیوں؟....................	۱۶۲
چاند کے بڑا نظر آنے سے حدیث پاک پر اشکال..................	۱۶۳
وقت سے پہلے اعمال.........................	۱۶۵

فہرست رسالہ ''رویت ہلال اور چند اعتراضات کے جوابات''

پیش لفظ...	۱٦۷
(۱)......بزرگوں کا عمل حجت ہے یا شریعت؟...........................	۱٦۸
مولانا شہید نے بلا چوں و چرا بات مان لینے کو شرک فی النبوت فرمایا..........	۱۷۰
حضرت شیخ کا افطار اور حضرت سہارنپوری کا روزہ، شیخ و مرید کا اپنا اپنا عمل....	۱۷۰
نیک علماء کی اتباع کیوں نہیں؟..	۷۱
کیا حرمین کی رویت پر عمل نہ کرنے سے حرمین کی تنقیص لازم آتی ہے؟......	۱۷۱
(۲)......حرمین شریفین کے عمل کو حجت ماننے والے حرمین شریفین کے کئی اعمال کے تارک ہیں..	۱۷۲
(۳)......کیا سعودی کی یوم عرفہ کے بعد پوری دنیا میں عیدالاضحیٰ منانا ضروری ہے؟	۱۷۷
کسی خطہ کی تاریخ و دن کا، خواہ سعودی عربیہ ہی کیوں نہ ہو اعتبار نہ ہوگا.......	۱۷۷
(۴)......چاند کی فکر چھوڑ و دین کے اور کاموں کی طرف توجہ دو................	۱۸۰
غلط رویت کی وجہ سے کئی مسائل پر اس کا اثر پڑتا ہے..............................	۱۸۱
(۵)......کیا چاند کا مسئلہ اجتہادی ہے؟..	۱۸۳
اجتہادی مسائل میں اپنی رائے کی اشاعت قابل مذمت نہیں....................	۱۸۳
عالم جس مسئلہ کو حق سمجھے اس کو شائع کرے، اس پر تقریر کرے، اس پر حدود میں رہتے ہوئے شدت اختیار کرے اور اس کے خلاف پر نکیر کرے.........	۱۸۴
(٦)......مرجوح پر عمل کرنا جائز نہیں..	۱۸٦
قول راجح پر فتوی..	۱۸۷

(۷)......حرمین کی رویت کونہیں مانتے تو حج بھی کسی اور جگہ کرلو..............	۱۸۸
آپ ﷺ نے حج میں مکہ کی رویت کا اعتبار فرمایا' مدینہ کی رویت کا نہیں...	۱۸۹
(۸)......تمہاری تعداد کم ہے اور ہم زیادہ ہیں......................	۱۹۱
قلیل کے حق ہونے پر قرآن کریم کی آیات....................	۱۹۱
کثرت کے باطل ہونے کے بارے میں قرآنی آیات....................	۱۹۲
کثرت وقلت کے باطل وحق ہونے کا نظریہ غلط ہے، احادیث نبویہ.........	۱۹۴
میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی....................	۱۹۴
جنت میں داخل ہونے والا قرنوں میں ہوا کرے گا....................	۱۹۵
اہل حق پر غالب ہونے والے اہل باطل....................	۱۹۵
قیامت کے دن بعض انبیاء کے ساتھ ایک یا دو یا تین آدمی ہوں گے..........	۱۹۵
اہل حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے تعداد میں کم ہوں........	۱۹۶
حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اہل سنت کو قلیل کہہ رہے ہیں....................	۱۹۶
بدعتی فرقوں کی بہ نسبت فریق سنت نادر بلکہ بہت نادر ہے....................	۱۹۶
غزوۂ احد کے واقعہ میں کم کی رائے حق پر تھی....................	۱۹۶
سب صحابہ کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی.......	۱۹۶
بدر کے قیدیوں کے بارے میں وحی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو حق گردانا	۱۹۷
اللہ تعالی اس شخص کو ذلیل نہیں کرتا جو حق پر ہو چاہے اکیلا ہی کیوں نہ ہو.......	۱۹۷
(۹)......کیا جنازہ میں کثرت حق کی دلیل ہے؟....................	۱۹۸
(۱۰)......اپنے ہی موقف کو صحیح ثابت کرنا کیا باعث کدورت ہے؟..........	۲۰۱

فہرست رسالہ ''کثرت وقلت حق و باطل کی دلیل نہیں''

قلیل کے حق ہونے پر قرآن کریم کی آیات	۲۰۴
کثرت کے باطل ہونے کے بارے میں قرآنی آیات	۲۰۶
کثرت وقلت کے باطل وحق ہونے کا نظریہ غلط ہے، احادیث نبویہ	۲۱۰
میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی	۲۱۰
مردہ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب	۲۱۱
سوشہیدوں کا ثواب پانے والا	۲۱۲
جنت میں داخل ہونے والا قرنوں میں ہوا کرے گا	۲۱۲
ایسا زمانہ آئے گا جس میں تین چیزوں سے زیادہ کوئی چیز نایاب نہ ہوگی	۲۱۳
آپ ﷺ نے تین شخصوں پر لعنت فرمائی	۲۱۳
اہل حق پر غالب ہونے والے اہل باطل	۲۱۴
اختلاف کے وقت کثرت وقلت کا اعتبار ہرگز نہیں	۲۱۴
قیامت کے دن بعض انبیاء کے ساتھ ایک یا دو یا تین آدمی ہوں گے	۲۱۴
اہل حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے تعداد میں کم ہوں	۲۱۵
حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اہل سنت کو قلیل کہہ رہے ہیں	۲۱۵
بدعتی فرقوں کی بہ نسبت فریق سنت نادر بلکہ بہت نادر ہے	۲۱۵
غزوۂ احد کے واقعہ میں کم کی رائے حق پر تھی	۲۱۵
سب صحابہ کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی	۲۱۶
بدر کے قیدیوں کے بارے میں وحی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو حق گردانا	۲۱۶

یزید کی بیعت کے بارے میں دو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہما کا عمل..............	۲۱۶
اللہ تعالی اس شخص کو ذلیل نہیں کرتا جو حق پر ہو چاہے اکیلا ہی کیوں نہ ہو........	۲۱۷
''اتبعوا السواد الاعظم'' کا صحیح اور درست مطلب...........................	۲۱۷
ایک شبہ کا ازالہ..	۲۱۹
دوسرا جواب..	۲۲۰

فہرست رسالہ ''مسائل روزہ''

عرض مرتب	۲۲۲
تقریظ از: مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی بستوی	۲۲۳
روزہ کو توڑنے والی چیزیں	۲۲۴
جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۲۲۸
روزے کے سنن و مستحبات	۲۳۲
روزے کے مکروہات	۲۳۳
یہ چیزیں روزہ میں مکروہ نہیں	۲۳۵
روزہ کی حالت میں کان میں دوا ڈالنے کا حکم	۲۳۶
روزے کی حالت میں پیری ٹونیل ڈائلیسز کروانے کا حکم	۲۴۲
پیری ٹونیل ڈائلیسز کا طریقۂ کار	۲۴۴
روزے کی حالت میں ہیموڈائلیسز کروانے کا حکم	۲۴۶
ہیموڈائلیسز کا طریقۂ کار	۲۴۷
ڈایالائسیس کے عمل کے لئے مختلف خونی ذرائع	۲۴۷
افطار کی دعا، افطار کے بعد پڑھی جائے یا افطار سے پہلے؟	**۲۴۹**
افطار کی چند منقول و ماثور دعائیں	**۲۴۹**
افطار کی دعا، افطار کے بعد پڑھی جائے یا افطار سے پہلے؟	۲۵۰
ماضی کے صیغے سے استدلال صحیح نہیں	۲۵۰

صلى الله عليه وسلم ، رضى الله عنه ، رحمه الله : سب ماضی کے صیغے ہیں ،مگر معانی مستقبل کے مراد ہیں	۲۵۴
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کی رائے	۲۵۴
دعائے افطار کے ساتھ بسم اللہ	۲۵۵
افطار کے بعد کی دعا	۲۵۵
''خیر الفتاوی'' کا فتوی	۲۵۶
افطار کی چند منقول و ماثور دعائیں	۲۵۷
افطار سے پہلے پڑھنے دعائیں	۲۵۸
افطار کے بعد پڑھنے دعائیں	۲۵۸
کوئی روزہ افطار کرائے تو یہ دعا' دیں	۲۵۸

فہرست ''فدیۂ صوم کے مسائل''

فدیہ کا ثبوت......روزے کا فدیہ	۲۶۰
مسائل صوم فدیہ	۲۶۲
فدیہ کی ادائیگی کے لئے حیلۂ اسقاط	۲۶۹
حیلہ کی جائز صورت	۲۷۱
متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا' یا اس کا برعکس	۲۷۲

فہرست رسالہ ''مسائل اعتکاف''

اعتکاف کے سنن و مستحبات......اعتکاف کے مباح و جائز اعمال............	۲۷۶
اعتکاف کے ناجائز امور.....مفسدات اعتکاف	۲۷۸

ان چیزوں سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا..........	۲۷۸
مکروہات اعتکاف..........	۲۸۲
یہ چیزیں اعتکاف میں مکروہ نہیں..........	۲۸۲
متفرقات..........	۲۸۳
آنحضرت ﷺ کا اعتکاف کتنی مرتبہ چھوٹا؟..........	۲۸۴
مکتوب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ..........	۲۸۶
معتکف کا اجرت لے کر تعلیم دینا..........	۲۸۸
حکیم صاحب کا اعتکاف میں مریض کو دیکھ کر نسخہ لکھنا مفسد اعتکاف ہے یا نہیں؟ فتاوی محمودیہ اور فتاوی دار العلوم کے جواب میں تضاد..........	۲۹۱
مقالہ:......تھوڑی دیر کے لئے اعتکاف کی نیت کا ثبوت	**۲۹۲**
تھوڑی دیر کے لئے اعتکاف کی نیت کا ثبوت..........	۲۹۳
ایک دن کے اعتکاف کا اجر..........	۲۹۳
مغرب سے عشاء تک کے اعتکاف پر جنت میں محل کی بشارت..........	۲۹۶
حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کا تھوڑی دیر کے لئے اعتکاف کی نیت کرنا..	۲۹۶
حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جتنی دیر مسجد میں ٹھہرے، وہ اعتکاف ہے..	۲۹۷
مسجد میں سونے والا اعتکاف کی نیت کرلے، ظاہر ہے یہ اعتکاف نفلی ہے....	۲۹۸
نفلی اعتکاف کے چند اہم مسائل..........	۲۹۸
چند احادیث سے نفلی اعتکاف کا ثبوت..........	۳۰۰
مقالہ......کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا	**۳۰۲**

رویت ہلال میں

اتحاد کا مسئلہ

ہندو پاک کے علماء میں سے بعض حضرات برطانیہ تشریف لاکر رویت ہلال میں اتحاد کی ترغیب دیتے ہیں، اسی پس منظر میں راقم نے ایک تفصیلی عریضہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی خدمت میں لکھا تھا، بعض اہل علم کے اصرار پر وہ خط افادۂ عام کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين، اما بعد !

ایک مرتبہ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی برطانیہ تشریف آوری پر رویت ہلال کے سلسلہ میں کچھ باتیں چل پڑیں، حضرت مدظلہم نے فرمایا کہ: انتشار معیوب ہے اور اتحاد ضروری ہے، کسی صورت میں انتشار کو برداشت نہیں کیا جانا چاہئے، چاہے انتشار سے بچنے کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے، ہر حال میں اتحاد ہونا چاہئے، راقم نے اس مجلس میں کچھ عرض کرنے کی کوشش کی، مگر حضرت کی بھاری بھرکم شخصیت کے سامنے، راقم عاجز ہوگیا، اور اپنا مقصود باوجود کوشش کے عرض کرنے سے عاجز رہا، تو مناسب سمجھا کہ ایک عریضہ میں قدرے تفصیل سے ان کی خدمت میں کچھ عرض کروں، اسی داعیہ پر یہ چند صفحات لکھے گئے جو حضرت مدظلہم کی خدمت میں ارسال بھی کر دئے گئے ہیں۔

بعض اہل علم کے از حد اصرار پر اس کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ کرے مفید اور نافع ہو، اور اللہ تعالی اہل علم کو حق پر جمنے اور اس پر عمل کرنے اور کرانے کی توفیق مرحمت فرمائے، اور بلا کسی خوف ولومۃ لائم کے صحیح مسئلہ کی وضاحت کرنے کا جذبہ نصیب فرمائے۔ بعض حضرات کسی مسئلہ میں تصلب کو دیکھ کر اس پر شدت کا فتوی لگا دیتے ہیں، اس لئے عریضہ کے آخر میں چند احادیث وآثار جمع کئے گئے ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ حضرات صحابہ وتابعین نے اپنے مسلک پر کس قدر شدت اختیار کی۔ مرغوب احمد لاجپوری

۱۵ر ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ، مطابق: ۳ر جنوری ۲۰۱۸ء، منگل

بسم الله الرحمن الرحيم

از: مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلکم ودامت برکاتکم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

امید کہ حضرت والا خیر و عافیت سے ہوں گے، میں بھی آپ کی دعا اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے عافیت سے ہوں اور آپ کی خیریت کے لئے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں۔اس سے پہلے ایک عریضہ مفتی زبیر عثمانی صاحب مدظلہ کی معرفت ارسال کر چکا ہوں' امید کہ موصول ہوا ہوگا، اگر حضرت والا کی طرف سے چند جملے اس کے جواب میں موصول ہوجاتے تو باعث تشفی ہوتا، خیر۔(شاید وہ عریضہ نہ ملا ہو، اس لئے اس کی کاپی بھی ارسال خدمت ہے)

الخیر کے دفتر میں وقت کی بھی تنگی تھی، اور آنجناب نے غصہ کی وجہ سے بندہ کو اپنی بات پیش کرنے کا موقع بھی عنایت نہیں فرمایا، اس لئے خدمت اقدس میں اس عریضہ کے ذریعہ کچھ طالب علمانہ گذارشات پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔حضرت والا کے اخلاق کریمانہ اور راقم کے ساتھ سفر برطانیہ میں جو قدیم تعلقات اور ذرہ نوازی کا معاملہ رہا' ان سے پوری امید اور توقع رکھتا ہوں کہ آپ ان گذارشات کو از راہ کرم بغور ملاحظہ فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں گے۔ان گذارشات کا مقصد خدانخواستہ بحث ومباحثہ ہرگز نہیں ہے، اور نہ میں اس کا قطعا اہل ہوں، صرف اور صرف طلب حق اور صورت حال کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

اور یہ بھی ہمارے اکابر کا طریقہ ہے کہ جب زبانی بات چیت کا موقع نہ ہو تو خط کے

ذریعہ اپنی معروضات پیش کی جائیں، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے استاذ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ سے غیر سودی بنکاری کے سلسلہ میں تفصیلی عریضہ لکھ کر اپنا مدعا پیش فرمایا تھا، اس لئے کہ زبانی بات چیت کا موقع نہ تھا بلکہ صحیح الفاظ میں موقع نہ دیا گیا تھا۔

رویت ہلال میں اتحاد کی کوئی اہمیت نہیں، اور یہ کوئی امر مستحسن نہیں

(۱)...... برطانیہ میں رویت ہلال کا اختلاف بہت قدیم زمانے سے ہے، اور شاید یہ اختلاف رہے گا، اس لئے کہ اکابر نے لکھا ہے کہ: رویت ہلال کے مسئلہ میں اتحاد کی کوئی اہمیت نہیں، اور اتحاد کی کوشش کرنا کوئی امر مستحسن نہیں۔ میں صرف چار اکابر کی آراء پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

(اول)......حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”وقد دارت المسالة فی هذه الایام فی توحید نظام الامة فی الصیام و العید فی بلاد الهند ..... وکل ذلک تنطع و تکلف ینبو عن مقاصد الشرع ..... ثم کیف یتصور هذا التوحید .... فکیف یتصور الجهد للتوحید فی مثله ، فکل ذلک نبوء و بعد عن السهلة السمحة البیضاء“۔

(معارف السنن شرح جامع السنن ص۳۴۰ ج ۵، تحقیق اعتبار اختلاف المطالع، باب ما جاء ان الصوم لرؤیة الهلال و الافطار له)

(دوم)......آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”رویت ہلال کے مسئلہ پر بہت سے لوگوں کی توجہ صرف اس لئے ہے کہ انہوں نے

اپنے نزدیک یہ طے کر رکھا ہے کہ پورے ملک میں عید کا ایک ہی دن ہونا ضروری ہے، اسی کی وحدت کے لئے وہ چاہتے ہیں کہ قواعد ریاضی اور محکمہ موسمیات سے مدد لے کر چاند رات پہلے سے متعین کر لی جائے اور پورا ملک اس کے تابع ایک دن عید منایا کرے، لیکن یہ بات جیسی دیکھنے اور سننے میں خوشگوار معلوم ہوتی ہے اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی''۔ (رویت ہلال ص۲۲۔ جواہر الفقہ ص۴۶۲ ج ۳)

اس معاملہ میں عقل وانصاف کی بات یہ ہے کہ عید کی وحدت و یکسانیت کی فکر کرنے سے پہلے اس پر غور کیا جائے کہ یہ وحدت کیوں مقصود ہے، اگر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس میں فضیلت اور ثواب ہے تو یہ کسی کی رائے کی چیز نہیں جب تک اللہ تعالی یا رسول اللہ ﷺ اس کی خبر نہ دیں، مگر قرآن وسنت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں، بلکہ تعامل عہد نبوی اور خلافت راشدہ اور ما بعد کے تمام مسلمانوں کا ہمیشہ اس سے مختلف رہا ہے، کبھی اس کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا کہ مکہ اور مدینہ میں ایک دن عید ہو۔ اور ایسے واقعات تو بہت ہیں کہ ملک شام میں کسی دن رمضان اور عید ہوئے اور مدینہ طیبہ میں کسی اور دن، حالانکہ مدینہ طیبہ سے شام کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں۔ (رویت ہلال ص۲۴۔ جواہر الفقہ ص۴۶۴ ج ۳)

اسلام کی سلطنت وحکومت دنیا کے کسی خطہ پر آج نہیں ہوئی، ایک ہزار سال تو اسلام نے تقریبا پوری دنیا پر حکومت کی ہے، مگر یہ عید کی وحدت و یکسانیت کا سوال کبھی کسی حکومت یا ملت کے ذہن پر سوار نہیں تھا۔ (رویت ہلال ص۲۵۔ جواہر الفقہ ص۴۶۵ ج ۳)

اگر چہ شرعی حیثیت سے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ پورے ملک میں عید ایک ہی دن ہو، اسلام کے قرون اولی میں اس وقت کے موجودہ ذرائع مواصلات کو بھی اس کام میں استعمال کرنے اور عید ایک ہی دن منانے کا کوئی اہتمام نہیں ہوا۔ .....لیکن پاکستان کے

عوام اور حکومت کی اگر یہی خواہش ہو کہ عید پورے پاکستان میں ایک ہی دن ہو شرعی اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہے، شرط یہ ہے کہ عید کا اعلان پوری طرح شرعی ضابطہ شہادت کے تابع ہو۔ (رویت ہلال کے شرعی احکام ص۳۔ جواہر الفقہ ص۴۹۱ ج۳)

اگر عید کا ایک دن منانا کوئی امر مستحسن ہے تو پھر سارے عالم کے مسلمانوں کو ایک ہی دن عید منانی چاہئے۔ (رویت ہلال ص۲۳۔ جواہر الفقہ ص۴۶۳ ج۳)

تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے، اور نہ عادۃً ایسا ہوسکتا ہے، کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے، اس لئے عہد صحابہ میں رمضان و عید مدینہ میں کسی روز مکہ میں کسی روز، شام میں کسی دن عراق و مصر میں کسی دن ہوتی تھی، ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا۔

(آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ص۱۷۶، بعنوان: تمام شہروں میں رمضان یا عید ایک ہی دن کرنے کا کوئی شرعی اجر نہیں۔ جواہر الفقہ ص۴۶۴ ج۷)

رویت ہلال کے اختلاف کو ختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے

(سوم)...... مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''چاند کے مسئلہ میں گڑبڑ اور اختلافی صورت ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی، قرون مشہود لہا بالخیر: خلافت راشدہ کے دور میں بھی یہ رہا، اس اختلاف کو ختم کرنے کی سعی

قدرت کا مقابلہ کرنا ہے، اس لئے کہ:

پہلا سبب اختلاف تو یہ ہے کہ:...... چاند کبھی انتیس کو نظر آتا ہے کبھی تیس کو۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ:...... جب چاند نظر آتا ہے ہر جگہ مطلع صاف نہیں رہتا، کہیں صاف کہیں غبار آلود، اس لئے کہیں نظر آیا کہیں نہ آیا۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ:...... ہر مہینہ کا چاند برابر نہیں ہوتا کبھی باریک کبھی موٹا۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ:...... ہر مہینہ کا چاند ایک جگہ سے نظر نہیں آتا، کبھی مغرب سے مائل بہ جنوب، کبھی عین مغرب میں، کبھی مائل بہ شمال نظر آتا ہے۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ:...... دیکھنے والوں کی نظر سب کی یکساں نہیں ہوتی، کسی کی قوی کسی کی ضعیف، کوئی بغیر چشمہ کے دیکھے، کسی کو چشمہ سے بھی نظر نہ آوے۔

چھٹا سبب یہ ہے کہ:...... گواہی دینے والے سب یکساں نہیں ہوتے، کسی کی گواہی مقبول کسی کی مردود۔

ساتواں سبب یہ ہے کہ:...... ایک شخص ایسا نہیں کہ جس کی بات ماننے کو سب تیار ہو جائیں۔

آٹھواں سبب یہ ہے کہ:...... ہر جگہ رویت ہلال کمیٹی موجود نہیں، نہ بنانے کے لئے تیار ہیں، باوجودیکہ بارہا درخواست کی گئی۔

نواں سبب یہ ہے کہ:...... جہاں رویت ہلال کمیٹی موجود ہے وہاں بھی ہر جگہ اس کے تمام ارکان مسائل شرعی کے ماہر اور احکام سنت کے پابند نہیں۔

اور دسواں سبب یہ ہے کہ:...... ہر ریڈیو پر اپنا قبضہ نہیں کہ ان پر پابندی عائد کی جائے کہ اعلان کیا جائے یا نہ کیا جائے، نہ ہر جگہ کے عالم کو اس کا مکلّف کیا جا سکتا ہے کہ ریڈیو اسٹیشن

پرآ کر خود اعلان کرے‘‘۔(فتاوی محمودیہ ص۴۷ ج ۱۰، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ کراچی)

(چہارم)......حضرت مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ’’ ترمذی شریف‘‘ کے درس میں فرماتے ہیں کہ:

’’ففی هذا الحديث دليل واضح على ان تعدد الاعياد و الصيامات غير منكر ‘ وتوحيدها ليس بمطلوب ، قالت : وكذا وقوع هذا الاختلاف فى عهد معاوية من غير نكير يدل على انه غير منكر‘‘۔

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص١٦ ج ۴، باب ان الفطر يوم تفطرون، الخ)

اور موصوف اپنے کے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

وحدت صوم وفطر مطلوب شرعی نہیں اور اختلاف میں کوئی ضرر نہیں، ولم يبال به الصحابة رضى الله عنهم كما فى حديث رواه مسلم و ابوداؤد ، حيث صرح فيه باختلاف اهل المدينة باهل الشام فى الصوم والفطر۔

(فتاوی فریدیہ ص۴۳ ج ۴، باب روية الهلال واختلاف المطالع)

صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے اور نہ امر منکر ’’صحیح مسلم شریف‘‘ وغیرہ کی روایات کی بنا پر خیر القرون میں بھی یہ اختلاف وقوع پذیر ہوا ہے۔

(فتاوی فریدیہ ص٦۴ ج ۴، باب روية الهلال واختلاف المطالع)

جولوگ اس امر کے درپے ہیں کہ توحید الصوم والاعیاد ہونی چاہئے تو یہ امر مطلوب نہیں ہے، اور بلاد اسلامیہ میں جو اختلاف بین الناس واقع ہوتا ہے اس میں کوئی ضرر نہیں ہے ......پس اس حدیث میں اس بات پر واضح دلیل ہے کہ تعدد اعیاد وصوم غیر منکر ہے اور اس میں اتحاد مطلوب نہیں ہے، کیونکہ ان امور کا مدار ثبوت شرعی پر ہے اور ثبوت میں اختلاف

واقع ہوسکتا ہے نہ کہ نفس الامر میں کہ اس میں اختلاف واقع نہیں ہوسکتا۔

(فتاوی فریدیہ ص۹۲ ج۴، باب رویۃ الھلال و اختلاف المطالع)

دیکھئے! حضرات اکابر کس قدر واضح الفاظ میں پیغام دے رہے ہیں کہ: رویت ہلال میں اتحاد و اتفاق نہ ممکن ہے، نہ یہ کوئی امر مستحسن ہے، نہ اس کی کوئی اہمیت ہے، نہ یہ مسلمانوں پر لازم ہے، نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے، بلکہ اس اختلاف کو ختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے، اور یہ نہ مطلوب شرعی ہے اور اختلاف میں کوئی ضرر نہیں، اختلاف نہ امر مستبعد ہے اور نہ امر منکر، یہ امر مطلوب نہیں، بلکہ اس میں اتحاد مطلوب نہیں ہے۔

علماء برطانیہ پر چاند کے مسئلہ میں لڑنے کا الزام

(۲)......شاید آپ کے سامنے یہی بات آئی ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ: علماء برطانیہ ایک اجتہادی مسئلہ (رویت ہلال) میں لڑ رہے ہیں' جھگڑ رہے ہیں، ہر ہر گھر میں دو عیدیں ہیں' اور دشمن مذاق اڑا رہے ہیں، امت بے دینی میں ہے، نوجوان ڈرگ میں پڑے ہیں، اور انہیں بس ایک چاند کے مسئلہ کی فکر ہے''۔

حضرت! ایسا نہیں ہے، ہاں علماء برطانیہ کا اختلاف تو ہے، مگر آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں، ایک دوسرے سے ملنا جلنا' آپس میں تعلقات ہیں۔ ہاں کبھی کبھی بیانات میں اور تحریرات میں اپنے اپنے دلائل کا اظہار کیا جاتا ہے، اور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں، اس لئے کہ ہمارے اکابر میں دسیوں مسائل میں اختلاف رہا اور انہوں نے اپنے اپنے مسلک پر رسائل و فتاوی میں خوب کھل کر اظہار فرمایا۔

اور حضرت! صرف یہی نہیں کہ وہ چاند کے مسئلہ میں پڑے ہوئے ہیں، الحمدللہ ان علماء

نے چاند کے اختلاف کے ساتھ ساتھ ماشاء اللہ تصنیفی، تدریسی اور خطابت و امامت کے علاوہ ملی و دیگر مثالی خدمات بھی انجام دی ہیں، جو اہل نظر سے مخفی نہیں۔

ہندو پاک کے علماء میں اختلاف کی چند مثالیں

(۳)......پھر حضرت! رویت ہلال کے مسئلہ میں اختلاف صرف برطانیہ میں نہیں، اب تو کئی ملکوں میں ہوگیا، خود ہندو پاک میں بھی ہر سال رمضان و عید ایک نہیں ہو رہی ہے۔ تو کیا ہندو پاک میں اتفاق کی ضرورت نہیں؟ مجھے سخت تعجب ہوا کہ ہندو پاک کے اکابر اپنے ملکوں میں صرف رویت ہلال پر ہی نہیں اور کئی مسائل میں بھی اختلاف کر رہے ہیں، بلکہ بعض تو مسائل پر نہیں، دنیوی امور میں لڑ رہے ہیں' ان کے مقدمات کورٹ تک پہنچے ہوئے ہیں، جو درحقیقت اختلاف نہیں بلکہ خلاف ہے، مثلاً۔

(اول)......ہندوستان میں جمعیۃ العلماء کے اکابر کے درمیان سخت اختلافات ہوئے۔

(دوم)......ام المدارس دار العلوم دیوبند کے اکابر کے درمیان جس قسم کے شرمناک اختلافات ہوئے اور ایک دوسرے کے خلاف اخباروں میں بیان بازیاں ہوئیں، وہ آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گی۔

(سوم)......مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر میں اسی قسم کی ناچاقیاں اہل نظر سے مخفی نہیں۔

(چہارم)......اور حالیہ تبلیغی جماعت کے دل خراش اور غیر اسلامی نہیں بلکہ غیر انسانی فتنہ و فساد نے تو اہل دیوبند کی ناک شرم سے جھکا دی۔

علماء پاکستان میں:

(اول)......تصویر کے جواز اور عدم جواز میں جو اختلاف ہوا اور ہے۔

(دوم)......اسلامی بینک کے نظریہ پر اکابر کے دو فریق ہوئے اور ہیں۔

(سوم)...... منیٰ مزدلفہ اور عرفات مکہ مکرمہ کے حصے ہیں یا خارج ہیں؟ کے مسئلہ پر کئی مرتبہ اتحاد کی کوشش کے باوجود اب تک اختلاف باقی ہے۔ منی مزدلفہ اور عرفات میں پاکستان کے علماء ایک خیمہ میں قصر پر مصر ہیں اور دوسرے خیمہ میں علماء ایک کی جماعت اتمام پر دلائل دے رہی ہیں۔

ضروری نوٹ:...... حضرت! بہت تعجب ہے کہ اس مسئلہ میں دوران مجلس جب حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہم نے استفسار فرمایا کہ: جب تک اتفاق یا تحقیق نہ ہوتو ہم عوام کو کیا بتائیں؟ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ: جب تک اس مسئلہ پر اتفاق نہ ہوتو پرانا فتوی چلنا چاہئے، پرانے فتوی میں دونوں جگہیں یعنی منی اور مکہ مکرمہ الگ الگ شمار کی جاتی ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۵۲۷ ج ۳، منی اور مزدلفہ کا مکہ مکرمہ سے اتصال کا حکم، کتاب الحج)

مگر ابھی تک کسی ایک رائے پر اتفاق نہیں ہوا، اور آپ کے دارالعلوم کا فتوی دوسرا ہے، اور اس قسم کے سوال کے جواب میں بجائے قدیم کے جدید فتوی ارسال کیا جاتا ہے۔ دار الافتاء کراچی کے ارباب افتاء کو آپ کے ارشاد پر عمل کرنا چاہئے اور اتفاق تک پرانا ہی فتوی دینا چاہئے۔

(چہارم)...... اموال ظاہرہ و اموال باطنہ پر زکوۃ کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف رہا، اور ماہنامہ ''البلاغ'' اور ''الخیر'' وغیرہ رسائل میں ایک دوسرے کے موقف پر مضامین شائع ہوئے اور تنقید و تبصرہ بھی ہوا۔

(پنجم)...... صبح صادق اور وقت عشاء کے وقت کے بارے میں اکابر علماء میں اختلاف ہوا، اور شاید ابھی تک ہے، ایک فریق پندرہ ڈگری پر عشاء کے وقت کے بارے میں عمل پیرا

ہے اور دوسرا فریق اٹھارہ پر، یہ اختلاف صبح صادق کے بارے میں بھی ہے۔

(ششم)......سرحد اور رویت ہلال کمیٹی کے چاند کے اختلاف پر ایک دوسرے کے خلاف فتاوی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، بیانات بھی اپنے اپنے مسلک پر تائید کے سننے کو ملتے ہیں۔

ان تمام مسائل میں اہل علم کے دونوں فریق اپنے اپنے موقف پر جمے ہوئے ہیں، اور دونوں فریقوں کا اتفاق نہیں ہوا، اور دونوں فریقوں کے اہل قلم و اہل علم نے اپنے اپنے مسلک اور رائے کی تائید میں مضامین، رسائل اور کتابیں لکھیں۔ معلوم ہوا کہ اپنے مسلک پر جمنا بھی علماء کا طریقہ ہے۔ پھر علماء برطانیہ رویت ہلال کے مسئلہ میں اپنے موقف پر جمے رہیں تو کیا قباحت ہے؟ ان مسائل کے علاوہ:

(ہفتم)......علماء پاکستان کے درمیان مدنی اور تھانوی مشرب پر بھی خلاف ہے؟ کانگریس اور لیگی جھگڑا بھی ہوا اور اب بھی ہے؟ اور جمعیت اور غیر جمعیت کا اختلاف بھی بڑے زوروں پر رہا؟ بلکہ لیگی مدرسہ میں جمعیتی عالم کے بیان پر ناراضگی کا بھی علم ہوا۔

(۴)......نہ معلوم کیوں ہمارے اکابر! برطانیہ کے رویت ہلال کے اختلاف سے اس قدر خائف ہیں؟ اور نہ جانے کیوں اس کو سب سے بڑا مسئلہ بنا رکھا ہے؟ کیا علمائے ہند و پاک کا اختلاف رحمت ہے اور علماء برطانیہ کا اختلاف فساد ہے؟

علماء برطانیہ کو متحد کرنے کا نرالہ فارمولا

(۵)......بعض حضرات تو چاہتے ہیں کہ علماء برطانیہ آپس میں جڑ جائیں اور اختلاف ختم ہو جائے، اور اس کا طریقہ کار بھی نرالا کہ بس سب علماء سعودی کی رویت کو مان لیں اور اس پر اتحاد کر لیں، حالانکہ وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ احوط مراکش ہے اور سعودی غیر احوط ہے، سعودی کی رویت پر اعتراضات ہیں اور مراکش کی رویت اشکالات سے پاک ہے،

پھر ان حضرات کو اتفاق کی کوشش اس طرح کرنی چاہیئے کہ سب علماء برطانیہ احوط کو اپنائیں، اور راجح پر عمل پیرا ہوں نہ کہ مرجوح پر، یہ عجیب معاملہ ہے کہ جس مسلک کو مرجوح اور غیر احوط کہہ رہے ہیں ان پر علماء کو اجتماع کی دعوت دی جاتی ہے، فیاللعجب، اگر اکابر اور علماء ہی مرجوح اور غیر احوط پر عمل کریں اور کرائیں تو راجح اور احوط پر عمل کون کریں گے اور کرائیں گے؟

(۶)...... پھر حضرت والا! سعودی رویت پر اتفاق ہو تو کیا عشاء کے وقت کے بارے میں اتفاق کرلیا جائے؟ اس لئے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ: پورے موسم گرما میں ایک گھنٹہ پر عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک: ۵۵/منٹ پر اور بعض حضرات کے نزدیک: ۵۰/منٹ پر اور بعض حضرات کے نزدیک: ۴۵/منٹ پر، تو کیا ان آراء سے بھی اتفاق کرلیا جائے؟

''دو متکبروں میں کبھی اتفاق نہیں ہوتا'' کا غلط مفہوم

(۷)...... حضرت والا! آپ نے کئی مجالس میں والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا یہ ملفوظ بھی سنایا کہ: ''دو متکبروں میں کبھی اتفاق نہیں ہوتا''۔

آپ کے وعظ و مجلس میں اس ملفوظ کو سن کر بعض اہل علم نے یہ سمجھ لیا کہ علماء برطانیہ متکبر ہیں، اس لئے کہ وہ آپس میں اتفاق نہیں کرتے۔ کس قدر تعجب ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کا ملفوظ بھی نہیں سمجھے، اگر اس ملفوظ کا یہی مطلب ہے کہ علماء برطانیہ چاند کے مسئلہ میں اتفاق نہیں کرتے، اس لئے یہ متکبر ہیں، تو یہ اس سے سارے ہی علماء برطانیہ متکبر ٹھہریں گے، چاہے وہ سعودی موقف کے تابع ہوں یا دوسرے موقف کے، اس لئے کہ دونوں اتفاق نہیں کررہے ہیں، اور اگر اس ملفوظ کا یہی مطلب ہے تو پھر اس سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم

اور حضرات تابعین اور تبع تابعین اور اکابر علماء رحمہم اللہ اجمعین اور اس زمانہ کے علماء میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہوسکتا، ان سب حضرات میں کسی نہ کسی مسئلہ میں اختلاف ہے، اور اپنے اپنے مسلک پر جمے ہوئے بھی ہیں، تو کیا یہ سب متکبر ہیں؟ اس لئے اس ملفوظ کا مطلب صرف اور صرف یہی ہوسکتا ہے کہ: دنیوی معاملات میں اپنے اپنے جھگڑوں اور لڑائیوں میں جو ایک دوسرے کے ساتھ نہ جڑے وہ متکبر ہیں نہ کہ دینی مسائل میں اختلاف کرنے والے۔ ورنہ اس ملفوظ سے خود صاحب ملفوظ بھی بچ نہیں سکتے، اس لئے ان کا بھی حضرت مدنی رحمہ اللہ سے سیاسی اختلاف تھا اور آخر تک رہا۔ اور دینی مسائل کے اختلافات کے بارے میں خود صاحب ملفوظ تحریر فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نظری مسائل میں آراء کا اختلاف نہ مضر ہے نہ اس کے مٹانے کی ضرورت ہے، نہ مٹایا جا سکتا ہے، اختلاف رائے نہ وحدت اسلامی کے منافی ہے نہ کسی کے لئے مضر، اختلاف رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ خالی رہا نہ رہ سکتا ہے، کسی جماعت میں ہر کام اور ہر بات میں مکمل اتفاق رائے صرف دو صورتوں میں ہوسکتا ہے: ایک یہ کہ: ان میں کوئی سوجھ بوجھ والا انسان نہ ہو جو معاملہ پر غور کر کے کوئی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اس لئے ایسے مجمع میں ایک شخص کوئی بات کہہ دے تو دوسرے سب اس پر اس لئے اتفاق کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی رائے اور بصیرت ہی نہیں، دوسرے: اس صورت میں مکمل اتفاق رائے ہوسکتا کہ مجمع کے لوگ ضمیر فروش اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غلط اور مضر جانتے ہوئے محض دوسروں کی رعایت سے اختلاف کا اظہار نہ کریں۔ اور جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی، یہ ممکن نہیں کہ ان میں اختلاف رائے نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف رائے عقل و

دیانت سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے اس کو اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم نہیں کہا جا سکتا، اور اگر حالات و معاملات کا صحیح جائزہ لیا جائے تو اختلاف رائے اگر اپنے حدود کے اندر رہے وہ کبھی کسی قوم و جماعت کے لئے مضر نہیں ہوتا، بلکہ بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے''۔ (وحدت امت ص ۱۲/۵۔ جواہر الفقہ ص ۳۹۹/۴۴۲ ج ۱)

اور خود صاحب ملفوظ کی تحریر میں بھی اس کی تائید مل گئی، آپ تحریر فرماتے ہیں:

''مگر جن معاملات کا تعلق صرف شخصی اور ذاتی حقوق اور خواہشات سے ہے، وہاں یہ معاملہ سہل ہے کہ جھگڑے سے بچنے کے لئے دوسرے کے واسطے اپنی جگہ چھوڑ دے، اپنے حق سے دست بردار ہو جائے، اور جو شخص ایسا کرے دنیا میں بھی اس کی عزت کو چار چاند لگ جاتے ہیں، اور جس مقصد کو چھوڑا ہے وہ دوسرے راستے سے حاصل ہو جاتا ہے''۔

(اختلاف امت پر ایک نظر ص ۱۸۔ جواہر الفقہ ص ۴۴۸ ج ۱)

حضرت والا! آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ:

رہا مسائل کا اختلاف تو اسے بالکلیہ ختم کرنا نہ ممکن ہے، نہ ضروری۔

(فتاوی دار العلوم کراچی (امداد السائلین) ص ۳۲۰ ج ۱، کتاب العلم، سوال نمبر: ۳۵۰ [۱])

---

[۱] ...... حضرت والا! حدیث شریف میں تو حق سے اعراض کرنے والوں کو متکبر کہا گیا ہے، اختلاف کرنے والوں کو نہیں۔

(۱)...... عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه : عن النّبی صلی الله علیه وسلم قال : لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر ، قال رجل : ان الرجل یحب ان یکون ثوبه حسنا ' و نعله حسنة ، قال : ان الله جمیل یحب الجمال ، الکِبْرُ بَطَرُ الحقَّ و غَمْطُ النّاسِ۔

(مسلم، باب تحریم الکبر ، کتاب الایمان ، رقم الحدیث:۹۱)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا، ایک صاحب نے عرض کیا: ایک

اکابر دیوبند کا اپنے مسلک پر جمنا

(۸)......کیا ہمارے اکابر اپنے مسلک پر نہیں جمے؟ انتشار ہوا' اختلاف ہوا، مگر اپنے مسلک کو نہیں چھوڑا، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے کانگرس کا ساتھ دیا اور لیگ کی مخالفت فرمائی، اگر لیگ کا ساتھ دیتے تو کتنے بڑے انتشار سے امت بچ جاتی، یا حضرت تھانوی رحمہ اللہ لیگ کو چھوڑ دیتے اور جمعیت علماء کے ساتھ ہو جاتے تو کس قدر بڑے انتشار سے مسلمانان ہند بچ جاتے، مگر دونوں حضرات رحمہما اللہ نے جس بات کو حق سمجھا اس پر جمے اور نہ صرف جمے، بلکہ ایک دوسرے کے خلاف جلسے کئے' بیانات کئے، اور مکتوبات میں بھی اس پر تنقید فرمائی، مگر انتشار کے خوف سے حق کو نہیں چھوڑا۔

شخص کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو' اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں، تکبر تو حق بات کو رد کر دینے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

(۲)......عن ابی هریرة رضی الله عنه : انّ رجلا اتی النّبی صلی الله علیه وسلم ، وکان رجلا جمیلا ، فقال : یا رسول الله ! انی رجل حُبّبَ اِلَیَّ الجمالُ ، واُعْطِیْتُ منه ما تراه ، حتی ما اُحبُّ ان یفُوقَنِی احدٌ – اِمّا قال : بِشِراک نعلِی ، وامّا قال : بِشِسْعِ نعلی – اَفَمِنَ الکِبرِ ذلک ؟ قال : لا ، ولکن الکِبْرَ مَن بَطِرَ الحقَّ و غَمَطَ النّاسَ۔

(ابوداؤد، باب ما جاء فی الکبر ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۴۰۹۲)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور وہ بڑے خوب صورت تھے، انہوں نے عرض کیا کہ: میں خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں، اور مجھے جو کچھ (حسن و جمال) عطا کیا گیا ہے آپ دیکھ رہے ہیں، اور (حد یہ کہ) میرا یہ حال ہے کہ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ ایک جوتے کے تسمہ میں بھی کوئی مجھ سے فوقیت لے جائے، کیا یہ تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تکبر نہیں، لیکن تکبر تو حق کو چھپائے (اور ٹھکرائے) اور لوگوں کو حقیر جانے۔

(۹)...... حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء نے دیوبند چھوڑ دیا، مگر جس چیز کو حق سمجھا اس کو نہیں چھوڑا، حالانکہ وہاں کونسا دینی مسئلہ متأثر ہو رہا تھا، ناظم مطبخ اور طلبہ کے درمیان کچھ اختلاف ہوا، مگر شاہ صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے رفقاء نے جس بات کو حق سمجھا مکمل اس پر ڈٹے رہے اور انتشار کو گوارہ فرمالیا، دیوبند چھوڑنا گوارہ کرلیا، ڈابھیل تک آپہنچے، مگر حق کو نہیں چھوڑا۔ ایسی دسیوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا ایک مسئلہ کی وجہ سے مسجد نبوی کی جماعت ترک فرمانا

(۱۰)...... حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کی وجہ سے مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے مسجد نبوی کی جماعت ترک فرمادی اور اپنی جماعت علیحدہ مدرسہ میں کی، مگر مسئلہ میں لچک اور حق کے اظہار میں ذراسی بھی مداہنت اختیار نہیں فرمائی۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

(مدینہ منورہ میں) شافعی امام نے صبح کی نماز میں سجدۂ تلاوت (کی آیت) پڑھ کر رکوع کر دیا کہ یہ بھی قائم مقام سجدہ کے ہے، سلام پھیرنے کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے امام صاحب سے فرمایا کہ: یہ سجدہ ہم حنفیوں کے یہاں واجب ہے اور رکوع سے جب تک کہ اس کو سجدہ کے قائم مقام بنانے کی نیت نہ کرے ادا نہیں ہوتا، اور بہتیروں کو معلوم بھی نہیں کہ یہاں سجدہ کرنا ہے اور یہ آیت سجدہ ہے، لہٰذا احناف کے مذہب کی رعایت آپ پر واجب ہے، امام نے روکھا جواب دے دیا کہ: ہم پر کسی کے مذہب کی رعایت واجب نہیں، ہم اپنے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا: ایسا ہے تو آپ کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی، اور حضرت نے اعلان فرمادیا کہ: جس شخص نے رکوع میں سجدہ کی

نیت نہ کی ہو وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے، چنانچہ بہتیروں نے نمازیں لوٹائیں ،اس کے بعد حضرت نے مدرسہ میں اپنی علیحدہ جماعت کا اہتمام کرلیا،حکومت کواس کی خبر ہوئی تو امام سے باز پرس کی اورسوءادب پرزجر کیااور یہ الفاظ کہے کہ: حضرت کے مقابلہ میں تمہارے علم کی حقیقت ہی کیا ہے، اس کے بعد تمام ائمہ کے نام حکم جاری ہوا کہ جملہ مذاہب کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھائیں ، اور حضرت سے معذرت کی ،اور اطمینان دلایا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا، چنانچہ آپ پھر حرم شریف میں جانے لگے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۹۹)

امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک الجوینی رحمہ اللہ کا بادشاہ کے اعلان رویت پر عید نہ کرنا

کاش آج کوئی حضرت سہارنپوری کا نائب ہو،اوراسلامی ریاست کے ارباب حکومت سے درخواست کرے کہ خدارا! رویت ہلال کے مسئلہ پر بھی توجہ دیں۔جیسا کہ امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک الجوینی رحمہ اللہ کا جب دور تھا اور ملک شاہ سلجوقی نے عید کے چاند کا اعلان کرادیا، امام الحرمین رحمہ اللہ کے نزدیک رویت ثابت نہیں تھی، انہوں نے منادی کروادی کہ ابوالمعالی کہتا ہے کہ: کل تک ماہ رمضان ہے، جو میرے فتوی پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ کل بھی روزہ رکھے، ملک شاہ نے باز پرس کی ،تو فرمایا کہ: جو امور فرمان سلطانی پر موقوف ہیں ان کی اطاعت ہم پر فرض ہے، اور جو حکم فتوی سے متعلق ہے وہ بادشاہ کو مجھ سے پوچھنا چاہئے، کیونکہ بحکم شریعت علماء کا فتوی حکم شاہی کے برابر ہے، روزہ رکھنا ،عید کرنا یہ امور فتوی پر موقوف ہیں بادشاہ وقت کو ان سے کوئی تعلق نہیں، چنانچہ بادشاہ نے اعلان کرادیا کہ میرا حکم درحقیقت غلط تھا اور امام الحرمین کا حکم صحیح ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۷۱ ج ۱)

نوٹ:...... بادشاہ کے اعلان کے خلاف جبکہ وہ مسلمان ملک کے امیر وسربراہ تھے، امام الحرمین رحمہ اللہ نے اتفاق کے خاطر غلط فیصلہ کو برداشت نہیں کیا، اور اتحاد کے خاطر غلط عید نہیں کی، اور یہ نہیں سوچا کہ انتشار ہوگا، فتنہ ہوگا، بلکہ حق کو واضح کیا اور صحیح پر جمے۔

غیر اختیاری امور کے خاطر اختیاری امور کو چھوڑنا

(۱۱)...... عجیب بات ہے کہ ہم غیر اختیاری امور کے خاطر اختیاری امور کو چھوڑ دیتے ہیں، انتشار سے روکنا' فتنوں سے بچانا ہمارے اختیار میں نہیں، حق پر جمنا' راجح پر عمل کرنا ہمارے اختیار میں ہے، ہم غیر اختیاری امر کی وجہ سے امر اختیاری کو ترک کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے کس قدر قیمتی نصیحت فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ: ''یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ: جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں' ان کا تو قصد کرے، اور جو اختیار میں نہ ہوں' ان کا ہرگز قصد نہ کرے۔

(مجالس مفتیٔ اعظم رحمہ اللہ ص ۳۰۶)

تعصب اور تصلب میں فرق

(۱۲)...... بعض حضرات اپنی جہالت اور نادانی سے حق پر عمل کرنے والوں کو متعصب کہتے ہیں، اور عمل کو تعصب پر محمول کرتے ہیں، انہوں نے تعصب اور تصلب کے فرق کو ہی نہیں سمجھا۔ تعصب کے معنی ہیں: بیجا حمایت کرنا اور تصلب کے معنی ہیں: پختگی کے ساتھ مذہب پر جمنا۔ تعصب ممنوع ہے اور تصلب مامور بہ ہے۔ (مجالس مفتیٔ اعظم رحمہ اللہ ص ۶۰۹)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

مثبت دعوت وتبلیغ ہو یا کسی باطل نظریئے کی تردید' حضرت والد صاحب قدس سرہ کا

مذاق دونوں میں یہ تھا کہ اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہنے کے باوجود طعن وتشنیع اور دل آزار اسلوب بیان سے مکمل پرہیز کیا جائے، اور اس کے بجائے ہمدردی ودلسوزی اور نرمی وشفقت سے کام لے کر ذہنوں کو بدلنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اس نرمی کا یہ مطلب نہیں کہ حق کو حق یا باطل کو باطل کہنے میں مداہنت سے کام لیا جائے، کیونکہ کفر کو کفر تو کہنا ہی پڑے گا، لیکن مطلب یہ ہے کہ حقیقت کے ضروری اظہار کے بعد محض اپنی نفسانیت کی تسکین کے لئے فقرے بازیاں نہ کی جائیں، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے: داعیٔ حق کی مثال ریشم جیسی ہونی چاہئے کہ اس کو چھو کر دیکھو تو اتنا نرم وملائم کہ ہاتھوں کو حظ نصیب ہو، لیکن اگر کوئی اسے توڑنا چاہے تو اتنا سخت کہ تیز دھار بھی اس پر پھسل کر رہ جائے،

(میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج ومذاق ص ۱۱۳)

حضرت ہمیں بھی حق کے معاملہ میں اس اصول پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"علم وتحقیق کے سفر میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں جہاں ایک طالب علم کو کسی دوسرے عالم سے اختلاف کرنا پڑتا ہے، اور بعض مقامات پر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف کرنا پڑتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا طرز عمل یہ تھا کہ نہ تو کسی کا ادب و احترام اس اختلاف رائے کے اظہار میں مانع ہوا، اور نہ کبھی اختلاف رائے نے ادب و احترام میں ادنی رخنہ اندازی کی۔ (میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج ومذاق ص ۱۳۸)

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اپنے مسلک پر قائم رہنے کے سلسلے میں کس قدر کھل کر ارشاد فرماتے ہیں کہ: الحمد للہ ایک شوشہ سے دست بردار ہونے کے لئے

تیار نہیں، نہ عبادت کے مسائل میں، نہ اپنے عقائد کے اصول میں ، کسی چیز میں کسی مفاہمت کے لئے میں تیار نہیں ۔ (خطبات علی میاں ص۸۲/۸۷ ج ا۔ تحفۃ الائمہ ص ۵۹۳)

شیخ اور مرید کا اختلاف، ایک کا روزہ ایک کی عید

(۱۳)...... نہ معلوم ہمارے ہندو پاک کے بعض اکابر اور برطانیہ کے علماءٔ اختلاف سے اس قدر کیوں خائف ہیں؟ اور ہر چیز میں: انتشار ہوگا' اختلاف ہوگا' فتنہ ہوگا۔ اس وہم پر حق اور راجح کو چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ (جس کو وہ حضرات انتشار اور اختلاف اور فتنہ سمجھ رہے ہیں وہ) اختلاف تو باقی ہے۔ ہمارے اکابر نے اپنے اساتذہ اور شیخ و مربی تک سے اختلاف فرمایا، آپ کو اس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں، صرف ایک مثال لکھتا ہوں:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ: حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ) کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑبڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے تیس روزے پورے ہوجانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ: شعبان کے چاند میں جس شہادت پر مدار تھا بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی، اس لئے روزہ ہے، اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حجت سے صحیح تھی، اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے، دن بھر بحث رہی، شام کو چاند نظر نہیں آیا، حضرت نے طے فرمادیا کہ میں روزہ رکھوں گا، میں نے عرض کیا: میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ: میرے اتباع کی ضرورت نہیں، سمجھ میں آگیا ہوتو رکھو ورنہ نہیں، بالآخر حضرت کا روزہ تھا اور میرا افطار۔

(الاعتدال فی مراتب الرجال۔ المعروف بہ: اسلامی سیاست ص ۲۰۹)

اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ: شیخ اور مرید میں اختلاف ہے، مگر دونوں اپنی اپنی رائے پر عمل پیرا ہیں۔ دوسری بات بہت قابل غور ہے کہ تیس روزے پورے ہو چکے ہیں، مگر شعبان کی گواہی کو مخدوش قرار دے کر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے اکتیس روزے رکھے، مگر جس کو غلط سمجھا اس پر عید نہیں کی۔ ہم لوگ کس قدر بے احتیاطی سے اتفاق اور انتشار سے بچنے کے موہوم خیال میں غلط اور مرجوح پر رمضان و عیدین، قربانی، تکبیر تشریق، اعتکاف، شب قدر وغیرہ عبادات کو قبل از وقت ادا کر کے من وجہ ضائع کر رہے ہیں۔

علماء پاکستان کا اعلان حکومت پر عید نہ کرنا

(۱۴)......خود آپ کے والد ماجد اور علماء پاکستان نے حکومت کا غلط فیصلہ رویت ہلال کے بارے میں نا قابل قبول سمجھا تو حکومت کے فیصلہ کے خلاف عید کی، حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مد ظلہم، حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''صدر ایوب خان مرحوم کے زمانہ میں ایک مرتبہ رویت ہلال کا مسئلہ در پیش آیا، آخر شب میں حکومت نے چاند کا اعلان کر دیا، شہادتیں نا کافی تھیں، فجر کی نماز کے بعد احقر اپنے والد ماجد مولانا زکی کیفی مرحوم کے ہمراہ جامعہ اشرفیہ حاضر ہوا تو مدرسہ کے دفتر میں -جو اس وقت مسجد کے حوض کی بالائی سطح پر تھا- علماء جمع تھے، حضرت مولانا عبید اللہ مد ظلہم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی تشریف رکھتے تھے، لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، باہر سے ٹیلی فون کی بھر مار تھی، لوگ مہتمم صاحب سے مسئلہ پوچھتے تو مہتمم صاحب حضرت مولانا محمد ادریس

صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کردیتے، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے کہ: بھائی یہ تو شرعی مسئلہ ہے اس میں تو مفتی صاحب کی بات چلے گی اور پھر حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی طرف اشارہ فرمادیتے، مفتی صاحب فرماتے کہ: حکومت جانے اور اس کا مسئلہ، میں تو بہر حال روزہ سے ہوں، (یعنی آج عید نہیں ہے)اسی دوران کراچی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے بات ہوئی اور پھر بالآخر مسئلہ کا صاف اعلان کردیا گیا''۔

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، بابت: رمضان المبارک ۱۴۱۸ مطابق جنوری ۱۹۹۸ء)

دیکھئے! حضرت والا! اکابر علماء نے باوجود حکومت کے فیصلہ کے اپنی رائے پر عمل کیا جس کو انہوں نے صحیح سمجھا۔ آخر ہمیں کیوں مجبور کیا جارہا ہے کہ: ہم اپنا موقف- جو صحیح اور درست ہے، اور خود آپ حضرات کے خیال میں احوط ہے- چھوڑ کر غلط موقف پر عمل کریں۔

خبردار کسی شخص کو امر حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ روکے

(۱۵)......ایک طویل حدیث شریف میں ہے:'' الا لا تَمنَعنَّ رجلا هَيبةُ النّاسِ اَن يقولَ بِحقٍّ اذا علِمَهُ''۔

(ترمذی، باب ما اخبر النبی صلی الله علیه وسلم اصحابه بما هو کائن الی یوم القیامة ، رقم الحدیث:۲۱۹۱)

ترجمہ:......خبردار کسی شخص کو امر حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ روکے جبکہ وہ اس بات کو جانتا ہو۔

(۱۶)......حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تو اکابر کے بارے میں تحریر

فرماتے ہیں کہ: .....جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اور جس درجہ کا حق سمجھتے ہیں اس کو اصرار سے بیان فرمائیں، اور شائع کریں اور اس کے خلاف پر نکیر کریں اور شدت سے کریں۔

حضرت تو اختلاف میں حق کو بیان کرنے' شائع کرنے' اس کے خلاف پر نکیر کرنے اور شدت سے کرنے کی تائید فرمارہے ہیں۔

(الاعتدال فی مراتب الرجال۔المعروف بہ: اسلامی سیاست ص ۱۱)

(۱۷)......حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: حق پر جمے رہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ [۱] (بکھرے موتی، ص ۹۴ ج ۵)

رویت ہلال میں انتشار کا اصل سبب

(۱۸)......انتشار تو سعودی رویت کی وجہ ہے، اس لئے آپ اور آپ جیسے وہ اکابر- جن کا اثر ورسوخ ہے- کو سعودی حکومت تک اور وہاں کے قضائے اعلی تک اور ائمۂ حرمین تک یہ بات بڑی قوت سے پہنچانا چاہئے کہ خدارا! آپ رویت کے مسئلہ کو حل کیجئے، آپ کے فیصلہ کی وجہ سے پورے یورپ اور امریکہ' کینڈا اور دوسرے کئی ممالک میں دو دو عیدیں اور رمضان کی ابتدا میں اختلاف ہورہا ہے، نہ یہ کہ آپ صحیح رویت پر عمل کرنے والوں کو غلط رویت پر عمل کی رائے دیں۔اور حضرت! میں یہ خود اپنی طرف سے نہیں کہتا کہ انتشار کی وجہ

---

[۱]......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ: حق کے ساتھ لازم رہو، حق تمہارے لئے اہل حق کی منازل واضح کرے گا، فیصلہ حق کے ساتھ کرو۔

(کنز العمال ، خطب عمر و مواعظه رضی الله عنه ، المواعظ والرقائق والخطب والحکم ، رقم الحدیث:۴۴۱۹۳)

نوٹ:......اس وقت حق پر جمنے والے کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں، حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ: حق کی خاطر رسوائی اٹھانا عزت کے زیادہ قریب ہے۔

(کنز العمال ، الحکم و جوامع الکلم ، المواعظ والحکم، رقم الحدیث:۴۴۱۰۱/۴۴۱۲۲)

سعودی ہے، بلکہ پاکستان کے شیخ الاسلام اور آپ کے برادر محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی تحریر ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

''ویسے احقر ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہے کہ اس وقت تمام تر دشواری سعودی عرب کے نظام رویت کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہے کہ وہاں بسا اوقات چاند کی پیدائش سے پہلے بھی رویت کا اعلان کر دیا جاتا ہے، اگر وہاں کا نظام درست ہو جائے تو اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرتے ہوئے وہاں کی رویت کو پوری دنیا میں معتبر ماننے کی گنجائش احقر کے خیال میں موجود ہے، لیکن بحالات موجودہ جب کہ وہاں کا نظام قابل اطمینان نہیں ہے، اس اصول پر عمل کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں متعدد سعودی علماء سے بات چیت بھی ہوئی لیکن وہ خود پریشان اور بے بس نظر آئے''۔ (اس خط کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے)

دیکھئے! حضرت والا کتنی صراحت سے فرما رہے ہیں کہ: ''کہ اس وقت تمام تر دشواری سعودی عرب کے نظام رویت کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہے''۔ اور خود سعودی علماء وہاں کے نظام رویت سے پریشان ہیں۔ اور حضرت مدظلہم شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

''اگر سارے مسلمان چاہیں تو ساری دنیا میں ایک دن روزہ اور ایک دن عید ہو سکتی ہے، کیونکہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے کافی ہے...... تو ایک ہی دن میں ساری دنیا میں روزہ اور عید ہو سکتے ہیں، لیکن ہوتا کیوں نہیں؟ اور حد یہ ہو جاتی ہے کہ پاکستان اور سعودی عرب میں دو دو دن کا فرق ہو جاتا ہے، حالانکہ دو دن کا فرق عقلاً ممکن ہی نہیں، بلکہ مستحیل ہے، زیادہ سے زیادہ اگر فرق ہو سکتا ہے تو ایک دن کا ہو سکتا ہے، اور درحقیقت سعودی عرب نے گڑبڑ پیدا کی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے مسئلہ الجھا ہوا ہے، اور اگر سارے مسلمان متفق ہو جائیں کہ کعبہ جو مرکز اسلام ہے وہ سعودی عرب میں ہے تو وہاں کی رویت

کو ساری دنیا کے لئے معتبر مان لیں، اور ایسا کرنا چاہیں تو بالکل کر سکتے ہیں، اور اس میں کوئی مانع شرعی موجود نہیں ہے، لیکن گڑبڑ اس لئے واقع ہوتی ہے کہ سعودی عرب میں رویت ہلال کا جو نظام ہے وہ دنیا سے نرالا ہے، اور اس کی وجہ سے کافی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔.......

لیکن سعودی عرب میں چونکہ موقف وہ ہے کہ حساب کا نفی میں بھی اعتبار نہیں ہے، نتیجہ اس کا یہ ہے کہ وہاں پر بکثرت یہ صورت حال ہوتی ہے کہ چاند ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوا اور شہادتیں آگئیں، رمضان شروع ہوگیا اور عید ہوگئی، اور سعودی عرب کے مقابلہ میں دوسرے ممالک میں دو دو دن کا فرق ہو جاتا ہے، اور چونکہ ہم یہ موقف صحیح نہیں سمجھتے، اس لئے اس پر عمل نہیں کرتے، ورنہ سیدھی سی بات یہ تھی کہ سعودی عرب کے فیصلے پر ہم خود بھی پاکستان میں عمل کرتے۔

(انعام الباری ص۴۹۴/۴۹۶ ج۵، کتاب الصوم، تحت رقم الحدیث:۱۹۰۰)

اتحاد کا صحیح طریقۂ کار

(۱۹)......ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ سعودی کے متبعین کی اکثریت کا کہنا ہے کہ: ہم بھی صحیح ہیں اور مراکش کے متبعین بھی صحیح ہیں، جیسا کہ خود آپ کی موجودگی میں مولانا....... صاحب مدظلہ نے فرمایا تھا، ان کے علاوہ اور اہل علم برطانیہ کا بھی اس طرح کا رجحان ہے، جبکہ مراکش کے متبعین میں اکثریت کا خیال ہے کہ سعودی رویت کے متبعین کا عمل درست و صحیح نہیں۔ اس لئے آپ کو سعودی کے متبعین کو یہ رائے دینی چاہئے کہ جب آپ کے نزدیک بھی مراکش کے متبعین صحیح پر عمل کر رہے ہیں تو آپ بھی ان کے ساتھ اتفاق کر لیں، نہ یہ کہ صحیح پر عمل کرنے والوں کو مجبور کیا جائے کہ غلط پر اتفاق کر لیں۔

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کا حضرت مدنی رحمہ اللہ کے پیچھے نماز نہ پڑھنا

(۲۰)...... یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور خود امامت فرمائی، اور حضرت مدنی رحمہ اللہ نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی، اس لئے کہ آپ کے والد ماجد موزوں پر مسح کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ یہاں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو مجبور نہیں کیا کہ آپ میرے پیچھے نماز پڑھیں اور اختلاف نہ کریں، چونکہ حضرت رحمہ اللہ ان کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

شریعت میں وقت سے پہلے (بعض) عمل کا کوئی اعتبار نہیں

(۲۱)...... ایک بات یہ بھی بہت قابل غور ہے کہ شریعت میں وقت سے پہلے عمل کا کوئی اعتبار نہیں، اور وقت کے بعد عمل درست ہو جاتا ہے، جیسے نماز وقت سے پہلے پڑھی جائے تو جائز نہیں اور وقت کے بعد پڑھی گئی تو چاہے ادا نہ ہو قضا تو ہو ہی جائے گی، اسی طرح یہاں بھی دیکھئے! سعودی کی رویت پر عمل میں رمضان پہلے شروع ہوگا، اسی طرح عید وقت سے پہلے ادا ہوگی، اور اگر مراکش پر عمل کیا جائے تو مان بھی لیا جائے کہ سعودی کا فیصلہ صحیح ہو تو بھی دوسرے دن عید تو صحیح ہو ہی جائے گی، قبل از وقت عمل کے بطلان سے تو امت بچ جائے گی۔ اس لئے بھی آپ کو سعودی رویت کے متبعین کو ترغیب دینی چاہیئے کہ آپ اہل مراکش کے ساتھ ہو جائیں۔ (دیکھئے! ص:۱۶۵)

سعودی رویت پر عمل نہ کرنے والے حج کہا کریں؟

(۲۲)...... حضرت! آپ کی اس بات سے میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ: ''آپ لوگ حج

بھی علیحدہ کر لیجئے''۔اب تک میں سوچ میں ہوں کہ کیا آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا،لیکن حقیقت یہ ہے کہ نکلا اور کئی لوگوں نے سنا۔حضرت! آپ جیسے صاحب علم وفتوی کی زبان سے اس طرح کا جملہ کیسے صادر ہوا؟ خیر!اس کا جواب بھی بھائی صاحب کی زبان سے پڑھ لیجئے! حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ اس موقف کو صحیح نہیں سمجھتے تو پھر حج کا کیا ہوگا؟لوگ حج تو سعودی عرب ہی کے حساب سے کرتے ہیں،تو اس کا جواب یہ ہے کہ: مسئلہ چونکہ مجتہد فیہ ہے،اس لئے ان کا قول وہاں ان کے اپنے ملک میں تو نافذ ہوجاتا ہے، جب وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں،اوراس کی بنیاد پر حج اور قربانی سب کچھ درست ہوجاتی ہیں،لیکن ہم اپنے ملک میں مختار ہیں کہ چاہیں ان کے قول کو لیں یا نہ لیں،تو اگر ہم ان کے قول کو نہیں لے رہے ہیں،اس وجہ سے کہ ان کے قول کو درست نہیں سمجھتے تو اس کی گنجائش ہے،لیکن اگر کوئی ان کے قول کو لے تو چونکہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے،اس لئے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے خطاء صریح یا گمراہی کا ارتکاب کیا۔

(انعام الباری ص۴۹۶ ج۵، کتاب الصوم، تحت رقم الحدیث:۱۹۰۰)

نوٹ:......آگے حضرت نے مغربی ممالک کے لئے اختلاف سے بچنے کے لئے سعودی عرب پر عمل کرنے کی گنجائش دی ہے،مگر اس کو ضروری نہیں فرمایا،اور سعودی عرب پر اگر علماء دیوبند متفق ہوجائیں تو بھی بریلوی مکتب فکر کے طبقہ سے اختلاف تو رہے گا۔اور حضرت والا! آپ کے والد صاحب رحمہ اللہ کے بقول:''یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ: جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں' ان کا تو قصد کرے،اور جو اختیار میں نہ ہوں' ان کا ہرگز قصد نہ کرے''۔اتفاق ہمارے بس میں نہیں،اور انتشار ختم کرنا

ہمارے بس میں نہیں، ہاں صحیح رویت پر عمل کرنا ہمارے اختیار میں ہے، اور ہم الحمدللہ اس پر عمل پیرا ہیں۔

دوسرا جواب آپ کے استاذ اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا ہے:

''سعودیہ میں غیر ملکی مقیم حضرات اور حجاج کے لئے رمضان وعیدین اور حج وقربانی کی صحت میں شبہ کی ہرگز گنجائش نہیں، اس لئے کہ بحالت صحو شہادت عدلین کی صحت مختلف فیہا ہے، لہذا اس کے مطابق قضاء کی صورت میں یہ فیصلہ سعودیہ کی حدود کے اندر واجب العمل ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۴۱۸ ج ۴)

اکابر کا حرمین میں رہتے ہوئے اہل حرمین کے مسلک کی مخالفت کرنا

(۲۳)...... آپ کی بڑی دلیل یہ تھی کہ حنابلہ کے مسلک پر وہ فیصلہ کرتے ہیں، اس لئے ہر حال میں حنفیوں کو بھی حنبلی فیصلہ پر عمل کر لینا چاہئے، چاہے وہ فیصلہ حنفی کے یہاں درست نہ ہو۔

حضرت! ہمارے اکابر نے حرمین میں ہوتے ہوئے ان کے مسلک کی مخالفت کی، مثلا: ہمارے اکثر اکابر حرمین شریفین میں وتر نہیں پڑھتے۔ حرمین شریفین میں تہجد کی جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ اہل حرمین نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پھیرتے ہیں جبکہ ہمارے اکابر دونوں طرف سلام پھیرنے پر عمل کرتے ہیں۔ ہمارے اکابر حج کے دوران عرفات میں جمع بین الصلوتین نہیں کرتے۔

سعودی رویت ہلال کے فیصلہ پر حنفی کے لئے عمل کرنا جائز نہیں

(۲۴)...... حضرت والا! آپ کے جامعہ دار العلوم کراچی کے کتنے فتاوی ہیں جن میں

صراحت ہے کہ سعودی کی رویت پر عمل کرنا درست نہیں ۔مثلا: ایک فتوی میں ہے:(لکھنے والے مولانا عبدالحفیظ صاحب' اور تصدیق کرنے والے حضرت مولانا سبحان محمود صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اصغر علی صاحب مد ظلہم ہیں)

" ولا یجوز لنا بباکستان ان نتبع الحکومة السعودیة فی اعلانها بصیام رمضان او الافطار منه ، او التضحیة عند عید الاضحی' طبق حسابها المقرر عندها، وذلک لوجوه متعددة :

(۱)......الاول ان الحکومة السعودیة لا ترعی مایعتبره الفقه الحنفی فی ثبوت هلال رمضان والعیدین ، وهی شهادة الجمع العظیم فی حالة الصحو مع صدق شرائط الشهادة علیهم ، واما الحکومة السعودیة فتقضی علی اساس شهادة عدل واحد بثبوت الرمضان وانسلاخه ، کما قررها وزارة العدل ،الخ۔

ایک اور فتوی میں ہے' جو مولانا محمد اشرف صاحب کا لکھا ہوا ہے اور اس پر حضرت مولانا محمد تقی صاحب مدظلہ کی تصدیقی دستخط ہے:

''سعودی عرب کی رویت کی خبر کے مطابق پاکستان میں عمل کرنا جائز نہیں ہے،اس لئے کہ یہ خبر مستفیض ہو کر نہیں آتی ہے،اور پاکستان کا حاکم یا قاضی یا مرکزی رویت ہلال کمیٹی اس خبر کو قبول نہیں کرتی ہے۔مزید یہ کہ سعودی عرب میں بعض اوقات رویت کا فیصلہ احناف کے ضوابط کے مخالف اور بسا اوقات بداہت کے بھی خلاف ہوتا ہے'' الخ۔

حضرت مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

واضح باد کہ ظاہر الروایت اگر چہ عدم اعتبار مطالع است لیکن مراد ازیں عدم اعتبار در بلاد قریبہ ست نہ در بلاد قریبہ و نائیہ ہر دو، پس اہل پاکستان واہل کیمپھا را برویت عربستان

اعتماد کردن خلاف فقہ حنفی ست۔

(فتاوی فریدیہ ص۶۶ ج۴، باب رویۃ الھلال و اختلاف المطالع)

برطانیہ میں رویت ہلال کا اختلاف کب اور کیسے شروع ہوا؟

(۲۵)...... برطانیہ میں جس وقت مراکش پر عمل تھا کوئی اختلاف نہیں تھا، پورے برطانیہ میں ایک ہی دن عید ورمضان ہوتا تھا۔ ہاں رویت کی اطلاع آنے اور فیصلہ میں وقت کی تاخیر کی وجہ سے پریشانی تھی، اب تو وہ پریشانی بھی تقریبا ختم ہوگئی ہے، جب سے سعودی پر فیصلہ ہوا اس وقت سے اختلاف شروع ہوا، اور دو دو عیدیں ہونے لگی ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اس وقت مراکش پر چلنے والوں کو اختلاف اور انتشار کرنے کا مجرم قرار دیا جا رہا ہے، اور سعودی پر عمل کرنے والے اتحاد اور یکتائیت والے قرار پا رہے ہیں، حالانکہ معاملہ اس کا برعکس ہونا چاہئے کہ مراکش پر کوئی اختلاف نہیں تھا سعودی اختلاف کا سبب بنا ہے ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

نوٹ: (۱)...... چند رسائل اس عریضہ کے ہمراہ ارسال کر رہا ہوں، اپنے مشغول اوقات میں سے کچھ وقت فارغ فرما کر ضرور مطالعہ فرمالیجئے، تاکہ دوسرے موقف والوں کے دلائل بھی آپ کی نظر سے گذر جائیں۔

نوٹ: (۲)...... بعض اہل علم کی طرف سے اپنے مسلک کی تائید میں کبھی شدت بھی ہوجاتی ہے، اس پر اکابر علماء تنقید کرتے ہیں کہ شریعت میں سختی نہیں، کیا آپ پر وحی آئی ہے؟ آپ کو اپنے مسلک پر اس قدر شدت کیوں ہے؟ وغیرہ۔ اس لئے عریضہ کے آخر میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اپنے مسلک پر شدت کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں، جن سے معلوم ہوگا کہ اپنے مسلک پر نہ صرف جمنا مطلوب ہے، بلکہ قدرے سختی بھی ثابت ہے۔

اپنے مسلک پر شدت کی: ۳۵ ؍مثالیں

(۱)......حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ: میرے والدصاحب نے نماز میں مجھے ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم ‘‘پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا کہ: اے بیٹے! بدعت ہے اور بدعت سے بچو۔فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ ان کے نزدیک اسلام میں بدعت ایجاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز مبغوض ہو، اور فرمایا کہ: میں نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ کہتے ہوئے نہیں سنا، لہذا تم بھی نہ کہو۔ جب تم نماز پڑھو تو کہو: ’’الحمد للہ رب العالمین‘‘۔

(ترمذی، باب ما جاء فی ترک الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم، رقم الحدیث:۲۴۴)

(۲)......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم ‘‘اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۴۷ ج۳، من کان لایجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم، رقم الحدیث: ۴۱۶۱)

(۳)......حضرت امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم ‘‘اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔(تذکرۃ الحفاظ ص۳۰۹ ج۱)

(۴)......حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی، امام صاحب نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے! اپنے اس گانے کو بند کر (یعنی زور

سے بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے) کیونکہ میں نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ حضرات بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ یہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

(مسند امام اعظم (مترجم) ص ۱۷۴، باب لا یجھر ببسم اللہ فی الصلوۃ)

(۵)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا تھا، فرمایا کہ: یہ گنوار پن (اور دیہاتی طریقہ) ہے۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ ص ۲۲۔المختار شرح کتاب الآثار ص ۸۰، رقم الحدیث: ۸۱)

(۶)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ: یہ تو گنواروں کا فعل ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۴ ج ۳، من کان لایجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم، رقم الحدیث: ۴۱۶۶)

(۷)......حضرت محمد بن عجلان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: کاش جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔(مؤطا امام محمد مترجم ص ۸۲، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، رقم الحدیث: ۱۲۷)

(۸)......حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے فطرت کو کھو دیا۔

(دارقطنی ص ۳۲۵ ج ۱، باب ذکر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ واختلاف الروایات، رقم الحدیث: ۱۲۴۱۔مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۷۸ ج ۳، من کرہ القراءۃ خلف الامام رقم الحدیث: ۳۸۰۲۔مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۲، باب القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث: ۲۸۰۱)

(۹)......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی، وہ فطرت (اسلام کے طریقہ) پر نہیں۔

(طحاوی ص۲۸۳ ج۱، باب القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۱۲۷۲۔ مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج۲، باب القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۲۸۰۶)

(۱۰)......حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے فرمایا: میرے لئے آگ کی چنگاری پکڑنا اس سے بہتر ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کروں۔

(موطا امام محمد ص۱۰۰، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۱۲۳۔ کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۴۶)

(۱۱)......حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

(طحاوی ص۲۸۴ ج۱، باب القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۱۲۷۶۔ مصنف عبدالرزاق ص ۱۲۸ ج۲، باب القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۲۸۱۰)

(۱۲)......حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ میں امام کے ساتھ قراءت کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو، تمہیں امام کی قراءت ہی کافی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ص۱۴۰ ج۲، باب القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۲۸۱۲۔ کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۵۷)

(۱۳)......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت موسیٰ بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ان کے دادا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جس نے امام

کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(موطا امام محمد ص۱۰۰، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۱۲۸۔مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۷۹ ج۳، من کرہ القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۳۸۰۹۔مصنف عبدالرزاق ص۱۳۷ ج۲، باب القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۲۸۱۰)

(۱۴)......حضرت موسیٰ بن سعد رحمہ اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ نے فرمایا کہ: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔(کتاب القرائۃ للبیہقی ص۱۸۴)

(۱۵)......حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو منبر پر (خطبہ میں) دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو خراب (وبرباد) کرے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(مسلم ص۲۸۷، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ، رقم الحدیث:۸۷۴)

تشریح:......''ترمذی شریف'' کی روایت میں ہے کہ:''قَبَّحَ اللّٰہُ ھاتین الیُدَیَّتَیْنِ الْقُصَیِّرَتَیْن''۔(ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ رفع الایدی علی المنبر، رقم الحدیث:۵۱۵)

(۱۶)......امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں خبر دی داؤد بن قیس فراء مدنی رحمہ اللہ نے کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(موطا امام محمد ص۹۸، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۱۲۶)

(۱۷)......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرا جی چاہتا ہے کہ جو

شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۷۸ ج ۳، من کرہ القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث: ۳۸۰۳)

(۱۸)......حضرت عکرمہ رحمہ اللہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ سے کہا گیا کہ: کچھ لوگ ظہر اور عصر میں قراءت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر میرا بس ان پر چلے تو میں ان کی زبانیں کھینچ لوں، رسول اللہ ﷺ نے قراءت کی سو آپ کی قراءت ہماری قراءت تھی، اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

(طحاوی ص ۲۶۴ ج ۱، باب القراءۃ فی الظھر والعصر، رقم الحدیث: ۱۱۸۱)

(۱۹)......حضرت صفوان بن محرز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوران سفر نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ تم دو رکعتوں کے بارے میں مجھے جھٹلاؤ، دو دو رکعتیں ہیں، جس نے سنت (یعنی اس طریقہ) کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔ (طحاوی ص ۵۴۳ ج ۱، باب صلوۃ المسافر، رقم الحدیث: ۲۳۹۹)

(۲۰)......حضرت مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوران سفر نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: دو دو رکعتیں ہیں، جس نے سنت (یعنی اس طریقہ) کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

(مجمع الزوائد ص ۲۹۶ ج ۲، باب صلوۃ السفر، رقم الحدیث: ۲۹۳۶۔ مصنف عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۲، باب الصلوۃ فی السفر، رقم الحدیث: ۴۲۸۱۔ طحاوی ص ۵۴۰ ج ۱، باب صلوۃ المسافر، رقم الحدیث: ۲۳۹۹)

(۲۱)......حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: کچھ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ہم فلاں صاحب کے ساتھ سفر میں تھے، انہوں نے ہمیں نماز

پڑھانے سے انکار کیا، بجز اس صورت کے کہ وہ چار چار رکعتیں پڑھائیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایسی صورت میں تم گمراہ ہوجاؤ گے۔ (المدونۃ الکبری ص ۱۲۱ ج ۱، باب قصر الصلوۃ للمسافر)

(۲۲)...... حضرت ابو مالک اشجعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد حضرت طارق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: آپ نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، کیا وہ حضرات فجر کی نماز میں (ہمیشہ) قنوت پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ تو بدعت ہے۔

(ترمذی، باب [ما جاء] فی ترک القنوت، رقم الحدیث: ۴۰۲۔ نسائی، ترک القنوت، رقم الحدیث: ۱۰۸۰۔ ابن ماجہ، باب ما جاء فی القنوت فی صلوۃ الفجر، رقم الحدیث: ۱۲۴۱)

(۲۳)...... حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں اذان ہو چکی تھی، اور ہم نماز پڑھنا چاہتے تھے، اتنے میں مؤذن نے تثویب کی، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے باہر نکل گئے اور فرمایا: اس بدعتی کے پاس سے ہمیں لے چلو (اس لئے کہ آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اور آپ مسجد چھوڑ کر چلے آئے) اور آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔

(ترمذی، باب ما جاء فی التثویب فی الفجر، قبل رقم الحدیث: ۱۹۹)

(۲۴)...... حضرت خلف بن حفص رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: (انہوں نے فرمایا:)

ہمیں ملک شام عبدالملک بن مروان کے پاس لے جایا گیا، ہم چالیس انصاری مرد

تھے، مقصد یہ تھا کہ وہ ہمارا وظیفہ مقرر کردے، جب ہم واپس ہوئے اور فج الناقہ پہنچے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں پھر اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے، لوگ اٹھے اور (پڑھی ہوئی) دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتوں کا اضافہ کرنے لگے، آپ نے فرمایا: خدا! ان کا برا کرے اللہ کی قسم یہ سنت کو نہ پہنچے نہ انہوں نے رخصت کو قبول کیا، گواہ رہو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے کہ: بہت سے لوگ دین میں خوب گہرائی میں جائیں گے، لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

(مجمع الزوائد ص ۲۹۷ ج ۲، باب صلوۃ السفر، رقم الحدیث: ۲۹۴۱۔ کنز العمال، فتن الخوارج، رقم الحدیث: ۳۱۵۴۳)

(۲۵)......حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، اتنے میں ایک آدمی (یعنی مؤذن) نے ظہر یا عصر میں تثویب کی، تو آپ نے فرمایا: ہمیں مسجد سے باہر نکالو، اس لئے کہ یہ تو بدعت ہے۔

(ابوداؤد، باب فی التثویب، رقم الحدیث: ۵۳۸)

(۲۶)......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مؤذن کو عشاء کے وقت تثویب کرتے دیکھا تو فرمایا: اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔ (اقامۃ الحجۃ ص ۷)

(۲۷)......حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: وہ مسجد میں داخل ہوئے تو عبد الرحمٰن بن ام الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: اس خبیث کو دیکھو، یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔

(مسلم ص ۲۸۴، باب ذکر الخطبتین قبل الصلوۃ و ما فیھما من الجلسۃ، رقم الحدیث: ۸۶۴)

(۲۸)......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: بیشک تمہارا (دعا میں) اس طرح (سینہ سے اوپر) ہاتھ اٹھانا بدعت ہے (اور دلیل یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے اس سے زیادہ عمل نہیں فرمایا، یعنی آپ ﷺ سینہ سے اوپر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

(مشکوۃ ص۱۹۶، کتاب الدعوات ، الفصل الثالث)

(۲۹)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ان کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں جنبی ہوگیا اور مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا، انہوں نے فرمایا: کیا تم گدھے بن گئے؟ اس کے بعد آپ نے زمین پر ہاتھ مار کر چہرے کا مسح کیا، پھر ہاتھوں کو زمین پر مار کر کہنیوں سمیت ہاتھوں کا مسح کیا، اور فرمایا: تیمّم اس طرح ہے۔

(طحاوی ص۱۴۷ج۱، باب صفة التیمم کیف ھی ؟ کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۶۵۷)

(۳۰)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جو تجھ سے یہ بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، پس اس نے جھوٹ کہا۔

(بخاری، باب قول اللہ تعالی : علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا ، کتاب التوحید ، رقم الحدیث:۷۳۸۰)

(۳۱)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ایک شخص دو اونٹ (جو کھیت وغیرہ میں پانی دینے کے لئے استعمال ہوتے ہیں) لئے ہوئے ہماری طرف آیا' رات تاریک ہوچکی تھی، اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا، اس لئے اپنے اونٹوں کو بٹھا کر (نماز میں شریک ہونے کے ارادے سے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی، چنانچہ اس شخص نے نماز توڑ دی' پھر اسے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس سے ناگواری ہوئی

ہے،اس لئے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا: معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ آپ نے تین مرتبہ ''فتان'' فرمایا: ''سبح اسم ربک الاعلی ' والشمس وضحها ' واللیل اذا یغشی '' تم نے کیوں نہیں پڑھی؟ تمہارے پیچھے بوڑھے' کمزور' حاجت مند سب ہی پڑھتے ہیں۔(بخاری ص۹۸ ج۱، باب من شکی امامه اذا طوّل ، کتاب الاذان ، رقم الحدیث:۷۰۵)

تشریح:......''ابن ماجہ'' کی روایت میں یہ بھی ہے کہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس الگ نماز پڑھنے والے کے متعلق فرمایا: یہ منافق ہو گیا ہے۔(ابن ماجہ ص۶۹ ، باب من امّ قوما فلیخفّف ، ابواب اقامة الصلوات والسنة فیها ، رقم الحدیث:۹۸۶)

نوٹ:......رسالہ کے آخر میں ''بخاری شریف'' کی وہ تین احادیث بھی نقل کی جاتی ہیں جن میں آپ ﷺ کے غصہ کا بیان ہے،ان سے معلوم ہوا کہ وقت پر شدت اور غصہ بھی معیوب نہیں۔

(۳۲)......حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں فلاں صاحب کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے (جماعت سے) نماز کو نہیں پا سکتا (حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:) میں نے نبی کریم ﷺ کو وعظ و نصیحت میں اس دن سے زیادہ غضبناک کبھی نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگوں! تم (جماعت سے نمازیوں کو) متنفر کرتے ہو، پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ تخفیف کے ساتھ (یعنی ہلکی) نماز پڑھائے ، اس لئے کہ ان میں بیمار' کمزور اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

(بخاری، باب الغضب فی الموعظة والتعلیم اذا رأی ما یکره ، کتاب العلم ، رقم الحدیث:۹۰)

(۳۴۳)......حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے لقطہ (راستہ میں گری ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا سر بند (تسمہ، جس دوڑی سے تھیلی کو باندھا جاتا ہے) یا فرمایا: اس کا برتن اور اس کی تھیلی محفوظ رکھو، پھر ایک سال تک اس کا اعلان (تشہیر) کرو، پھر تم خود اس سے فائدہ حاصل کرو، پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو وہ چیز ادا کرو، اس شخص نے پوچھا: گم شدہ اونٹ (کا کیا حکم ہے) آپ غضب ناک ہوگئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں رخسار سرخ ہوگئے، یا راوی نے کہا: آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے، اس کے ساتھ اس کے پانی کا مشکیزہ ہے اور اس کا جوتا ہے (یعنی نہ دھوپ میں اس کے پیر جلتے ہیں اور نہ پیاس اس کو ستاتی ہے) وہ پانی (کے چشمہ) پر جا کر پانی پی لے گا، اور درختوں کو چرتا رہے گا، اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے گا۔ اس سائل نے پوچھا: گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے۔ (بخاری، کتاب العلم، رقم الحدیث:۹۱)

(۳۴۴)......حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا، جب آپ سے زیادہ سوال کئے گئے تو آپ ﷺ غضبناک ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو، ایک شخص نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر دوسرے نے کھڑے ہوکر کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے، شیبہ کا آزاد کردہ غلام، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرے میں (غصہ کے) کیا آثار ہیں تو انہوں نے کہا: یارسول

اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی طرف (ایسے سوالات سے) توبہ کرتے ہیں۔

(بخاری، باب الغضب فی الموعظة والتعليم اذا رأى ما يكره ، كتاب العلم ، رقم الحديث:۹۲)

(۳۵)......حضرت عبداللہ بن قرط ثمانی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص کے گورنر تھے، ایک رات وہ حمص میں پہرہ کے لئے گشت کر رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک بارات دلہن کو لئے ہوئے گذری، اور ان لوگوں نے اس دلہن کے سامنے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی، انہوں نے کوڑے سے باراتیوں کی ایسی پٹائی کی کہ وہ سب دلہن کو چھوڑ کر بھاگ گئے، صبح کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: حضرت ابو جندلہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمہ میں حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کے چند مٹھی کھانا تیار کیا، اللہ تعالیٰ ابو جندلہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، اور امامہ رضی اللہ عنہ پر رحمت نازل کرے، اور اللہ تمہاری رات والی دلہن اور باراتیوں پر لعنت کرے، ان لوگوں نے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی، اور کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کر رکھی تھی، اور اللہ تعالیٰ کافروں کے نور کو بجھانے والا ہے۔

(حیاۃ الصحابہ ص۲۳۳ ج۳، الباب العاشر: باب كيف كان اخلاق النبی صلی الله عليه وسلم ، هدى النبی صلی اله عليه وسلم واصحابه رضی الله عنهم فی النكاح ، الانكار على من تشبه بالكفرة فی النكاح ۔(اردو) ص۱۰۴۱ ج۲، بعنوان: نکاح میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر انکار، نکاح میں حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ)

یہ پینتیس مثالیں، جو عاجز کی نظر سے گذری ہیں نقل کی گئی ہیں، کتب احادیث کے ورق گردانی اور تتبع سے مزید مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

حضرت والا! آپ علم وعمل اور مرتبہ کے یقیناً اعلی مقام پر ہے، مگر مسئلہ کی وضاحت کے لئے تفصیلی عریضہ اور اپنے خیالات کے اظہار کی ہمت کی گئی ہے، امید ہے کہ بغور ملاحظہ فرما کر تشفی بخش جواب سے ممنون فرمائیں گے، اور عریضہ میں کوئی بات یا جملہ حضرت والا کی ذات عالی کے نامناسب یا آپ کے مرتبہ وادب کے خلاف آگیا ہو تو دل سے معافی کا طالب ہوں، امید کہ معاف فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔فقط طالب دعا:

مرغوب احمد لاجپوری

۲۱/ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ، مطابق: ۱۲/ستمبر ۲۰۱۷ء،

بروز منگل

رویت ہلال اور
قول مرجوح پر عمل

بعض اہل علم انتشار اور خوف کی وجہ سے قول مرجوح پر عمل کے جواز کے قائل ہیں، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حطیم کو بیت اللہ کی تعمیر کے وقت خوف فتنہ کی وجہ سے بیت اللہ میں شامل نہیں فرمایا، اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے باوجود اظہار افسوس کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں اور قصر نہیں فرمایا۔ اس رسالہ میں ان دونوں دلیلوں پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ ان دونوں دلیلوں سے شریعت کے کسی حکم کو چھوڑ کر مرجوح پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين ، اما بعد !

بعض اہل علم نے اپنے بیانات میں متعدد دفعہ اور بعض حضرات نے اپنی تحریر میں اس رائے کا اظہار کیا کہ: انتشار اور خوف کی وجہ سے قول مرجوح پر عمل کرنا جائز ہے۔اور اپنی رائے پر دلیل یہ بیان فرمائی کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت حطیم کو خوف فتنہ کی وجہ سے بیت اللہ میں شامل نہیں فرمایا، حالانکہ راجح یہی تھا کہ حطیم کو بیت اللہ میں شامل فرما لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں فتنہ کا خوف ہو، وہاں راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر عمل کر لینا چاہئے۔ان حضرات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے باوجود اظہار افسوس کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں اور قصر نہیں فرمایا، گویا راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر عمل کیا۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ فتنہ کی وجہ سے راجح کو ترک کر کے مرجوح پر عمل کر لینا چاہئے۔ اس رسالہ میں ان دونوں دلیلوں پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ ان دونوں دلیلوں سے یہ بات قطعا ثابت نہیں ہوتی کہ کسی فتنہ اور انتشار کے خوف سے شریعت کے کسی حکم کو چھوڑ کر مرجوح پر عمل کر لیا جائے۔

چونکہ بعض اکابر علماء کی طرف سے اس قسم کی بات سننے اور پڑھنے کو ملی، اس لئے ضروری تھا کہ ان کی اس غلط فہمی کو ادب کے ساتھ واضح کیا جائے۔اس لئے یہ مختصر رسالہ شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ رسالہ ایک عالم کے نام راقم کا تفصیلی عریضہ ہے۔ خیال آیا کہ وہ عریضہ تو کسی کو دینا مناسب نہیں، مگر اور حضرات بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا نظر آئے، اور ان

تک بھی اپنی بات پہنچانا ضروری ہے، اس لئے اس میں کسی قدر اضافہ اور عربی عبارات کے ترجمے کرکے، اس کو رسالہ کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔

اللہ تعالی اس مختصر تحریر کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور غلط فہمی کے ازالہ کا سبب بنائے۔ امید کہ اہل علم اس تحریر کو ضد وعناد سے خالی ہو کر ملاحظہ فرمائیں گے، اور حق کے واضح ہونے کے بعد مرجوح پر عمل سے رجوع فرما کر راجح کو اختیار کریں گے، اور عوام کو بھی راجح پر عمل کی طرف آمادہ کریں گے۔

صحیح وحق اور راجح کے واضح ہو جانے کے بعد ضد اور عناد میں غلط و باطل اور مرجوح پر ڈٹے رہنا اور لوگوں کو بھی اسی طرف چلانا اہل حق کا طریقہ نہیں۔ اور امت کے وہ اہل علم جن کو اللہ تعالی نے عوام میں رسوخ عطا فرمایا ہے، اور مساجد کے وہ ائمہ جن کی طرف لوگوں کا رجحان ہے اور ان کے عمل کو وہ اپناتے ہیں اور ان کی اتباع کرتے ہیں، تو ان کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے۔ ان حضرات کو بہت ہی ڈرنا چاہئے کہ کہیں اللہ تعالی کے دربار میں مواخذہ نہ ہو جائے، اور لوگوں کے غلط عمل کا وبال بھی ان کے سر ہی نہ پڑ جائے ۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

چمن میں تلخ نوائی میری گوارہ کر کہ زہر بھی کبھی دیتا ہے کار تریاقی

مرغوب احمد لاجپوری

۶ رشوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق: ۱ر جولائی ۲۰۱۷ء

بروز شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی.........صاحب مدظلکم ودامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمة الله و برکاته

کس طرح کے خط کا جواب دینا واجب ہے؟

امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا، بندہ بھی اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے ہے، اور بارگاہ ایزدی میں جناب والا کی خیر وعافیت کا طالب ہے۔غرض تحریر یہ ہے کہ آنجناب کی خدمت میں راقم نے ایک عریضہ ارسال کیا تھا،مگر حضرت والا نے نہ معلوم کس مصلحت سے اس کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں کہ: میں خط کا جواب دینا اتنا ہی واجب سمجھتا ہوں جتنا سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

’’انی لاری بجواب الکتاب حقّا کردّ السلام‘‘۔

(ادب المفرد ص۶۶۹ (مترجم)، باب جواب الکتاب ، رقم الحدیث:۱۱۱۷)

اس روایت کی شرح کرتے ہوئے شارح لکھتے ہیں:

’’اگر کسی نے مسئلہ پوچھا ہو، دینی بات معلوم کی ہو تو جواب دینا واجب ہے، اور دنیاوی امور کے بارے میں کسی نے کچھ لکھا ہو تو حسب مصلحت جواب دیدیں، یہ مستحب ہوگا۔(حوالۂ بالا) [۱]

---

[۱]......کیا خط کا جواب دینا واجب ہے؟ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’تفسیر قرطبی میں ہے کہ جس شخص کے پاس کسی کا خط آئے اس کے لئے مناسب ہے کہ اس کا جواب دے، کیونکہ غائب کا خط حاضر کے سلام کے قائم مقام ہے، اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں ہے کہ وہ خط کے جواب کو جواب سلام کی طرح واجب قرار دیتے تھے۔

(قرطبی، معارف القرآن ص۵۶۶ ج۶)

چند دن گذرے کہ آپ نے ''الفتح الربانی'' نامی کتاب کے دوصفحات کی فوٹو کاپی ارسال فرمائی، راقم نے اس کو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک آپ کی مرجوح پر عمل و فتوی کی رائے برقرار ہے، اس لئے چند باتیں لکھنے کی جرأت کرتا ہوں، امید ہے کہ بغور ملاحظہ فرمائیں گے، اور راقم کی بھی تسلی فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ علمی امور ہیں اس لئے عریضہ لکھ رہا ہوں، امید ہے کہ بار خاطر نہ ہوگا اور وسعت ظرفی کا ثبوت دیں گے۔

مرجوح پر عمل کی دو دلیلیں

(۱)......آپ کی مرسلہ کاپی میں مرجوح پر عمل کے لئے دو دلیلیں ہیں:

(پہلی یہ کہ)......جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر، ذکی الفہم، منصف مزاج کو اپنی تحقیق

علامہ مناوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: خط کے جواب دینے کی تاکید آئی ہے، اس لئے کہ اگر خط کا جواب نہ دیا جائے تو (بعض اوقات) وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں، اسی لئے کہا گیا ؎

اذا کتب الخلیل الی خلیل فحق واجب رد الجواب

اذا الاخوان فاتهم التلاقی فما صلة باحسن من کتاب

جب دوست کسی دوست کو خط لکھے تو، اس کا جواب دینا واجب ہے۔

جب بھائیوں میں ملاقات کا سلسلہ فوت ہو جائے، تو خط و کتابت سے زیادہ بہتر کیا چیز ہو سکتی ہے؟

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ص۱۴۱ ج۴، تحت رقم الحدیث: ۴۴۴۸۔ علمی مکاتیب ص۴۲ ج۱)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: خط کا جواب دینا بھی تاکیدی حکم رکھتا ہے، اس لئے اگر جواب نہ دیا جائے تو اس سے کینہ پیدا ہونے کا امکان ہے: '' و یتأکد رد الکتاب فان ترکه اورث الضغائن ''۔ (شامی ص۵۹۵ ج۹، باب الاستبراء ، کتاب الحظر والاباحة، طبع: مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: جیسے سلام کا جواب دینا ایک مسلمان پر حق ہے، اسی طرح خط کا جواب دینا بھی خط لکھنے والے کا حق ہے:

'' لکن فی الجامع الصغیر للسیوطی : رد جواب الکتاب حق کرد السلام ''۔

(شامی ص۵۹۴ ج۹، باب الاستبراء ، کتاب الحظر والاباحة، طبع: مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

سے، یا کسی عامی کو ایسے عالم سے بشرطیکہ متقی بھی ہو، بشہادت قلب معلوم ہو جاوے کہ اس مسئلے میں راجح دوسری جانب ہے، تو دیکھنا چاہئے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ وتشویش عوام کا ہو، مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کے لئے اولی یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے۔ دلیل اس کی یہ دو حدیثیں ہیں:

آپ ﷺ کا کعبہ کو بنیاد ابراہیمی پر تعمیر نہ فرمانا

(اول)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: مجھ سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا تھا تو بنیاد ابراہیمی سے کمی کر دی تھی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر آپ اسی بنیاد پر تعمیر کرا دیجئے، فرمایا کہ: اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا، تو میں ایسا ہی کرتا۔

فائدہ:......یعنی لوگوں میں خواہ مخواہ تشویش پھیل جاوے گی کہ دیکھو کعبہ گرا دیا، اس لئے میں اس میں دست اندازی نہیں کرتا۔ دیکھئے! باوجود جانب راجح یہی تھا کہ قواعد ابراہیمی پر تعمیر کر دیا جاتا، مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی ناتمام رہنے دینا بھی شرعا جائز تھا، گو مرجوح تھا، آپ ﷺ نے بخوف فتنہ وتشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار فرمایا۔

(دوسری یہ کہ)......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: انہوں نے (سفر میں) فرض چار رکعت پڑھیں، کسی نے پوچھا کہ: تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر (قصر نہ کرنے میں) اعتراض کیا تھا، پھر خود چار پڑھیں؟ آپ نے جواب دیا کہ: خلاف کرنا موجب شر ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ شر اور خلاف سے بچنے کے لئے اتمام فرما لیا جو جانب

مرجوح تھی، مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی جائز سمجھتے تھے۔ بہر حال ان حدیثوں سے اس کی تائید ہوگئی کہ اگر جانب مرجوح بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولی ہے۔

(الفتح الربانی ص۲۶۳)

(۲)......ایسا لگتا ہے کہ حضرت والا نے میرا عریضہ سرسری نگاہ سے دیکھ لیا، ورنہ آپ کے مرسلہ کاغذ کی پہلی دلیل کا اس خط کے نمبر: ۲؍اور ۳؍ میں جواب آچکا ہے۔(اس لئے پہلا عریضہ بھی ساتھ ارسال کر رہا ہوں) اس کی قدرے تفصیل مناسب سمجھتا ہوں:

حطیم والے قصہ میں صرف مستحب کے چھوڑنے کی گنجائش ہے

(۳)...... یہ حدیث صحیحین کی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے تقریبا: ۸؍ جگہوں پر اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے، اور اس پر ''کتاب العلم '' میں مستقل باب قائم کیا ہے: '' باب : مَن ترکَ بعضَ الاختیارِ ' مَخافة ان یَقصُرَ فهمُ بعضِ النّاسِ عنهُ فیقعوا فی اشدَّ منه ''۔ یعنی یہ باب اس شخص کے بیان میں ہے جو اپنے بعض مستحب عمل کو یا قول کو اس وجہ سے چھوڑ دیتا ہے کہ بعض لوگوں کی فہم جو قاصر ہے، اس عمل کو یا بات کو سمجھیں گے نہیں، پھر اس سے زیادہ سخت بات میں پھنس جائیں گے۔ (کشف الباری ص۵۶۰ ج۴)

اس حدیث سے صرف مستحب عمل کو فتنہ کے خوف سے چھوڑنے کی اجازت ہے۔ اہل مکہ نئے نئے مسلمان تھے، اس لئے آپ ﷺ نے اس مستحب عمل کو ترک فرمادیا، اس حصے کو بیت اللہ میں تعمیر کرنا کوئی واجب یا فرض عمل نہیں تھا، مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے دور خلافت میں آپ ﷺ کی منشاء کے مطابق تعمیر کردیا، چونکہ اب یہ خوف نہیں تھا کہ اہل مکہ نئے نئے مسلمان ہیں، معلوم ہوا کہ فتنہ کا خوف نہ ہو تو مستحب پر بھی عمل کرنا چاہئے۔

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

جو عالم مقتدیٰ اور پیشوا ہو وہ بر بنائے مصلحت بعض مستحبات کو ترک کرسکتا ہے، جیسے نبی ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر ایک وضو سے پانچ نمازیں ادا فرمائیں، آپ ﷺ نے فجر سے پہلے مجمع کے سامنے وضو فرمایا اور اعضائے مغسولہ کو ایک ایک مرتبہ دھویا، اور سر اور خفین پر مسح کیا، پھر اس وضو سے فجر سے عشا تک پانچ نمازیں پڑھائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج آپ ﷺ نے وہ کام کیا جو کبھی نہیں کیا، یعنی آپ ﷺ کا معمول یہ نہیں تھا، آپ ﷺ اعضائے مغسولہ کو تین تین بار دھوتے تھے، ہر فرض نماز کے لئے نیا وضو کرتے تھے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے عمر! میں نے بالقصد ایسا کیا۔ (رواہ الترمذی) کیونکہ مکہ نیا فتح ہوا تھا، اور مکہ کے (کئی) لوگ مسلمان ہو گئے تھے، پس انہیں نمازیں بھی پڑھنی ہوں گی، اور عرب میں پانی بہت کم تھا، اور پانچ نمازیں پڑھنے کے لئے کم از کم پانچ لوٹے پانی چاہیے، اور گھر میں دس آدمی ہوں تو پچاس لوٹے صرف نماز کے لئے چاہئیں، اتنا پانی کہاں سے لائیں گے؟ اس کا ذہنوں پر بوجھ پڑ سکتا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے مجمع کے سامنے وضو کر کے دکھایا کہ وضو میں بہت زیادہ پانی کی ضرورت نہیں، سو گرام پانی سے بھی وضو ہو سکتا ہے، پھر ہر نماز کے لئے نیا وضو بھی ضروری نہیں۔ ایک وضو سے جب تک کہ وہ باقی رہے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ غرض اس موقعہ پر آنحضور ﷺ نے بعض مستحبات کو بر بنائے مصلحت ترک کر دیا۔

یا جیسے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں لکھا ہے کہ: نبی ﷺ نے مزدلفہ کی رات میں بالقصد تہجد نہیں پڑھی، کیونکہ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان جمع تھے، اور پورے جزیرۃ العرب سے لوگ آئے ہوئے تھے، پس اگر آپ ﷺ تہجد پڑھتے تو بعض لوگ یہ

سمجھتے کہ یہ نماز بھی ضروری ہے۔

اس حدیث سے یہ ضابطہ نکلتا ہے کہ کہ جو کام استحباب کے درجہ کا ہو اگر وہ فتنہ کا باعث بن سکتا ہو تو وہ کام نہیں کرنا چاہئے، پہلے ماحول سازگار بنانا چاہئے، پھر وہ کام کرنا چاہئے۔ کعبہ شریف کو بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرنا استحباب کے درجہ کا کام تھا، اس لئے کہ کعبہ بہر حال کعبہ ہے، چاہے وہاں سرے سے کوئی عمارت نہ ہو، اور اسے منہدم کر کے بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرنے میں جو لوگ نئے مسلمان ہوئے تھے ان کے بدکنے کا اندیشہ تھا، اس لئے آنحضور ﷺ نے یہ کام نہیں کیا۔ (تحفۃ القاری ص ۴۳۱، ۴۳۳ ج ۱)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن میں انسان کے پاس دو راستے ہوتے ہیں، ان میں سے ایک راجح ہوتا ہے اور دوسرا مرجوح، وہ راجح راستہ کو اس وجہ سے چھوڑ دیتا ہے کہ بعض لوگ اس راجح راستہ سے سنگین میں مبتلا ہو جائیں گے، اور برائی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ علم کا بہت بڑا عظیم باب ہے جس کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے توجہ دلائی ہے۔

ایک تو وہ ہوتا ہے جس میں شرعا ایک چیز حلال ہوتی ہے اور دوسری چیز حرام، اس میں تو کلام کی گنجائش نہیں ہے، حلال کو اختیار کیا جائے گا حرام کو ترک کیا جائے گا، لیکن بعض مرتبہ دو راستے ہوتے ہیں ان میں سے ایک مباح ہوتا ہے دوسرا مستحب، ایک راجح ہوتا ہے دوسرا مرجوح، معصیت کسی جانب میں بھی نہیں ہے، ایسی صورت میں راجح یا مستحب عمل کے کرنے میں اگر فتنے کا اندیشہ ہو یعنی اس بات کا اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو صحیح طور پر نہیں سمجھ پائیں گے، یا اس کی حکمت سے باخبر نہیں ہوں گے اور کسی بڑی برائی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ترک مستحب تو ایک ایسی بات ہے جس کو زیادہ سے زیادہ خلاف اولی کہیں گے، لیکن

اندیشہ ہے کہ وہ ترک مستحب سے زیادہ بڑی اور سنگین برائی میں مبتلا ہوجائیں گے، ایسی صورت میں مستحب کام کو بھی چھوڑ دینا چاہئے، راجح کام کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔.....

اب یہاں یہ بات واضح ہے کہ کعبہ کو از سر نو بناء ابراہیمی پر تعمیر کرنا ایک مستحب کام تھا، رسول کریم ﷺ کی خواہش بھی تھی، اور یقیناً اس کی فضیلت میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا کہ اسی بنا پر قائم ہو جو اصل بنا تھی جو اصل ڈھانچہ تھا، اسی کے مطابق اس کو تعمیر کیا جائے، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس مستحب کام کو ترک کر دیا، اس واسطے کہ فتنہ کا اندیشہ تھا اور ترک مستحب میں کوئی معصیت نہیں ہے، اور مستحب کے کرنے سے بہت سے لوگوں کے مرتد ہوجانے اور بہت سے لوگوں کے معصیت میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فعل پر نکیر کرنے لگیں گے اور اس سے وہ فسق یا کفر میں مبتلا ہوجائیں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے یہ اصول نکالا کہ: ''مَن ترکَ بعضَ الاختیار'' بعض مختار چیزوں کو' پسندیدہ چیزوں کو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ لوگ اس سے زیادہ شدید بات میں مبتلا ہوجائیں، یہ علم کا بہت بڑا باب ہے، اس سے علمائے کرام نے بہت سے موقعوں پر کام لیا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک مستحب کام ہے آپ اسے کرنے لگیں یہ دیکھے بغیر کہ دوسرے لوگوں کے لئے اس کا نتیجہ کیا ہوگا، لیکن اس میں بھی وہی بات ہے جو بار بار گزر چکی ہے کہ اس بات کا فیصلہ کرنا کہ آیا یہ مستحب کام اس خاص حالت میں قابل ترک ہے یا نہیں؟ اور واقعۃً اس سے فتنہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ فتنہ قابل احتراز ہے یا نہیں؟ جس کی وجہ سے مستحب کو چھوڑا جائے۔ یہ ساری باتیں فہم سلیم اور تفقہ فی الدین چاہتی ہیں، یہ محض کتابوں سے حاصل نہیں ہوتی اس کے لئے کسی کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے۔

(انعام الباری ص۲۱۳/۲۱۴ ج۲)

اورآپ کا یہ مسئلہ مستحب کی قبیل سے نہیں، جواز وعدم جواز کا ہے، اس لئے کہ آپ حضرات نے بڑے غور وفکر کے بعد علماء کے مشورہ سے ایک عمل اختیار فرمایا، اگر وہ مستحب والا معاملہ ہوتا تو آپ اس قدر محنت کر کے اپنے مسلک کو ترک نہ کرتے۔

(۴)......اس حدیث میں جو آپ ﷺ کا عمل منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مستحب کو فتنہ کے خوف سے ترک فرمایا، مگر جہاں عمل مستحب نہیں تھا، وہاں کیا عمل فرمایا' یا اللہ تعالی نے کیا حکم فرمایا، اس کے لئے چند مثالوں کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھتا ہوں:

انتشار کے خوف سے شریعت کو ترک نہیں کیا جائے گا، اس کی چند مثالیں

(۵)......حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے واقعہ پر غور فرمالیں، آپ ﷺ کو عرب کے جاہلی دستور کے مطابق طعنہ کا خوف تھا، مگر اللہ تعالی نے خود آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں آپ ﷺ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر کے لوگوں کے طعن کی پرواہ نہیں کی۔ اور نہ انتشار کے خوف سے نکاح کو ترک کرنا گوارہ کیا گیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح بامر نبی کریم ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گیا، مگر دونوں کی طبیعتوں میں موافقت نہ ہوئی، حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کی .... شکایت کیا کرتے تھے۔ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی یہ بتلا دیا گیا تھا کہ (حضرت) زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دیں گے، اس کے بعد (حضرت) زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں گی، ایک روز حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہی شکایات کو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کر کے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ ان کو طلاق دیدیں، رسول اللہ ﷺ کو اگر چہ منجانب اللہ یہ علم ہو گیا تھا کہ واقعہ یوں ہی پیش آنے والا ہے کہ (حضرت) زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دیدیں گے، پھر یہ نبی کریم

ﷺ کے نکاح میں آئیں گی، لیکن دو وجہ سے آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو طلاق دینے سے روکا، اول یہ کہ: طلاق دینا اگرچہ شریعت اسلام میں جائز ہے مگر پسندیدہ نہیں بلکہ ابغض المباحات یعنی جائز چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض ومکروہ ہے، اور تکوینی طور پر کسی کام کا وقوع تشریعی حکم کو متأثر نہیں کرتا۔ دوسرے: قلب مبارک میں یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ اگر انہوں نے طلاق دیدی اور پھر (حضرت) زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے ہوا تو عرب اپنے دستور جاہلیت کے مطابق یہ طعنے دیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا، اگرچہ قرآن نے اس دستور جاہلیت کو سورۂ احزاب کی ہی سابقہ آیات میں ختم کردیا ہے، اس کے بعد کسی مؤمن کے لئے تو اس کے وسوسہ کا بھی خطرہ نہ تھا، مگر کفار جو قرآن ہی کو نہیں مانتے وہ اپنی جاہلانہ رسم یعنی منہ بولے بیٹے کو تمام احکام میں حقیقی بیٹے کی طرح سمجھنے کی بنا پر زبان طعن دراز کریں گے، یہ اندیشہ بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کو طلاق دینے سے منع کرنے کا سبب بنا، اس پر حق تعالی کی طرف سے محبوبانہ عتاب قرآن کی ان آیات میں نازل ہوا: ﴿وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ ج وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ﴾۔ (پ:۲۲، سورۂ احزاب، آیت نمبر:۳۷)

یعنی آپ ﷺ اس وقت کو یاد کریں جبکہ آپ کہہ رہے تھے اس شخص کو جس پر اللہ تعالی نے انعام کیا اور آپ ﷺ نے بھی انعام کیا، مراد اس شخص سے حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں، جن پر اللہ تعالی نے پہلا انعام تو یہ فرمایا کہ: ان کو مشرف باسلام کردیا۔ دوسرے آپ ﷺ کی صحبت کا شرف عطا فرمایا، اور آپ نے ان پر ایک انعام تو یہ کیا کہ ان کو غلامی سے آزاد کردیا، دوسرا یہ کہ: ان کی تربیت فرما کر ایسا بنادیا کہ بڑے بڑے صحابہ بھی ان کی تعظیم

کرتے تھے۔ آگے وہ قول نقل کیا جو آپ ﷺ نے (حضرت) زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا ﴿اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ﴾ یعنی اپنی بی بی کو آپ اپنے نکاح میں روکیں' طلاق نہ دیں' اور خدا سے ڈریں، خدا سے ڈرنے کا حکم اس جگہ اس معنی میں بھی ہوسکتا ہے کہ طلاق ایک مبغوض و مکروہ فعل ہے اس سے اجتناب کریں، اور اس معنی سے بھی ہوسکتا ہے کہ نکاح میں روکنے کے بعد طبعی منافرت کی وجہ سے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا اپنی جگہ صحیح و درست تھا، مگر منجانب اللہ ہونے والے واقعہ کا علم ہوجانے اور دل میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ پیدا ہوجانے کے بعد (حضرت) زید رضی اللہ عنہ کو طلاق نہ دینے کی نصیحت ایک طرح کی رسمی اظہار خیر خواہی کے درجہ میں تھی، جو شان رسالت کے مناسب نہ تھی، خصوصا اس لئے کہ اس کے ساتھ لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ بھی شامل تھا، اس لئے آیت مذکورہ میں عتاب ان الفاظ میں نازل ہوا کہ آپ دل میں وہ بات چھپا رہے تھے، جس کو اللہ تعالی ظاہر کرنے والا تھا، جب منجانب اللہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح کی خبر مل چکی، اور آپ کے دل میں ارادۂ نکاح پیدا ہو چکا تو اس ارادہ کو چھپا کر ایسی رسمی گفتگو جو آپ ﷺ کی شان کے مناسب نہیں تھی کی، اور لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ پر فرمایا کہ: آپ لوگوں سے ڈرنے لگے، حالانکہ ڈرنا تو آپ کو اللہ ہی سے سزاوار ہے، یعنی جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ یہ معاملہ اللہ تعالی کی طرف سے ہونے والا ہے، اس کی ناراضی کا اس میں کوئی خوف و خطر نہیں تو پھر محض لوگوں کے طعنوں سے گھبرا کر آپ کے لئے یہ گفتگو مناسب نہیں تھی۔

اس واقعہ کی جو تفصیل اوپر لکھی گئی ہے، یہ سب ''تفسیر ابن کثیر'' اور ''قرطبی'' اور ''روح المعانی'' سے لی گئی ہے، اور آیت ﴿تُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ﴾ یہ تفسیر کہ وہ چیز

جس کو آپ ﷺ نے دل میں چھپایا تھا وہ یہ ارادہ تھا کہ (حضرت) زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دیدی تو حکم الٰہی کے مطابق آپ ان سے نکاح کرلیں گے۔ یہ تفسیر حکیم ترمذی اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ وغیرہ محدثین نے حضرت علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ کی روایت سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اوحی اللہ تعالی الیه صلی الله علیه وسلم ان زینب سیطلقها زید و یتزوجها بعده علیه الصلوۃ والسلام۔ (روح، از: حکیم ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی یہ اطلاع دیدی تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو (حضرت) زید رضی اللہ عنہ طلاق دینے والے ہیں اور اس کے بعد وہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں گی۔

اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

ان اللہ اعلم نبیه انّها........ ستکون من ازواجه قبل ان یتزوّجها ' فلمّا اتاہ زید لیشکوها الیه قال : اتق الله وامسک علیک زوجک ، فقال : اخبرتک انی مزوجکها و تخفی فی نفسک ما الله مبدیه۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بتلا دیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی ازواج مطہرات میں داخل ہوجائیں گی، پھر جب حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کی شکایت لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو طلاق نہ دو، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: میں نے تو آپ سے بتلا دیا تھا کہ میں ان سے آپ کا نکاح کرادوں گا، اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے۔

طعن وتشنیع سے بچنا محمود ہے جب تک کسی مقصود شرعی پر اثر انداز نہ ہو

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ کا اخفاء کیوں فرمایا جو سبب عتاب بنا، جواب یہ ہے کہ اس معاملہ میں اصل ضابطہ جو قرآن وسنت سے ثابت ہے یہ ہے کہ جس کام کے کرنے سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہونے اور ان کے طعن وتشنیع میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو تو لوگوں کے دین کی حفاظت اور ان کو طعن وتشنیع کے گناہ سے بچنے کی نیت سے چھوڑ دینا اس صورت میں تو جائز ہے، جب کہ یہ فعل خود مقاصد شرعیہ میں سے نہ ہو، اور کوئی دینی حکم حلال وحرام کا اس سے متعلق نہ ہو، اگرچہ فعل فی نفسہ محمود ہو، اس کی نظیر حدیث وسنت رسول ﷺ میں موجود ہے۔

(معارف القرآن ص۱۵۲/۱۵۵ ج ۷)

(۶)......کفار قریش کے چند سردار: عتبہ، شیبہ، ابن ربیعہ، مطعم بن عدی، اور حارث بن نوفل وغیرہ آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: آپ کے بھتیجے محمد (ﷺ) کی بات سننے اور ماننے سے ہمارے لئے ایک رکاوٹ یہ بھی ہے کہ ان کے ارد گرد ہر وقت وہ لوگ رہتے ہیں جو یا تو ہمارے غلام تھے، ہم نے ان کو آزاد کر دیا، اور یا وہ لوگ ہیں جو ہمارے ہی رحم وکرم پر زندگی گذارتے تھے، ان حقیر وذلیل لوگوں کے ہوتے ہوئے ہم ان کی مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے، آپ ان سے کہدیں کہ اگر ہمارے آنے کے وقت وہ ان لوگوں کو مجلس سے ہٹا دیا کریں، تو ہم ان کی بات سنیں اور غور کریں۔ ابو طالب نے آنحضرت ﷺ سے ان کی بات نقل کی، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ اس میں کیا حرج ہے، کچھ دنوں کے لئے آپ یہ بھی کر دیکھیں، یہ لوگ تو اپنے بے تکلف محبین ہیں، ان لوگوں کے آنے کے وقت مجلس سے ہٹ جایا کریں گے۔ اس پر اللہ تعالی

نے آیت اتاری:

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾۔

(پ ۷: سورۂ انعام، آیت نمبر: ۵۲)

ترجمہ:......اور ان لوگوں کو (اپنی مجلس سے) نہ نکالنا جو صبح و شام اپنے پروردگار کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پکارتے رہتے ہیں۔

جس میں سختی سے ایسا کرنے سے رسول کریم ﷺ کو منع فرمادیا گیا، نزول آیت کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معذرت کرنا پڑی کہ میری رائے غلط تھی۔

(معارف القرآن ص۳۴۲ ج۳)

کتنی اچھی مصلحت تھی کہ مشرکین کے وہ امراء ایمان لائیں گے تو پوری قوم کے ایمان کی توقع تھی، مگر اس مصلحت کو ناپسند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اپنی خود ساختہ مصلحتوں کے خاطر حق اور راجح کو خیر باد نہیں کیا جائے گا، اور غلط و مرجوح پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

(۷)......سورۂ عبس کے شروع کی آیتوں کے سبب نزول پر بھی غور فرمالیں، آپ نے کس مصلحت کے خاطر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے اعراض فرمایا، مشرکین کے سرداروں کو اسلام کی تبلیغ میں آپ ﷺ مشغول تھے، اور مصلحت کس قدر معقول تھی، یہ ایمان لے آئیں تو نہ جانے ان کی وجہ سے کتنے لوگ ایمان لے آئیں گے، مگر اس مصلحت کو بھی پسند نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ ہم حق پر جمے رہنے کے مکلّف ہیں، مصلحتوں کی وجہ سے حق کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نابینا ہونے کے سبب یہ تو معلوم نہیں ہوسکا کہ آپ کسی دوسرے سے گفتگو میں مشغول ہیں، مجلس میں داخل ہوکر آنحضرت ﷺ کو آواز

دینی شروع کی اور بار بار آواز دی۔(مظہری)

اور''ابن کثیر'' کی روایت میں یہ بھی ہے کہ: انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک آیت قرآن پڑھوانے کا سوال کیا، اوراس سوال کے فوری جواب دینے پر اصرار کیا، اور رسول اللہ ﷺ اس وقت مکہ کے سرداروں کو دین کی تبلیغ کرنے اور سمجھانے میں مصروف تھے۔ یہ سردار: عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل، ابن ہشام اور آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) تھے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس موقع پر (حضرت) عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اس طرح خطاب کرنا اور ایک آیت کے الفاظ درست کرنے کے معمولی سوال پر فوری جواب کے لئے اصرار کرنا ناگوار ہوا، جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ (حضرت) عبداللہ بن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) پکے مسلمان اور ہر وقت کے حاضر باش تھے، دوسرے اوقات میں بھی سوال کر سکتے تھے، ان کے جواب کے مؤخر کرنے میں کسی دینی نقصان کا خطرہ نہ تھا، بخلاف رؤسائے قریش کے کہ نہ یہ لوگ ہر وقت آپ کی خدمت میں آتے ہیں اور نہ ہر وقت ان کو اللہ کا کلمہ پہنچایا جا سکتا ہے اس وقت یہ لوگ آپ کی بات سن رہے تھے جس سے ان کے ایمان لانے کی توقع کی جا سکتی تھی، اوران کی بات کاٹ دی جاتی تو ایمان ہی سے محرومی ان کی ظاہر تھی۔ ان مجموعۂ حالات کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے (حضرت عبداللہ) ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) سے رخ پھیر کر اپنی ناگواری کا اظہار فرمایا، اور جو گفتگو تبلیغ حق کی روسائے قریش کے ساتھ جاری تھی اس کو جاری رکھا، اس پر مجلس سے فارغ ہونے کے وقت سورۂ عبس کی آیات مذکورہ نازل ہوئیں جس میں آپ ﷺ کے اس طرز عمل کو ناپسندیدہ قرار دے کر آپ کو ہدایت کی گئی۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ طرز عمل اپنے اجتہاد پر مبنی تھا کہ جو مسلمان آداب مجلس کے خلاف

طرز گفتگو اختیار کرے اس کو کچھ تنبیہ ہونی چاہئے تا کہ آئندہ وہ آداب مجلس کی رعایت کرے اس کے لئے تو آپ نے حضرت (عبداللہ) ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) سے رخ پھیرلیا، اوردوسری بات یہ تھی کہ: بظاہر حال کفر وشرک سب سے بڑے گناہ ہیں،ان کے ازالہ کی فکر مقدم ہونا چاہئے بمقابلے دین کے فروعی احکام کی تعلیم کے جو(حضرت) عبد اللہ ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) چاہتے تھے۔مگرحق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کے اس اجتہاد کودرست قرارنہیں دیا اوراس پر متنبہ فرمایا کہ: یہاں قابل غور یہ بات تھی کہ ایک شخص جو آپ سے دینی تعلیم کا طالب ہوکرسوال کرر ہاہےاس کے جواب کا فائدہ تو یقینی ہےاور جو آپ کا مخالف ہے آپ کی بات سننا بھی پسندنہیں کرتا،اس سے گفتگو کا فائدہ موہوم ہے، موہوم کویقینی پرترجیح نہ ہونا چاہئے۔(معارف القرآن ص۶۷۳ج۸)

نوٹ:......حضرت رحمہ اللہ کا یہ جملہ بہت قابل غور ہے:''موہوم کو یقینی پر ترجیح نہ ہونا چاہئے''۔

(۸)......غور کا مقام ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوحکم دیا کہ: کھانے سے فراغت پر منتشر ہوجائیں بیٹھے نہ رہیں،اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے:

﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ط اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ز وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ﴾۔(پ:۲۲،سورۂ احزاب،آیت نمبر:۵۳)

ترجمہ:......پھرجب کھانا کھا چکوتواپنی اپنی راہ لو،اور باتوں میں جی لگا کرنہ بیٹھو۔حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی کوتکلیف پہنچتی ہے،اورتم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں،اوراللہ حق بات میں کسی سے نہیں شرماتا۔

جس ذات اقدس کی وجہ صاف اور واضح حکم نازل فرمادیا کہ کھانے سے فراغت پر چلے جاؤ، مگر یہاں آپ ﷺ پر محبت آمیز عتاب فرمایا۔

(۹)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسانی کو بدلہ دلوانا منظور فرمایا، اور اس کے ارتداد کی پرواہ نہیں فرمائی۔ علامہ شبلی مرحوم لکھتے ہیں:

جبلہ بن الایہم غسانی' شام کا مشہور رئیس بلکہ بادشاہ تھا اور مسلمان ہوگیا تھا، کعبہ کے طواف میں اس کی چادر کا گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا، جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا، اس نے بھی برابر کا جواب دیا، جبلہ غصے سے بیتاب ہوگیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی شکایت سن کر کہا کہ: ''تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی'' اس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ: ہم اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ کوئی شخص ہمارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے وہ تو قتل کا مستحق ہوتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بلند کو ایک کردیا، اس نے کہا کہ: اگر اسلام ایسا مذہب ہے جس میں شریف و ذلیل کی کچھ تمیز نہیں تو میں اسلام سے باز آتا ہوں۔ غرض وہ چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی خاطر قانون انصاف کو بدلنا نہیں چاہا۔

(الفاروق ص ۳۳۰، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت کی خصوصیتیں۔ سیر الصحابہ ص ۱۵۰، ج ۱، عدل و انصاف)

نوٹ:......''فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' میں یہ واقعہ تھوڑے سے فرق سے مذکور ہے۔ (ص ۱۶۰، عدلیہ میں چھوٹے بڑے کا عدم امتیاز)

(۱۰)......آپ ﷺ نے معراج کے قصہ کو صبح بیان فرمایا، حالانکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ

عنہا نے منع بھی فرمایا تھا کہ: حضور اس واقعہ کو آپ لوگوں سے بیان نہ فرمائیں، مگر آپ ﷺ نے صبح ہی اس کو بیان فرمادیا، اس کے نتیجہ میں بعض لوگ مرتد بھی ہوگئے، مگر آپ ﷺ نے مصلحت کے خاطر اپنے معجزہ کو چھپایا نہیں، حالانکہ اگر اس معجزہ کا اس وقت اظہار نہ فرماتے تو کیا نقصان ہوتا، بعد میں جب لوگوں میں اسلام پختہ ہوجاتا تب اعلان فرماتے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:) میں نے آپ ﷺ کی چادر کا گوشہ پکڑلیا اور عرض کیا: یا نبی اللہ! لوگوں سے یہ قصہ نہ کہئے، آپ ﷺ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذاء دیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: واللہ میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا۔ (نشر الطیب فی ذکر الحبیب (ﷺ) ص ۶۱، تیئیسواں واقعہ، آسمانوں سے زمین کی طرف واپسی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: جب نبی ﷺ کو راتوں رات مسجد اقصی کی طرف لیجایا گیا تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا، بعضے لوگ جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہوگئے۔ (نشر الطیب فی ذکر الحبیب (ﷺ) ص ۶۴، چوبیسواں واقعہ، سننے والوں کا حال)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ ان واقعات کو نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے اظہار سے فتنہ ہوتا ہو اس کو ظاہر نہ کیا جاوے۔ پھر آپ ﷺ کے جواب سے معلوم ہوا کہ اس اصل میں تفصیل ہے، یعنی جو امر دین میں ضروری نہ ہو اس کو ظاہر نہ کیا جاوے، اور ضروری میں فتنہ کی کچھ پرواہ نہ کی جاوے۔

(نشر الطیب فی ذکر الحبیب (ﷺ) ص ۶۹، قسم اول: فوائد حکمیہ بالضم)

حضرات صحابہ اور اکابر کے حق پر جمنے کی چند مثالیں

(۱۱)......حضرت! ہمارا کام حق پر جمنا ہے' چاہے فتنہ ہوتا رہے، انتشار ہوتا رہے، ہم انتشار

کروائیں گے نہیں ،مگر انتشار کی وجہ سے حق کو نہیں چھوڑیں گے۔ہم تو اقامت دین کے لئے ہدم دین کررہے ہیں۔دین کی مصلحت کے لئے بھی کسی ایسی بات کی گنجائش نہیں جو محض دینی روح کے کچھ مختلف ہو۔کتنی عبرت کا مقام ہے کہ دین کی اشاعت اور اسلام کی تبلیغ عام ہو جائے اور کفار ومشرکین کی ایک بڑی جماعت کے اسلام میں داخل ہونے کی توقع کے باوجود اس کو گوارہ نہیں فرمایا کہ حق (اور راجح) کو عارضی طور پر بھی ترک کیا جائے۔

شریعت میں مصلحت کی رعایت اس وقت ہوتی ہے جب وہ حکم شرعی کے خلاف نہ ہو اور جب مصلحت حکم شرعی کے خلاف ہوتو پھر مصلحت کی اجازت ہرگز نہ ہوگی، بلکہ حکم شرعی پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

’’المفسدة اذ ترجحت على المصلحة فيما يتعلق اقتضت تحريم الفعل‘‘۔

(روح المعانی،سورۃ البقرۃ:۲۱۹)

’’اذا كـان فعل الامام مبنيا على المصلحة فيما يتعلق بالامور العامة لم ينفذ امره شرعا الا اذا وافقه ، فان خالفه لم ينفذ‘‘۔(الاشباہ والنظائر ص۱۸۹)

(فتاوی قاسمیہ ص۱۱۰ ج۹،سوال نمبر:۳۵۲۹)

(۱۲)......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن امور کو حق سمجھا اس پر پوری قوت سے عمل کیا،اور کسی مصلحت کے خاطر حق کو نہیں چھوڑا۔کتب احادیث میں اس کی سینکڑوں مثالیں مل سکتی ہیں۔صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں:

اول یہ کہ:......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مانعین زکوۃ سے قتال کے بعد ان کے اموال مال غنیمت تھے،اوران کے اہل وعیال غلام اور باندیاں ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

اس میں اختلاف تھا۔صدیقی دور میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے فتوے پر عمل رہا،اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے اس کو قبول کیا۔اور فاروقی دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے پر عمل تھا اور دوسرے لوگوں نے اس پر عمل کیا۔

(فتح الباری۔الاعتدال فی مراتب الرجال۔المعروف بہ:اسلامی سیاست ص۲۰۷)

دوسری یہ کہ:......حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار کے معزول نہیں کیا،اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہوتے ہی معزول کر دیا۔

(الاعتدال فی مراتب الرجال۔المعروف بہ:اسلامی سیاست ص۲۰۱)

نوٹ:......ان دونوں واقعات میں یہ اشکال نہ کیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کے خلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین تھے،اور امیر المؤمنین کی اطاعت ضروری تھی۔

(۱۳)......حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حق کی خاطر نہ صرف جان دیدی ، بلکہ ایک جماعت کی شہادت گوارہ فرمالی،مگر انتشار کے گمان سے اپنے عمل کو نہیں چھوڑا۔

(۱۴)......حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے جو حق سمجھا اس پر نہ صرف ڈٹے بلکہ اس کے لئے قتال تک کو گوارہ کیا، دونوں طرف اہل حق کی ہزاروں جانیں شہید ہوئیں،مگر ان حضرات نے حق کو ترک نہ کیا۔

(۱۵)......حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حق کی خاطر نہ صرف شہید ہوئے ، بلکہ اہل حق کے ایک گروہ کو راہ خدا میں قربان کرنا منظور کر لیا،مگر انتشار کے گمان سے اپنے عمل کو

نہیں چھوڑا۔

(۱۶)......کیا ہمارے اکابر اپنے مسلک پر نہیں جمے؟ انتشار ہوا' اختلاف ہوا، مگر اپنے مسلک کو نہیں چھوڑا، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے کانگرس کا ساتھ دیا اور لیگ کی مخالفت فرمائی، اگر لیگ کا ساتھ دیتے تو کتنے بڑے انتشار سے امت بچ جاتی، یا حضرت تھانوی رحمہ اللہ لیگ کو چھوڑ دیتے اور جمعیت علماء کے ساتھ ہو جاتے تو کس قدر بڑے انتشار سے مسلمانان ہند بچ جاتے، مگر دونوں حضرات رحمہما اللہ نے جس بات کو حق سمجھا اس پر جمے اور نہ صرف جمے، بلکہ ایک دوسرے کے خلاف جلسے کئے' بیانات کئے، اور مکتوبات میں بھی اس پر تنقید فرمائی، مگر انتشار کے خوف سے حق کو نہیں چھوڑا۔

(۱۷)......حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے دیوبند چھوڑ دیا، مگر جس چیز کو حق سمجھا اس کو نہیں چھوڑا، حالانکہ وہاں کونسا دینی مسئلہ متأثر ہو رہا تھا، ناظم مطبخ اور طلبہ کے درمیان کچھ اختلاف ہوا، مگر شاہ صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے رفقاء نے جس بات کو حق سمجھا مکمل اس پر ڈٹے رہے اور انتشار کو گوارہ فرمالیا، دیوبند چھوڑنا گوارہ کرلیا، ڈابھیل تک آ پہنچے، مگر حق کو نہیں چھوڑا۔ ایسی دسیوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

(۱۸)......حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کی وجہ سے مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے مسجد نبوی کی جماعت ترک فرمادی اور اپنی جماعت علیحدہ مدرسہ میں کی، مگر مسئلہ میں لچک اور حق کے اظہار میں ذرا سی بھی مداہنت اختیار نہیں فرمائی۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

(مدینہ منورہ میں) شافعی امام نے صبح کی نماز میں سجدۂ تلاوت (کی آیت) پڑھ کر رکوع کر دیا کہ یہ بھی قائم مقام سجدہ کے ہے، سلام پھیرنے کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے

امام صاحب سے فرمایا کہ: یہ سجدہ ہم حنفیوں کے یہاں واجب ہے اور رکوع سے جب تک کہ اس کو سجدہ کے قائم مقام بنانے کی نیت نہ کرے ادا نہیں ہوتا، اور بہتیروں کو معلوم بھی نہیں کہ یہاں سجدہ کرنا ہے اور یہ آیت سجدہ ہے، لہٰذا احناف کے مذہب کی رعایت آپ پر واجب ہے، امام نے روکھا جواب دے دیا کہ: ہم پر کسی کے مذہب کی رعایت واجب نہیں، ہم اپنے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا: ایسا ہے تو آپ کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی، اور حضرت نے اعلان فرمادیا کہ: جس شخص نے رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کی ہو وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے، چنانچہ بہتیروں نے نمازیں لوٹائیں، اس کے بعد حضرت نے مدرسہ میں اپنی علیحدہ جماعت کا اہتمام کرلیا، حکومت کو اس کی خبر ہوئی تو امام سے باز پرس کی اور سوءادب پر زجر کیا اور یہ الفاظ کہے کہ: حضرت کے مقابلہ میں تمہارے علم کی حقیقت ہی کیا ہے، اس کے بعد تمام ائمہ کے نام حکم جاری ہوا کہ جملہ مذاہب کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھائیں، اور حضرت سے معذرت کی، اور اطمینان دلایا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا، چنانچہ آپ پھر حرم شریف میں جانے لگے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۹۹)

کاش آج کوئی حضرت سہارنپوری کا نائب ہو، اور اسلامی ریاست کے ارباب حکومت سے درخواست کرے کہ خدارا! رویت ہلال کے مسئلہ پر بھی توجہ دیں۔ جیسا کہ امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک الجوینی رحمہ اللہ کا جب دور تھا اور ملک شاہ سلجوقی نے عید کے چاند کا اعلان کرادیا، امام الحرمین رحمہ اللہ کے نزدیک رویت ثابت نہیں تھی انہوں نے منادی کروادی کہ ابو المعالی کہتا ہے کہ: کل تک ماہ رمضان ہے، جو میرے فتوی پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ کل بھی روزہ رکھے، ملک شاہ نے باز پرس کی، تو فرمایا کہ: جو امور فرمان سلطانی پر موقوف ہیں ان کی اطاعت ہم پر فرض ہے، اور جو حکم فتوی سے متعلق

ہے وہ بادشاہ کو مجھ سے پوچھنا چاہیئے، کیونکہ بحکم شریعت علماء کا فتوی حکم شاہی کے برابر ہے، روزہ رکھنا، عید کرنا یہ امور فتوی پر موقوف ہیں، بادشاہ وقت کوان سے کوئی تعلق نہیں، چنانچہ بادشاہ نے اعلان کرادیا کہ میرا حکم درحقیقت غلط تھا اور امام الحرمین کا حکم صحیح ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۱۷ ج ۱)

ہم غیر اختیاری امور کے خاطر اختیاری امور کو چھوڑ دیتے ہیں

(۱۹)......عجیب بات ہے کہ ہم غیر اختیاری امور کے خاطر اختیاری امور کو چھوڑ دیتے ہیں، انتشار سے روکنا' فتنوں سے بچانا ہمارے اختیار میں نہیں، حق پر جمنا' راجح پر عمل کرنا ہمارے اختیار میں ہے، ہم غیر اختیاری امر کی وجہ سے امر اختیاری کو ترک کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے کس قدر قیمتی نصیحت فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ: ''یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ: جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں' ان کا تو قصد کرے، اور جو اختیار میں نہ ہوں' ان کا ہرگز قصد نہ کرے۔

(مجالس مفتی اعظم رحمہ اللہ ص ۳۰۶)

(۲۰)......زمانہ کا ظلم وستم دیکھئے! راجح پر (اور صحیح معنی میں حق اور درست بات پر) عمل کرنے والوں کو: اختلاف کرنے والے' انتشار کرنے والے' ضدی اور متعصب کا الزام دیا جاتا ہے، کبھی شیعوں کے ایجنٹ بتلایا جاتا ہے، (یہ الزام دینے والے قیامت کے دن حساب کے لئے تیار رہیں، آج اپنے منصب کے نشے میں' بڑائی کے زعم میں' چودھراہٹ کے گمان میں' دنیوی عزت کے خیال میں' اپنی عارضی وجاہت اور طاقت کے بل بوتے پر جو چاہیں کہہ دیجئے، مگر اس دن کوئی طاقت اور منصب کام نہیں آئے گا ایک ایک لفظ اور جملے کا حساب دینا ہوگا) اور مرجوح پر (اور صحیح لفظوں میں غلط پر) عمل کرنے والوں کو انصاف

پسند، اختلاف نہ کرنے والے، انتشار سے بچنے والے، حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے والے کے، بے معنی اور نامناسب ہی نہیں غلط القاب دیئے جاتے ہیں۔

استقامت پر حضرت جنید اور حضرت سری سقطی رحمہما اللہ کے واقعات

(۲۱)......حضرت! استقامت بھی تو کوئی چیز ہے، اپنے مسلک پر اور حق پر جمنا اور اس معاملہ میں کسی کی پرواہ نہ کرنا، ہر ایک کے بس کا نہیں، حالات سے متأثر ہوجانا اہل حق کا شیوہ نہیں، حق کی راہ میں حالات تو ضرور آئیں گے، اہل حق تو اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں۔

راہ الفت میں ہم پر بڑے مشکل مقام آئے نہ ہم نے راستہ بدلہ نہ ہم منزل سے باز آئے

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ایک شخص کو سولی پر لٹکایا ہوا ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ: اس شخص نے کیا جرم کیا؟ بتلایا گیا کہ یہ ڈاکو ہے، اولاً چوری میں اس کا داہنا ہاتھ کاٹا گیا، پھر چوری کی تو بایاں پاؤں کاٹا گیا، پھر چوری کی تو اب سولی کی نوبت آئی۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ آگے بڑھے اور اس کے پاؤں کو آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا، لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: میں نے اس کے پاؤں کو بوسہ نہیں دیا، بلکہ اس کے وصف استقامت کو بوسہ دیا ہے، جو اس کے نفس میں تھا، اگرچہ اس بیوقوف نے اس کو معصیت میں استعمال کیا، جس کی وجہ سے سزا پائی، مگر ہم یہ سوچتے ہیں کہ کاش ہمیں بھی خیر و طاعات کے معاملات میں ایسی ہی استقامت نصیب ہوجائے۔ (مجالس مفتیِ اعظم رحمہ اللہ ص ۳۳۴)

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے لیٹے، اچانک ایک آواز آئی: ''یا سِری ! کُن مِثلی '' اے سری میرے جیسے ہوجاؤ، آپ نے تعجب سے پوچھا

کہ:’’کیف اکون مثلک ‘‘تیرے جیسا کیسے بن جاؤں؟ تو درخت سے جواب ملا:

’’انّ النّاس یرمُونَنِی بالاحجار فَاَرمیھم بالاثمار‘‘

لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں اور میں ان کی طرف پھل پھینکتا ہوں، حضرت نے اس جواب پر درخت سے ایک عجیب سوال کیا کہ: تو اتنا اچھا ہے تو لوگ درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بناتے ہیں؟’’فکیف مصیرُک الَی النّار‘‘اس عجیب سوال پر درخت نے کس قدر قابل قدر جواب دیا کہ: میری ایک خرابی کی وجہ سے کہ:’’فامَلیت بالھواء ھکذا ھکذا‘‘ جدھر ہوا کا رخ ہوتا ہے میں بھی ادھر ہو جاتا ہوں، یعنی مجھ میں استقامت نہیں ہے۔(بکھرے موتی ص۱۴۰ ج۵)

تعصب اور تصلب میں فرق

(۲۲)......بعض حضرات اپنی جہالت اور نادانی سے حق پر عمل کرنے والوں کو متعصب کہتے ہیں، اور عمل کو تعصب پر محمول کرتے ہیں، انہوں نے تعصب اور تصلب کے فرق کو ہی نہیں سمجھا۔ تعصب کے معنی ہیں: بیجا حمایت کرنا اور تصلب کے معنی ہیں: پختگی کے ساتھ مذہب پر جمنا۔ تعصب ممنوع ہے اور تصلب مامور بہ ہے۔(مجالس مفتیٔ اعظم رحمہ اللہ ص۶۰۹)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

مثبت دعوت وتبلیغ ہو یا کسی باطل نظریئے کی تردید' حضرت والد صاحب قدس سرہ کا مزاق دونوں میں یہ تھا کہ اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہنے کے باوجود طعن وتشنیع اور دل آزار اسلوب بیان سے مکمل پرہیز کیا جائے، اور اس کے بجائے ہمدردی ودلسوزی اور نرمی وشفقت سے کام لے کر ذہنوں کو بدلنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اس نرمی کا یہ مطلب

نہیں کہ حق کو حق یا باطل کو باطل کہنے میں مداہنت سے کام لیا جائے، [۱] کیونکہ کفر کو کفر تو کہنا ہی پڑے گا، لیکن مطلب یہ ہے کہ حقیقت کے ضروری اظہار کے بعد محض اپنی نفسانیت کی تسکین کے لئے فقرے بازیاں نہ کی جائیں، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے: داعیٔ حق کی مثال ریشم جیسی ہونی چاہئے کہ اس کو چھو کر دیکھو تو اتنا نرم و ملائم کہ ہاتھوں کو حظ نصیب ہو، لیکن اگر کوئی اسے توڑنا چاہے تو اتنا سخت کہ تیز دھار بھی اس پر پھسل کر رہ جائے۔ (میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج و مذاق ص۱۱۳)

حضرت ہمیں بھی حق کے معاملہ میں اس اصول پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے! آپ حضرات نے کس قدر عدم استقامت کا ثبوت دیا۔

ایک المیہ: کسی مسئلہ میں اکابر سے اختلاف کیا جائے تو توہین کا الزام

(۲۳)...... یہ بھی ایک مصیبت ہے کہ کسی مسئلہ میں اکابر سے اختلاف کیا جائے تو فوراً حکم

مداہنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی ...... مداہنت حرام ہے

[۱]......قرآن کریم میں ہے: ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾۔ (سورۂ قلم، پ:۲۹، آیت نمبر:۹)

ترجمہ:...... یہ چاہتے ہیں کہ تم ڈھیلے پڑ جاؤ تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔

اس آیت میں ''تُدْهِن'' کا لفظ آیا ہے، اس کا لفظی معنی ہے: تم نرمی کرو یا ملائمت کرو۔ ''دهن'' کا معنی تیل اور چکنائی ہے۔ اصطلاح میں مداہنت کا معنی ہے: کسی خوف یا لالچ کی بناء پر حق بات کو چھپانا، اور مخالفین کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔ (تبیان القرآن ص۱۸۳ ج۱۲)

مسئلہ:......اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار و فجار کے ساتھ یہ سوادکر لینا کہ ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے تم ہمیں کچھ نہ کہو، یہ مداہنت فی الدین اور حرام ہے۔ (معارف القرآن ص۵۳۳ ج۸)

مسئلہ:......(مداہنت، مذہبی معاملات میں نرمی) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کے معاملہ میں نرمی کرنی حرام ہے۔ (تفسیر مظہری ص۲۵۳ ۔ ط: مکتبہ لدھیانوی، کراچی)

لگ جاتا ہے کہ: بے ادب ہے، اکابر کی توہین کرتا ہے، خطرہ ہے کہ کہیں گمراہ نہ ہو جائے۔ میں سوچتا ہوں اس طرح کے خیالات کا اظہار کرنے والے اہل علم کس طرح ہو سکتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات اکابر رحمہم اللہ کی سیرت وسوانح اور ان کے حالات سے یہ لوگ بالکل ہی ناوقف ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''علم وتحقیق کے سفر میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں جہاں ایک طالب علم کو کسی دوسرے عالم سے اختلاف کرنا پڑتا ہے، اور بعض مقامات پر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف کرنا پڑتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا طرز عمل یہ تھا کہ نہ تو کسی کا ادب و احترام اس اختلاف رائے کے اظہار میں مانع ہوا، اور نہ کبھی اختلاف رائے نے ادب و احترام میں ادنی رخنہ اندازی کی۔ (میرے والد، میرے شیخ اوران کا مزاج و مذاق ص ۱۳۸)

نہ معلوم برطانیہ کے علماء اختلاف سے اس قدر کیوں خائف ہیں

نہ معلوم برطانیہ کے علماء اختلاف سے اس قدر کیوں خائف ہیں؟ اور ہر چیز میں: انتشار ہوگا، اختلاف ہوگا، فتنہ ہوگا۔ اس وہم پر حق اور راجح کو چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ (جس کو وہ حضرات انتشار اور اختلاف اور فتنہ سمجھ رہے ہیں وہ) اختلاف تو باقی ہے، انتشار برابر موجود ہے، فتنہ ہو رہا ہے۔ ہمارے اکابر نے اپنے اساتذہ اور شیخ و مربی تک سے اختلاف فرمایا، آپ کو اس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں، صرف ایک مثال لکھتا ہوں:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ: حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

رحمہ اللہ) کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑ بڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ: شعبان کے چاند میں جس شہادت پر مدار تھا بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی، اس لئے روزہ ہے، اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حجت سے صحیح تھی، اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے، دن بھر بحث رہی، شام کو چاند نظر نہیں آیا، حضرت نے طے فرمادیا کہ میں روزہ رکھوں گا، میں نے عرض کیا: میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ: میرے اتباع کی ضرورت نہیں، سمجھ میں آ گیا ہو تو رکھو ورنہ نہیں، جس بالآخر حضرت کا روزہ تھا اور میرا افطار۔ (الاعتدال فی مراتب الرجال ص ۲۰۹)

اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ: شیخ اور مرید میں اختلاف ہے، مگر دونوں اپنی اپنی رائے پر عمل پیرا ہیں۔ ۱؎ دوسری بات بہت قابل غور ہے کہ تیس روزے پورے ہو چکے

مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کا حضرت شیخ رحمہ اللہ سے اختلاف کرنا

۱؎......حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ و مربی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے اختلاف کر کے وتر کی نماز بجائے حرم شریف کے باہر جماعت سے ادا کرنے کے حرم شریف میں اکیلے پڑھی۔ اس کی تفصیل حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ ہی کے زبانی بیان کردہ پڑھیے:

ارشاد فرمایا کہ: ایک سال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی معیت میں رمضان شریف مکہ مکرمہ میں گذارا، وہاں ہم لوگ تراویح تو حرم شریف میں امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ لیتے (کہ تراویح تمام ائمہ کے نزدیک ایک ہی طرح پڑھی جاتی ہے۔ (مگر تراویح میں ختم قرآن کے بعد نماز ہی میں دعا سب ائمہ کے نزدیک ایک طرح کی نہیں۔ مرغوب) مگر وتر کی جماعت اپنی حرم شریف ہی میں الگ کرتے تھے، اس لئے کہ اہل حرم وتر دو سلام سے پڑھتے تھے اور ہم ایک سلام سے۔ کچھ دن بعد ہم لوگوں کو حرم شریف میں وتر کی جماعت کرنے سے منع کر دیا گیا۔ اب حضرت شیخ رحمہ اللہ تو تراویح پڑھ کر حرم سے

ہیں، مگر شعبان کی گواہی کو مخدوش قرار دے کر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے اکتیس روزے رکھے، مگر جس کو غلط سمجھا اس پر عید نہیں کی۔ ہم لوگ کس قدر بے احتیاطی سے اتفاق اور انتشار سے بچنے کے موہوم خیال میں غلط اور مرجوح پر رمضان و عیدین، قربانی، تکبیر تشریق، اعتکاف، شب قدر وغیرہ عبادات کو قبل از وقت ادا کر کے من وجہ ضائع کر رہے ہیں۔

(۲۴)......ایک طویل حدیث شریف میں ہے: ''الا لا تَمنَعنَّ رجلا هَيبةُ النّاسِ اَن يقولَ بِحقٍّ اذا علِمَهُ''۔

ترجمہ:......خبردار کسی شخص کو امر حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ روکے جبکہ وہ اس بات کو جانتا ہو۔

(ترمذی، باب ما اخبر النبی صلی الله علیه وسلم اصحابه بما هو کائن الی یوم القیامة ، رقم الحدیث:۲۱۹۱)

(۲۵)......حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تو اکابر کے بارے میں تحریر

باہر تشریف لے جاتے اور قیام گاہ پر وتر جماعت سے ادا فرماتے، اور میں حرم شریف ہی میں تنہا وتر بغیر جماعت کے پڑھ لیتا۔ ایک روز میری موجودگی میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ سے فرمایا کہ: مولانا! آپ کا کیا ذوق ہے وتر کی نماز تنہا حرم شریف میں پڑھنا پسندیدہ ہے یا حرم سے باہر جماعت سے پڑھنا پسندیدہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ: جماعت سے پڑھنا پسندیدہ ہے گو حرم سے باہر ہی ہو۔ اس پر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ہمارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو حرم شریف میں تنہا وتر پڑھ لینا پسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت دام مجدہ نے فرمایا کہ: میں پھر بھی تنہا حرم شریف ہی میں وتر پڑھتا رہا، اس لئے کہ حرم شریف کی فضیلت بہت بڑی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ ہر چیز میں بلا سوچے سمجھے شیخ کا اتباع ضروری نہیں۔ (ملفوظات فقیہ الامت ص۱۳۸ قسط اول)

فرماتے ہیں کہ:.....جس چیز کوحق سمجھتے ہیں اور جس درجہ کا حق سمجھتے ہیں اس کو اصرار سے بیان فرمائیں،اور شائع کریں اوراس کے خلاف پر نکیر کریں اور شدت سے کریں۔

حضرت تو اختلاف میں حق کو بیان کرنے‘ شائع کرنے‘ اس کے خلاف پر نکیر کرنے اور شدت سے کرنے کی تائید فرمارہے ہیں۔

(الاعتدال فی مراتب الرجال۔المعروف بہ:اسلامی سیاست ص ۱۱)

(۲۶)......حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ:حق پر جمے رہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ [۱] (بکھرے موتی،ص۹۴ ج۵)

رویت ہلال میں اتحاد کی کوئی اہمیت نہیں،اور نہ یہ کوئی امر مستحسن نہیں

(۲۷)......برطانیہ میں رویت ہلال کا اختلاف بہت قدیم زمانے سے ہے،اور شاید یہ اختلاف رہے گا،اس لئے کہ اکابر نے لکھا ہے کہ: رویت ہلال کے مسئلہ میں اتحاد کی کوئی اہمیت نہیں،اور اتحاد کی کوشش کرنا کوئی امر مستحسن نہیں،اس لئے اتحاد کے خاطر راجح اور حق کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔میں صرف دو اکابر کی تحریر پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

(اول)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’رویت ہلال کے مسئلہ پر بہت سے لوگوں کی توجہ صرف اس لئے ہے کہ انہوں نے

---

[۱]......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ:حق کے ساتھ لازم رہو،حق تمہارے لئے اہل حق کی منازل واضح کرے گا،فیصلہ حق کے ساتھ کرو۔

(کنز العمال ، خطب عمر و مواعظه رضی الله عنه ، المواعظ والرقائق والخطب والحكم ، رقم الحديث:۴۴۱۹۳)

نوٹ:......اس وقت حق پر جمنے والے کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں،حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ:حق کی خاطر رسوائی اٹھانا عزت کے زیادہ قریب ہے۔

(کنز العمال ، الحکم و جوامع الكلم ، المواعظ والحكم، رقم الحديث:۴۴۱۰۱/۴۴۱۲۲)

اپنے نزدیک یہ طے کر رکھا ہے کہ پورے ملک میں عید کا ایک ہی دن ہونا ضروری ہے، اسی کی وحدت کے لئے وہ چاہتے ہیں کہ قواعد ریاضی اور محکمہ موسمیات سے مدد لے کر چاند رات پہلے سے متعین کر لی جائے اور پورا ملک اس کے تابع ایک دن عید منایا کرے، لیکن یہ بات جیسی دیکھنے اور سننے میں خوشگوار معلوم ہوتی ہے اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی''۔(رویت ہلال ص۲۲۔جواہر الفقہ ص۴۶۲ ج۳)

اس معاملہ میں عقل وانصاف کی بات یہ ہے کہ عید کی وحدت و یکسانیت کی فکر کرنے سے پہلے اس پر غور کیا جائے کہ یہ وحدت کیوں مقصود ہے، اگر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس میں فضیلت اور ثواب ہے تو یہ کسی کی رائے کی چیز نہیں جب تک اللہ تعالی یا رسول اللہ ﷺ اس کی خبر نہ دیں، مگر قرآن وسنت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں، بلکہ تعامل عہد نبوی اور خلافت راشدہ اور مابعد کے تمام مسلمانوں کا ہمیشہ اس سے مختلف رہا ہے، کبھی اس کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا کہ مکہ اور مدینہ میں ایک دن عید ہو۔اور ایسے واقعات تو بہت ہیں کہ ملک شام میں کسی دن رمضان اور عید ہوئے اور مدینہ طیبہ میں کسی اور دن، حالانکہ مدینہ طیبہ سے شام کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں۔(رویت ہلال ص۲۴۔جواہر الفقہ ص۴۶۴ ج۳)

اسلام کی سلطنت وحکومت دنیا کے کسی خطہ پر آج نہیں ہوئی، ایک ہزار سال تو اسلام نے تقریباً پوری دنیا پر حکومت کی ہے، مگر یہ عید کی وحدت و یکسانیت کا سوال کبھی کسی حکومت یا ملت کے ذہن پر سوار نہیں تھا۔(رویت ہلال ص۲۵۔جواہر الفقہ ص۴۶۵ ج۳)

اگر چہ شرعی حیثیت سے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ پورے ملک میں عید ایک ہی دن ہو، اسلام کے قرون اولی میں اس وقت کے موجودہ ذرائع موصلات کو بھی اس کام میں استعمال کرنے اور عید ایک ہی دن منانے کا کوئی اہتمام نہیں ہوا۔.....لیکن پاکستان کے عوام اور

حکومت کی اگر یہی خواہش ہو کہ عید پورے پاکستان میں ایک ہی دن ہو شرعی اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہے، شرط یہ ہے کہ عید کا اعلان پوری طرح شرعی ضابطہ شہادت کے تابع ہو۔

(رویت ہلال کے شرعی احکام ص۳۔ جواہر الفقہ ص۴۹۱ ج۳)

اگر عید کا ایک دن منانا کوئی امر مستحسن ہے تو پھر سارے عالم کے مسلمانوں کو ایک ہی دن عید منانی چاہئے۔ (رویت ہلال ص۲۳۔ جواہر الفقہ ص۴۶۳ ج۳)

رویت ہلال میں اتحاد نہ ہونے کے دس اسباب

(دوم)......مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''چاند کے مسئلہ میں گڑ بڑ اور اختلافی صورت ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی، قرون شہود لہا بالخیر: خلافت راشدہ کے دور میں بھی یہ رہا، اس اختلاف کو ختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے، اس لئے کہ:

(پہلا سبب اختلاف تو یہ ہے کہ)...... چاند کبھی انتیس کو نظر آتا ہے کبھی تیس تو۔

(دوسرا سبب یہ ہے کہ)...... جب چاند نظر آتا ہے ہر جگہ مطلع صاف نہیں رہتا، کہیں صاف کہیں غبار آلود، اس لئے کہیں نظر آیا کہیں نہ آیا۔

(تیسرا سبب یہ ہے کہ)...... ہر مہینہ کا چاند برابر نہیں ہوتا کبھی باریک کبھی موٹا۔

(چوتھا سبب یہ ہے کہ)...... ہر مہینہ کا چاند ایک جگہ سے نظر نہیں آتا، کبھی مغرب سے مائل بہ جنوب، کبھی عین مغرب میں، کبھی مائل بہ شمال نظر آتا ہے۔

(پانچواں سبب یہ ہے کہ)...... دیکھنے والوں کی نظر سب کی یکساں نہیں ہوتی، کسی کی قوی کسی کی ضعیف، کوئی بغیر چشمہ کے دیکھے، کسی کو چشمہ سے بھی نظر نہ آوے۔

(چھٹا سبب یہ ہے کہ:)......گواہی دینے والے سب یکساں نہیں ہوتے، کسی کی گواہی مقبول کسی کی مردود۔

(ساتوں سبب یہ ہے کہ)...... ایک شخص ایسا نہیں کہ جس کی بات ماننے کو سب تیار ہوجائیں۔

(آٹھواں سبب یہ ہے کہ)...... ہر جگہ رویت ہلال کمیٹی موجود نہیں، نہ بنانے کے لئے تیار ہیں، باوجودیکہ بارہادرخواست کی گئی۔

(نواں سبب یہ ہے کہ)...... جہاں رویت ہلال کمیٹی موجود ہے وہاں بھی ہر جگہ اس کے تمام ارکان مسائل شرعی کے ماہراوراحکام سنت کے پابند نہیں۔

(اوردسواں سبب یہ ہے کہ)...... ہر ریڈیو پراپنا قبضہ نہیں کہ ان پر پابندی عائد کی جائے کہ اعلان کیا جائے یا نہ کیا جائے، نہ ہر جگہ کے عالم کو اس کا مکلّف کیا جاسکتا ہے کہ ریڈیو اسٹیشن پرآکرخوداعلان کرے''۔(فتاوی محمودیہ ص۴۷ج۱۰،مطبوعہ:جامعہ فاروقیہ کراچی)

دیکھئے!دونوں اکابرکس قدرواضح الفاظ میں پیغام دے رہے ہیں کہ:رویت ہلال میں اتحاد واتفاق نہ ممکن ہے، نہ یہ کوئی امر مستحسن ہے، نہ اس کی کوئی اہمیت ہے، بلکہ اس اختلاف کوختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کا سفر میں چاررکعتیں پڑھنا

(۲۷)......مرسلہ کاغذ کی دوسری دلیل بھی دعوی کے لئے مفید نہیں کہ اختلاف وانتشار کے لئے مرجوح پرعمل کیا جائے۔حضرت!ذراغورفرمایئے حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے سفر میں چاررکعت پڑھیں مگرخلاف کوگوارہ نہیں فرمایا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ:......خلاف کوگوارہ نہیں فرمایا، یہ بات صحیح ہے،اس لئے کہ خلاف اور

ہے،اختلاف اور ہے۔''ابوداؤد شریف'' کی روایت کے الفاظ ہیں:''الخلاف شر''

(ابوداؤد، باب الصلوۃ بمنًی ، کتاب المناسک ، رقم الحدیث:۱۹۶۰)

دوسرا یہ کہ:......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین تھے،ان سے اجتہادی مسئلہ میں اختلاف کس طرح کیا جاسکتا تھا؟اگر برطانیہ میں کوئی امیر المؤمنین ہوتا اور وہ چاند کا فیصلہ کرتا تو ہم بھی کبھی خلاف نہ کرتے۔(سعودی عرب ایک اسلامی ملک ہے، وہاں قاضی فیصلہ کرتا ہے،اس لئے اس کا حکم اس ملک کی حدود میں نافذ ہو جاتا ہے،اسی لئے ہم حرمین شریفین کے سفر میں ان کی مکمل اتباع کرتے ہیں،اور ان کے ساتھ ہی رمضان وعیدین کرتے ہیں)۔

تیسرا یہ کہ:......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول سفر میں دو رکعت فرض پڑھنے کا تھا،کسی نے ان سے کہا کہ:حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں،تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ پڑھی اور فرمایا کہ:میں نے منیٰ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں۔ایک روایت میں ہے کہ:خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی خلافت کے شروع زمانہ میں دو رکعتیں پڑھیں۔

(بخاری، باب الصلوۃ بمنًی ، ابواب التقصیر ، رقم الحدیث:۱۰۸۲)

لیکن اس سب کے باوجود''ابوداؤد'' وغیرہ کی روایت میں ہے کہ:حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار رکعتیں پڑھیں،کسی نے عرض کیا کہ آپ نے تو چار رکعت پڑھنے پر اعتراض کیا پھر خود بھی چار پڑھیں،انہوں نے فرمایا کہ:

مخالفت زیادہ سخت ہے۔(ابوداؤد، باب الصلوۃ بمنًی ، کتاب المناسک ، رقم الحدیث:۱۹۶۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی توجیہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

(اس چار پڑھنے کی) وجہ ظاہر ہے کہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسافر تھے، لیکن انہوں نے اپنے کو مقیم تجویز کر کے چار رکعتیں پڑھیں، اور چونکہ مجتہد محقق تھے، اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی تحقیق کو ایک محقق کے مقابلہ میں واجب العمل نہیں سمجھا۔(الاعتدال فی مراتب الرجال ص ۲۰۷)

چوتھی بات یہ ہے کہ:......سفر میں قصر واجب ہے یا نہیں؟ یہ اختلافی مسئلہ ہے،احناف کے نزدیک قصر واجب ہے،اور ایک روایت کے مطابق امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک قصر افضل ہے،اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قصر رخصت ہے اور اتمام نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔(درس ترمذی ص ۳۲۵ ج ۲)

احناف کے دلائل راقم نے اپنے رسالہ ’’سفر میں قصر واجب ہے‘‘ میں جمع کئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت کے نزدیک مسافر کو اختیار ہے کہ قصر کرے یا اتمام۔ چند روایتیں نقل کرتا ہوں:

(۱)......عن عائشة رضی الله عنها انّها : اعتمرتُ مع رسول الله صلی الله علیه وسلم من المدینة الی مکة حتی اذا قَدِمتُ مکة قالت : یا رسول الله ! بابی انت و امّی قصرتَ واتممتُ وافطرتَ و صمتُ ، قال : احسنتِ یا عائشةُ ، وما عاب علَیَّ۔

(سنن نسائی، باب المقام الذی یقصر بمثله الصلوة ،کتاب تقصیر الصلوة، رقم الحدیث:۱۴۵۷)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: وہ عمرہ کے ارادہ سے رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ تک گئیں، یہاں تک کہ جب مکہ پہنچیں تو عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے قصر کیا اور میں نے پوری نماز پڑھی، اورآپ نے افطار کیا (یعنی روزہ نہیں رکھا) اور میں نے روزہ رکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تو نے اچھا کیا، اورمیرے اس فعل پر مجھے تنبیہ نہیں کی۔

(۲)......عن عائشة رضی الله عنها : ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقصر فی السفر و یتم ' و یفطر ویصوم۔

(سنن دارقطنی ص۱۶۷ ج۲، باب القبلة للصائم ،کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۲۷۵)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ سفر میں قصر بھی فرماتے اوراتمام بھی، اورافطار بھی فرماتے اورروزہ بھی رکھتے۔

(۳)......عن عائشة رضی الله عنها :ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یتم الصلوة فی السفر و یقصر۔

(سنن دارقطنی ص۱۶۷ ج۲، باب القبلة للصائم ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۲۷۶)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ سفر میں نماز پوری بھی پڑھتے اورقصر بھی فرماتے۔

(۴)......عن عائشة رضی الله عنها : انّها کانت تتم الصلوة فی السفر۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: وہ سفر میں نماز پوری پڑھتیں۔

(۵)......عن ابی قلابة رحمه الله قال : ان صلیت فی السفر رکعتین ' وان صلیت اربعا فالسنة۔

ترجمہ:......حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: آپ سفر میں دورکعتیں پڑھیں یا چار،

دونوں ہی طریقے ثابت ہیں۔

(۶)......عن ابی نجیح المکی رحمه الله قال : اصطحب اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فی السیر ' فکان بعضهم یتم و بعضهم یقصر ' و بعضهم یصوم و بعضهم یفطر ' فلا یعیب هؤلاء علی هؤلاء ' ولا هؤلاء علی هؤلاء۔

ترجمہ:......حضرت ابونجیح مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ کے صحابہ سفر میں بعض نماز پوری پڑھتے اور بعض قصر کرتے ،اور بعض روزہ رکھتے اور بعض افطار کرتے تھے، اور ایک دوسرے کوملامت نہیں کرتے تھے۔

(۷)......حدثنا بسطام بن مسلم قال : سألت عطاء عن قصر الصلوة فی السفر؟ فقال : ان قصرت فرخصة ' وان شئت اتممت۔

ترجمہ:......حضرت بسطام بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے سفر میں نماز کے قصر کے بارے میں سوال کیا: توانہوں نے فرمایا کہ: اگرآپ قصر کریں تو رخصت ہےاوراگرآپ چاہیں تو پوری پڑھیں۔

(۸)......عن میمون بن مهران : انه سأل سعید بن المسیب عن الصلوة فی السفر ؟ فقال : ان شئت رکعتین ' وان شئت فاربع۔

ترجمہ:......حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے سفر میں نماز کے قصر کے بارے میں سوال کیا: تو انہوں نے فرمایا کہ: اگرآپ چاہیں تو دو رکعتیں پڑھیں اوراگر چاہیں تو چار رکعتیں پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۶ ج۵، فی المسافر ان شاء صلّی رکعتین وان شاء اربعا ، رقم الحدیث:۸۲۷۲تا۸۲۷۶)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ اور تابعین سفر میں اتمام کو جائز سمجھتے تھے، اس لئے اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں اتمام کیا تو اس سے کہاں لازم آیا کہ راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر عمل جائز ہے۔ اتمام اور قصر میں اختیار ہے۔ اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو دلیل بنا کر راجح کو ترک کرنا اور مرجوح پر عمل کے جواز کا فتوی دینا قابل نظر ہے۔

(۲۸)...... یہ آخری توجیہ تو راقم نے اپنی سمجھ سے لکھی تھی، مگر الحمدللہ شارح بخاری علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کے کلام میں بھی یہی توجیہ مل گئی۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی رحمہ اللہ (م: ۴۴۹ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سفر میں پوری نماز اس لئے پڑھی کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ آپ ﷺ نے سفر میں مسافر کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ پوری نماز پڑھے یا قصر کرے۔

اور خود نبی کریم ﷺ اس لئے نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے کہ امت کو آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے میں چار رکعت کی مشقت نہ اٹھانی پڑے، اور آپ ﷺ نے امت کے لئے آسانی کو اختیار کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب بھی نبی کریم ﷺ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اس چیز کو اختیار فرماتے جو زیادہ آسان ہو بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

(بخاری، باب صفة النبی صلی اللہ علیه وسلم ، کتاب المناقب ، رقم الحدیث:۳۵۶۰)

پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نفسوں پر شدت

کو اختیار کیا اور رخصت کو ترک کر دیا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ امر مباح تھا۔

(شرح ابن بطال ص ۲/۲۷۱ ج ۷، دار الکتب العلمیۃ۔ عمدۃ القاری ص: ۴/۱۷۳۰ ج ۷۔ بذل المجہود ص ۴۳۵ ج ۷، کتاب المناسک ، تحت: رقم الحدیث:۱۹۶۰)

(۲۹)......پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اتباع نہیں فرمائی۔

حج تمتع کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ: میں آپ ﷺ کے ارشاد کو چھوڑ نہیں سکتا

(۱)......مروان بن الحکم قال : کنّا نسیر مع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ، فاذا رجل یُلبِّی بالحج والعمرۃ ، فقال عثمان رضی اللہ عنہ : من ھذا ؟ فقالوا :علی، فأتاہ عثمان رضی اللہ عنہ فقال : ألم تعلم أنی نھیت عن ھذا ؟ فقال : بلی ولکنی لم أکن لأدع قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقولک۔

(طحاوی ص ۲۱۷ ج ۲، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ محرما فی حجۃ الوداع ، کتاب مناسک الحج ، رقم الحدیث:۳۶۱۷)

ترجمہ:......مروان بن حکم کہتے ہیں کہ: ہم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جارہے تھے، تو ایک آدمی حج اور عمرہ (یعنی قران) کا تلبیہ کہہ رہا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ: کیا آپ نہیں جانتے کہ میں نے اس سے روکا ہے، تو انہوں نے فرمایا: ہاں! (مجھے معلوم ہے) لیکن میں آپ کے فرمان کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے ارشاد کو چھوڑ نہیں سکتا۔

(۲)......عن جری بن کیلب ، وعبد الله بن شقیق ان عثمان رضی الله عنه خطب، فنهی عن المتعة ، فقام علی رضی الله عنه فلَبّی بهما ، فأنکر عثمان رضی الله عنه ذلک ، فقال له علی رضی الله عنه : ان أفضلنا فی هذا الامر ، اشدنا اتباعا له۔

(طحاوی ص۲۲۵ ج۲، باب ما کان النبی صلی الله علیه وسلم به محرما فی حجة الوداع ، کتاب مناسک الحج ، رقم الحدیث:۳۶۴۸)

ترجمہ:......جری بن کلیب اور عبداللہ بن شقیق سے مروی ہے کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو تمتع سے منع فرمایا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور تمتع کا تلبیہ پڑھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر نکیر فرمائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس معاملہ میں ہم میں سب سے افضل (یعنی آپ ﷺ) کا اتباع زیادہ اہم ہے۔

(۳)......عن سعید بن المسیب قال : اجتمع علی و عثمان رضی الله عنهما بعسفان وعثمان رضی الله عنه ینهی عن المتعة ، فقال له علی: ما ترید الی امر قد فعله رسول الله صلی الله علیه وسلم تنهی عنه ، فقال : دعنا منک، فقال :انی لا أستطیع ان ادعک ، ثم اهلّ علی بن أبی طالب رضی الله عنه بهما جمیعا۔

(طحاوی ص۲۰۷ ج۲، باب ما کان النبی صلی الله علیه وسلم به محرما فی حجة الوداع ، کتاب مناسک الحج ، رقم الحدیث:۳۵۷۲)

ترجمہ:......حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (سفر حج کے موقع پر مقام) عسفان میں ہوئی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (لوگوں کو) تمتع سے منع فرماتے تھے،تو ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے کیا اس سے آپ کیوں (لوگوں کو)

روکتے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں چھوڑ دیجئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کے چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

دیکھئے! یہاں کس قدر صراحت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مسلک پر جمنے کا ثبوت دیا اور انتشار واتحاد کے خوف سے اپنا مسلک ترک نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس بات کو حق سمجھا اس پر مضبوطی سے عمل کیا، اور کسی مصلحت سے اپنا مسلک نہیں چھوڑا۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے تمتع سے منع کیوں فرمایا؟ دیکھئے! ص ۳۰۲۔

(۲۹)...... حضرت مولانا! آخر میں بہت ادب کے ساتھ مگر کھل کر اس بات کا اظہار مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ دوبارہ غور فرمائیں، اور اپنے مرجوح عمل سے رجوع فرما کر راجح کو اپنائیں، اور ڈنکے کی چوٹ اس کا اعلان فرمائیں، بلا خوف لومۃ لائم حق اور راجح کا ساتھ دیں، علماء دیوبند اور اہل حق کا ہمیشہ یہی عمل رہا ہے۔ فتنہ اور انتشار اور اختلافات تو حق کا ساتھ دینے اور راجح پر عمل سے ختم ہوں گے، نہ کہ غلط اور مرجوح پر عمل کرنے سے، (جیسا کہ آپ نے خود دیکھ لیا، کیا آپ کے یہاں' آپ اور حضرت مولانا ......صاحب مدظلہم کے رجوع سے اختلاف ختم ہو گیا؟ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آپ حضرات کے رجوع کے بعد انتشار اور بڑھ گیا نہ کہ کم ہوا)۔

مرغوب احمد لاجپوری

نوٹ:...... چند رسائل ارسال کر رہا ہوں، فرصت کے وقت میں ضرور مطالعہ فرمالیں، ممکن ہے کہ حضرت کو بھی شرح صدر ہو جائے کہ مسئلہ'' راجح مرجوح کا ہے یا جواز وعدم جواز کا۔

عریضہ بنام: حضرت مولانا مفتی......صاحب مدظلہم

مرجوح پرعمل وفتوی جائزنہیں [۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی......صاحب مدظلہم ودامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا، بندہ بھی اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے رہ کر بارگاہ ایزدی میں جناب والا کی خیرو عافیت کا طالب ہے۔غرض تحریر اینکہ آنجناب کے رویت ہلال کے سلسلہ میں رجوع پر مشتمل گرامی نامہ پڑھ کر بار بار خیال آیا کہ آپ سے براہ راست ملاقات کروں، مگر فی الحال بہت غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سردست اس عریضہ سے اپنی بات خدمت میں پیش کردوں۔اولاتو اس موضوع پر قطعاً لکھنے کا ارادہ نہ تھا، مگر بالآخر قلب میں اس قوت سے داعیہ پیدا ہوا ایک مرتبہ اپنی گذراشات عرض کرہی دوں، اوراحباب وراجح قول پرعمل کرنے والے حضرات کا اصرار بھی رہا۔آپ کی بزرگانہ شخصیت سے امید ہے کہ اس تحریر سے ناگواری محسوس نہیں فرمائیں گے اور جواب عنایت فرماکرممنون فرمائیں گے۔ چونکہ اس مسئلہ میں آپ کے رجوع سے ایک جماعت جوراجح پرعمل پیرا ہے کہ کچھ افراد کوشبہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے، اس لئے بھی ضروری تھا کہ آپ کی خدمت میں چند باتیں عرض کی جائیں:

(۱):......آپ حضرات نے اس مسئلہ پر ایک نہیں دسیوں میٹنگیں علماء کے ساتھ کیں اور

---

[۱]......حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی خدمت میں پہلا یہ عریضہ لکھا گیا تھا، اس تفصیلی خط کے ساتھ حسب وعدہ یہ بھی دوبارہ ارسال کیا گیا۔مرغوب احمد

بستی کے علماء کی ایک مؤقر اور معتد بہ جماعت سے مل کر بصیرت سے ایک بات طے فرمائی تھی، اس لئے رجوع کے وقت بھی مناسب بلکہ ضروری تھا اس جماعت کے افراد کو ساتھ رکھ کر اپنے اشکالات اور پریشانیوں کا تذکرہ فرماتے، بہت ممکن ہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آتی کہ بغیر رجوع کے آسانی سے مسئلہ حل ہو جاتا۔

(۲):......پھر آپ نے ''بخاری شریف'' کی جس روایت کو مستدل بنا کر اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ اس پر حضرت والا کو نظر ثانی کرنی چاہئے، کہاں ایک مستحب عمل، اور وہ بھی اہل مکہ کا نیا نیا اسلام میں داخل ہونا، اور آئندہ کے لئے ایک بڑے فتنہ ہی نہیں بلکہ ارتداد کا خوف، ان اغراض سے آپ ﷺ نے اپنے ارادہ کی تکمیل کو موقوف فرما دیا۔ ظاہر ہے آپ کے بستی والے اور وہاں کے عوام سے اس قسم کا کوئی خوف نہیں کہ وہ مرتد ہو جائیں گے اور نہ آپ کی بستی کے مسلمان نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

(۳):......حضرت نبی کریم ﷺ نے حطیم والا حصہ بیت اللہ میں داخل نہیں فرمایا کہ نئے نئے مسلمان اور ارتداد کا خوف تھا، لیکن بیت اللہ کے بتوں کو کیا وہی رہنے دیا کہ اہل مکہ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور مرتد ہو جائیں گے، نہیں اس لئے کہ یہاں مسئلہ استحباب کا نہیں تھا، حق و باطل کا تھا۔ معلوم ہوا کہ اس واقعہ سے ہر جگہ استدلال صحیح نہیں۔

(افادات: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

رویت ہلال کا مسئلہ گرچہ آپ حضرات کے نزدیک راجح و مرجوح اور احوط و غیر احوط کا اور اوسع و غیر اوسع کا ہو، مگر حقیقت یہ کہ اس مسئلہ کی وجہ سے امت کی عید' روزے' قربانی' تکبیر تشریق' اعتکاف وغیرہ بے شمار افعال وقت سے پہلے ادا ہو رہے ہیں، اور آپ

حضرات نے اسی بنیاد پر تو تحقیق کے بعد رجوع فرما کر چھ سات سال تک عمل بھی فرمایا۔

نوٹ:...... جمعیۃ اور حزب العلماء کے حضرات پر کوئی اشکال نہیں کہ وہ تو اس کو مرجوح نہیں سمجھتے۔

(۴):...... پھر حضرت والا مرجوح سے راجح کی طرف تو رجوع کیا جاتا ہے نہ کہ راجح سے مرجوح کی طرف۔ رہا انتشار اور فتنہ کو دبانا، تو حضرت مولانا...... صاحب مدظلہم کے رجوع سے کیا انتشار ختم ہوگیا؟ اور اختلاف کا خاتمہ ہوگیا؟ بلکہ خود حضرت مولانا مدظلہم کے گھر میں دو عیدیں ہوگئیں کہ حضرت مولانا کی دونوں بہوؤں نے اپنے اپنے والدین کے گھرانے سے ایک دن پہلے عید کی۔ آپ کے رجوع سے بھی کیا بستی میں ایک عید ہوجائے گی؟ شعبان کے عمل سے اس کا اظہار ہو بھی گیا کہ اختلاف وانتشار ہنوز باقی ہے۔ اور حضرت ہم تو صحیح اور راجح پر عمل کے مکلّف ہیں، انتشار اور فتنے حق سے دبیں گے مرجوح سے کبھی بھی دب نہیں سکتے۔ حضرت آپ جیسے اہل علم و اہل فتوی اور استاذ حدیث ہی مرجوح پر عمل فرمائیں گے تو راجح پر عمل کرنے والے کون ہوں گے؟ ''الاخذ بالاحتیاط فی العبادة واجب'' [1] تو آپ کی نظر میں ہوگا۔

---

[1]...... احتیاط: کے بعض معانی یہ ہے:

(۱)...... معاملات میں زیادہ عزم اور وثوق والے پہلو کو اختیار کرنا۔

(۲)...... غلطی سے احتراز کرنا۔

(۳)...... بچنا، اجتناب کرنا، اسی معنی میں لفظ احتیاط مشہور محاورہ ''اوسط الرأی الاحتیاط''میں استعمال ہوا ہے، یعنی بہترین رائے وہ ہے جس میں احتیاط ہو۔

بہت سے فقہی احکام احتیاط کی بنیاد پر ثابت ہوتے ہیں ''مسلم الثبوت'' کے شارح شیخ عبد العلی انصاری احتیاط وجوبی کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

تیسویں رمضان کا روزہ، اس میں اصل وجوب ہے، بادل کا عارض پیش آنا اس وجوب میں مانع نہ

(۵)......دوعید کا ہونا انتشار ہے؟ اور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے تو دس وجوہات سے تحریر فرمایا ہے کہ رویت کے سلسلہ میں اتحاد ممکن نہیں۔ظاہر ہے جب اتحاد ممکن نہیں تو انتشار رہوگا۔

ہوگا، لہذا انتیسویں رمضان کا روزہ احتیاط کی بنا پر واجب ہوگا۔

(فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ' بهامش المستصفى ص۱۸۲ ج۲۔نیز دیکھئے!المعمتد ' لابى الحسين البصرى ص۲۷۸ ج۱،طبع: دمشق۔موسوعہ فقہیہ (اردو) ص۱۷۴ ج۲، بعنوان: احتیاط)

احتیاط کسی مسئلہ میں اس رائے اور طریقہ کو ترجیح دینے کا نام ہے جس میں شک وشبہ اور احتمال کم ہو۔ علامہ جرجانی نے اس کی تعریف ''حفظ النفس عن الوقوع فى العالم'' سے کی ہے۔

(كتاب التعريفات ص۲۲)

امام ابو الحسن کرخی رحمہ اللہ (متوفی :۳۴۰ھ) لکھتے ہیں کہ: احتیاط اللہ تعالی کے حقوق میں برتی جائے گی، بندوں کے حقوق میں نہیں، مثلا اگر نماز کے بارے میں جائز اور فاسد ہونے کا شبہ پیدا ہو جائے تو احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرلیا جائے۔(قاموس الفقہ ص۱۴۱ ج۲، بعنوان: احتیاط)

احتیاط کا مطلب فقہائے حنفیہ کے نزدیک یہ ہے:''العمل باقوى الدليلين ''یعنی دو دلیلوں میں جو قوی ہو،اس پر عمل کرنے کا نام احتیاط ہے۔

(دروس مظفری ص۳۰۳ ج۳، باب ما جاء فى القراء ة خلف الامام)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے ایک بحث میں احتیاط کے پہلو پر بحث فرماتے ہوئے مذہب اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کیا ہی عمدہ جملے نقل کیے ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

''فلله درّ هذا الشرع الطاهر فقد حسم مادة الفساد ، ومن لم يحط فى الامور يقع المحذور وفى المثل : لا تسلم الجرة فى كل مرة ''۔

(شامی ص۵۴۹ ج۹، باب الاستبراء و غيره ، كتاب الحظر والاباحة، (ط: مكتبة دار الباز، مكة المكرمة)

اس شریعت مطہرہ کا کیا کہنا کہ اس نے فساد کے مادہ ہی کو خاکستر کر ڈالا، یہ مسلم ہے کہ جو لوگ ان امور میں احتیاط نہیں کرتے ناجائز کام میں مبتلا ہوتے ہیں، مثل مشہور ہے کہ:''گھڑا ہر بار نہیں بجتا'' (کبھی ٹوٹ ہی جاتا ہے)۔(اسلام میں غیر فطری عمل کی قباحت اور سزا،ص۱۷)

(۶):......پھر حضرت آپ تو ماشاء اللہ معتمد اور اچھے مفتی ہیں، علامہ شامی کی تصریح سے آپ یقیناً ناواقف نہیں ہوں گے۔علامہ شامی رحمہ اللہ نے مرجوح قول پرفتوی کوصحیح نہیں قرار دیا اور راجح قول پرفتوی دینے کوضروری فرمایا ہے۔مقلد کے لئے (خواہ وہ مفتی ہو یا قاضی) کسی حال میں بھی غیر راجح قول پرفتوی دینا جائز نہیں،اور فی الجملہ مجتہد کے لئے بھی اصل حکم یہی ہے،یعنی اگر دلائل متعارض نہ ہوں اور وہ ترجیح سے عاجز نہ ہوتواس پر بھی اپنے نزدیک راجح قول ہی کی اتباع لازم ہے۔علاوہ ازیں ابن حجر مکی،علامہ ابن صلاح،علامہ باجی مالکی اور علامہ قاسم بن قطلو بغارحمہم اللہ وغیرہ مشائخ سے بھی غیر راجح پرفتوی دینے کی ممانعت منقول ہے۔(فتوی نویسی کے رہنما اصول ص۵۱)

وعلی هذا ، فلا يجوز العمل أو الافتاء بالمرجوح۔(اصول الافتاء وادابہ ص۱۷۴)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے!’’المصباح فی اصول المفتی ومناهج الافتاء‘‘۔

اتنا لکھا تھا کہ یاد آیا کہ راقم نے’’مرغوب الفتاوی‘‘ کے مقدمہ میں اس پر قدرے تفصیل سے لکھا ہے،اس کو بھی یہاں نقل کردوں:

قول راجح پرفتوی

پھر جواب میں اس قول کو اختیار کرے جو علماء کے نزدیک راجح ہو،مرجوح کو ہرگز اختیار نہ کرے،مگر یہ کہ کوئی ایسی خاص وجہ ہو اور دلائل کی روشنی میں یہی راجح نظر آئے۔

ان الواجب علی من اراد ان یعمل لنفسه أو یفتی غیره ان یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه ، فلا یجوز له العمل أوالافتاء بالمرجوح الا فی بعض المواضع وقد نقلوا الاجماع علی ذلک۔

جو شخص خود عمل کا ارادہ کرے یا غیر کو حکم بتائے دونوں صورتوں میں اس پر واجب ہے کہ

اس قول کی پیروی کرے جسے علماء مذہب نے راجح قرار دیا ہے،لہذا مرجوح پرعمل یا فتوی دینادرست نہیں ہے،بجز چند خاص مواقع کے،فقہاء نے اسی اصل پر اجماع نقل کیا ہے۔

ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:" **وکلام القرافی دال علی ان المجتهد والمقلد لا یحل لهما الحکم والافتاء بغیر الراجح لانه اتباع للهوی**"۔

قرافی کا کلام بتاتا ہے کہ غیر راجح پر فتوی دینا یا فیصلہ کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے خواہ وہ مجتہد ہو یا مقلد، کیونکہ اس وقت خواہش نفس کی پیروی ہوگی جو بالاتفاق حرام ہے۔ مختصر یہ کہ اگر صاحب نظر اور صاحب بصیرت ہے تو دلائل اور اس کی قوت پر نظر کر کے راجح پہلو پرعمل کرے اور فتوی دے اور اگر مسائل میں بصیرت تامہ حاصل نہیں ہے تو علماء مذہب کے قول پرعمل کرے:

اما الحکم والفتیا بما هو مرجوح فخلاف الاجماع۔(عقود رسم المفتی ص۳)

قول مرجوح پر فیصلہ کرنا اور فتوی دینا اجماع کے خلاف ہے۔(مرغوب الفتاوی ص۱۵۷ ج۱)

(۷):...... کیا ہمارے اکابر کی کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے کہ انہوں نے راجح سے مرجوح کی طرف رجوع فرمایا ہو؟ غلط سے صحیح کی طرف اور مرجوح سے راجح کی طرف رجوع تو اکابر کا ثابت ہے۔

(۸)...... ہمارے اکابر نے جب کسی مسئلہ سے رجوع فرمایا اور کسی عالم نے، بلکہ شاگرد اور چھوٹے تک نے ان سلسلہ میں بات کی یا خط وکتابت کی تو جواب ضرور دیا، اور مسئلہ میں مزید اشکال وجواب سے اعراض نہیں فرمایا، ہاں کئی مرتبہ کی اشکالات وجوابات کے باوجود بھی مسئلہ میں شرح صدر نہ ہوا تو معذرت فرمادی، لیکن اول مرتبہ میں معذرت نہیں فرمائی۔ اس لئے آپ کی بزرگانہ اور عالمانہ شخصیت سے بھی یہی توقع ہے کہ بزرگوں کی اتباع میں

راقم کے عریضے کا جواب ضرور مرحمت فرما کر تشفی فرمائیں گے۔

(۹)......آخر میں اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ اور حضرت مولانا ......صاحب مدظلہما و دامت برکاتہما کی بزرگی اور تقوی وطہارت کا دل سے اعتراف اور اعتقاد کے باوجود اس مسئلہ میں رجوع کو میں ادبا نا جائز اور خیانت وغیرہ الفاظ سے تعبیر نہیں کرتا، البتہ تسامح کے لفظ سے ضرور تعبیر کرتا ہوں، ہمارے اکابر نے مسائل میں اختلاف میں بزرگی اور اعتقاد اور تقوی وطہارت کو معیار حق نہیں بنایا بلکہ مسئلہ کے دلائل پر نظر رکھ کر درست وصحیح اور غلط کا فیصلہ فرمایا ہے۔ عریضہ میں پورا احتیاط برتنے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی شان میں کوئی ادنی گستاخی نہ ہو اور کوئی ایسا لفظ نہ لکھوں جس میں آپ کی ادنی توہین کا شائبہ ہو، تاہم انسان ہوں اگر کوئی جملہ حضرت کی شان عالی کے خلاف بے اختیاری میں لکھ دیا گیا ہو تو دل سے معافی کا طالب ہوں۔ فقط طالب دعا:

مرغوب احمد لاجپوری

جواب از: حضرت موصوف مدظلہم

بسم الله الرحمن الرحيم

محترم المقام مولانا مرغوب احمد صاحب زید مجدکم وعليكم السلام ورحمة الله و بركاته

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، جواباً عرض اینکہ احقر کے نزدیک مذکورہ رویت ہلال کا مسئلہ جواز وعدم جواز کا نہیں ہے، اختلاف تنوع ہے اختلاف تضاد نہیں ہے۔ ......میں جب یہ اختلاف شروع ہوا اور علماء کی مجلس ہوئی ......تو بندہ نے اپنی رائے ظاہر کردی تھی کہ جمعیۃ علماء کے فیصلہ پر عمل کرنا جائز ہے، لیکن اس سے احوط کوئی شکل علماء کے مشورہ سے وجود میں آتی ہو تو احقر کو اختلاف نہیں ہوگا، چنانچہ ......علماء نے مختلف مجالس منعقد

کر کے ایک فارمولہ تیار کیا، احقر بھی شریک رہا، بعد میں اس پر عمل کرنے کی وجہ سے جب شدید اختلاف وانتشار رہوا ۱؎ تو غور وفکر اور استخارہ و بزرگوں کے مشورہ سے ۲؎ احقر جس کو اپنے زعم میں سمجھتا تھا احوط بمعی (اختلاف سے نکلنا احوط ہے) یہ عمل دلائل کی روشنی میں ترک کر دیا، ۳؎ جس کی تائید حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تحریر سے بھی ہوتی ہے جس کی کاپی آپ پر بھیجی تھی، حضرت تحریر فرماتے ہیں ''بشہادت قلب سے معلوم ہو جائے کہ........ مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کے لئے اولی یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے، دلیل اس کی یہ حدیثیں ہیں۔ (الفتح الربانی، بحوالہ: الاقتصاد فی التقلید والاجتھاد)

احقر کی مسجد میں الحمد للہ ایک ہی عید ہو رہی ہے۔ ۴؎ آپ کی رائے عالی کے مطابق پھر انتشار کا شکار ہونا مجھ جیسے ضعیف وناتواں کی طاقت سے باہر ہے، آپ ہی جیسے عالی ہمتوں کا کام ہے، اللھم زد فزد، فقط: العبد.........عفی عنہ

۷/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ

۱؎......اس جملہ سے راقم کو اتفاق نہیں، اس لئے کہ اختلاف تو شروع ہی سے تھا، اور ہماری معلومات میں حضرت مولانا......اور حضرت موصوف مدظلہما کے رجوع کے بعد انتشار زیادہ ہوا، جس پر کئی قرائن و دلائل ہیں، طوالت کے خوف ان کا ترک مناسب ہیں۔

۲؎......حضرت موصوف کی اس تحریر سے بھی اتفاق مشکل ہے، اس لئے کہ مسائل میں استخارہ اور بزرگوں کا مشورہ کے کیا معنی؟ مسائل میں تو دلائل کی قوت پر فیصلہ ہوتا ہے۔

۳؎......کیا بہتر طریقہ یہ نہیں تھا کہ جن علماء سے مل کر ایک احوط قول کی طرف اقدام کیا گیا تھا، رجوع کے وقت بھی ان کو اعتماد میں لیا جاتا اور ان سے مشورہ کر کے ان کو مطمئن کر کے دوسری رائے اختیار کی جاتی کہ اہل علم کی ایک جماعت کے ساتھ جو ایک طرح کا معاہدہ تھا، اس کی خلاف ورزی لازم نہ آتی۔

۴؎......جب آپ راجح پر عمل کر رہے تھے اس وقت بھی آپ کی مسجد میں تو ایک ہی عید ہوتی تھی، پھر کس انتشار سے بچنے کے لئے حضرت والا کو مرجوح پر عمل کرنے کی ضرورت پیش آئی؟

راقم کا آخری عریضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی.......صاحب مدظلکم ودامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب والا کا گرامی نامہ موصول ہوا، اور ساتھ ہی دار العلوم کورنگی کے ایک تفصیلی فتوی کا کچھ حصہ بھی، (مکمل فتوی ارسال خدمت ہے) اسی طرح ''بخاری شریف'' کے درس والا رسالہ سنیہ بھی ملا، انشاء اللہ استفادہ کروں گا۔

حضرت والا! رویت ہلال کے موضوع پر یہ آخری عریضہ لکھ رہا ہوں، اس لئے کہ میرا مقصد آپ سے مناظرہ و بحث ومباحثہ ہر گز نہیں تھا، مجھے تو آپ جیسے اہل حق، اہل علم سے راجح پر عمل کی امید تھی، اس لئے آپ کے ارسال فرمودہ کاپی کے جواب میں چند باتیں لکھی تھیں۔

یہ عریضہ بھی صرف آپ کے ارسال کردہ فتوی کے ایک ادھورے حصہ کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔ اگر آپ یہ نہ بھیجتے تو میں یہ عریضہ بھی نہ لکھتا۔

حضرت! ایسا لگتا ہے کہ آپ نے دار العلوم کراچی کے فتوی کو بغور ملاحظہ نہیں فرمایا، اس کا سوال دوبارہ غور سے پڑھئے اور پھر جواب دیکھئے! تو آپ کا دل گواہی دے گا کہ جواب سوال کے مطابق نہیں ہے، بلکہ بیجا مصلحت پر مشتمل ہے۔ مثل مشہور ہے کہ:

''سوال از آسماں جواب از ریسماں''۔ اور ''سوال دیگر جواب دیگر''

اس فتوی کا تفصیلی جواب ارسال کر رہا ہوں، مطالعہ فرما کر فیصلہ فرمائیں کہ جواب مناسب ہے یا غیر مناسب۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جواب لکھنے والے مفتی عثمان صاحب

مدظلہ برطانیہ کے باشندے اورسعودی رویت پرعمل پیرا ہیں، پھر وہ کیسے اس کے خلاف جواب لکھنا گوارہ کریں گے؟۔

تعجب اس فتوی سے زیادہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جیسے جبال علم کی تصدیق سے ہے۔بہرحال آپ اس فتوی کا علمی جواب ضرور ملاحظہ فرمالیں۔

عرصہ ہوا اس کی کاپی دارالعلوم کورنگی کے دارالافتاء اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ پرارسال کردی گئی ہے،مگراب تک جواب کا انتظار ہے۔

حضرت والا نے انتشار سے بچنے کے لئے مرجوح پرعمل گوارہ فرمالیا، جبکہ راقم اپنے پہلے عریضہ میں دلائل سے لکھ چکا تھا کہ مرجوح پر نہ عمل جائز ہے نہ فتوی۔اورآپ کی بستی کا انتشار ہنوز باقی ہے، بلکہ شدت پر ہے۔

دوسری بات حضرت! آپ نے جن دلائل سے مرجوح پرعمل فرمایا، ان کے جوابات راقم دوسرے عریضہ میں تفصیل سے دے چکا ہے۔ساتھ ہی جو کاپی آپ نے ارسال فرمائی تھی، اس میں مرجوح پرعمل کرنے والے کے لئے جو شرائط لکھی ہیں اس پر ایک نظر فرمالیں،اس میں ہے کہ:

’’اور جس مسئلے میں کسی عالم وسیع النظر، ذکی الفہم، منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے، یا کسی عامی کو ایسے عالم سے، بشرطیکہ متقی بھی ہو، بشہادت قلب معلوم ہوجاوے کہ اس مسئلے میں راجح دوسری جانب ہے‘‘ الخ۔(الفتح الربانی ص۲۶۲)

اور حضرت بقول حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے: یہ ساری باتیں فہم سلیم اور تفقہ فی الدین چاہتی ہیں، یہ محض کتابوں سے حاصل نہیں ہوتی اس کے لئے کسی کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے۔(انعام الباری ص۲۱۳/۲۱۴ ج۲)

کیا حضرت والا! اس وقت کوئی راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر عمل کرنے والا یہ دعوی کر سکتا ہے کہ: وہ وسیع النظر ہے، ذکی الفہم ہے، منصف مزاج ہے، اوراس کی اپنی تحقیق ہے؟ فہم سلیم اور تفقہ فی الدین کی صفت سے متصف ہے؟ میں سمجھتا ہوں ہم سب نرے مقلد ہیں، اوران اوصاف سے یکسر خالی ہیں، ہم میں ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں شاید کوئی ایک ان اوصاف کا حامل ہو تو بسا غنیمت، اس لئے آپ کے ارسال فرمودہ واختیار فرمودہ دلائل کی وجہ سے بھی مرجوح پر عمل جائز نہیں ہے۔

آپ نے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ:

’’پھر انتشار کا شکار ہونا مجھ جیسے ضعیف وناتواں کی طاقت سے باہر ہے، آپ جیسے عالی ہمتوں کا کام ہے، اللھم زد فزد‘‘۔

حضرت والا! کاش آپ جیسے ضعیف وناتواں‘ بقول آپ کے’’ ہم جیسے عالی ہمتوں‘‘ کی ہمت افزائی فرما کر اور راجح پر عمل پیرا رہتے تو بہت ممکن ہے ایک وقت ایسا آتا کہ اور مرجوح پر عمل کرنے والے بھی راجح پر عمل کرتے۔

بہت تعجب اور سخت حیرانی ہے کہ آپ نے عالی ہمتوں کے ساتھ اتحاد کے بجائے انتشار سے بچنے کے لئے اپنی بستی کے انتشار کرنے والوں کے ساتھ اتحاد فرمالیا، جنہوں نے آپ جیسے بستی کے مؤقر علماء کی نہ صرف یہ کہ اطاعت نہیں کی، بلکہ مخالفت کر کے انتشار کو ہوا دی اور آپ جیسے ارباب افتاء اور اہل علم کے پائے استقامت کو بھی جمنے نہ دیا، حالانکہ اسی جماعت کے بارے میں آپ بستی ہی کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرما چکے تھے کہ (یہ گروہ مسجد کے علاوہ): ’’اپنی عید کی نماز کسی دوسری جگہ ادا کرلیں‘‘۔

مسجد میں ان کو نماز سے اس لئے روکا جارہا تھا کہ یہ انتشار کرنے والے تھے۔

آ گے اسی فتوی میں حضرت والا نے اسلام میں اتحاد اور اتفاق کی تاکید کی اہمیت بیان فرمائی، اور فتوی میں اسی گروہ کو ترغیب دی گئی تھی کہ: انتشار نہ کریں بلکہ علماء بستی کے ساتھ اتحاد کریں۔

جس گروہ کو آپ اتحاد کی ترغیب دے رہے ہیں، ان کو مسجد میں نماز عید ادا کرنے سے منع فرمارہے ہیں، اسی کے ساتھ اتحاد باعث تعجب نہیں؟

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

حضرت! عجیب بات ہے کہ اہل علم عوام کی مخالفت کی وجہ سے راجح اور درست عمل کو چھوڑ کر مرجوح پر عمل کے لئے تیار ہوتے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے کہ اپنے راجح عمل پر جم کر عوام کو راجح پر لائے نہ کہ ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' عربی میں مثل مشہور ہے: ''دُرْ مع الدّار حیثُ دَارَ'' غالباً اسی کا ترجمہ اردو میں ہے: ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: '' و ھمج رعاع اتباع کل ناعق ' یمیلون مع کل ریح ' لم یستضیئوا بنور العلم ' ولم یلجأوا الی رکن وثیق '' [۱]

[۱]...... پوری روایت بڑی عمدہ نصائح پر مشتمل ہے، اس لئے اسے حاشیہ میں نقل کرتا ہوں:
کمیل بن زیاد کی روایت ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ جنگل کی طرف لے گئے، جب تھوڑا آگے پہنچے گہرا سانس لیا پھر فرمایا: اے کمیل! یہ دل برتنوں کی مانند ہیں، ان میں سب سے اچھا برتن وہ ہے جو زیادہ محفوظ کرتا ہو میں تمہیں جو کچھ کہوں اسے یاد رکھو، لوگوں کی تین قسمیں ہیں: عالم ربانی، متعلم جو نجات کی راہ میں نکلا ہو۔ ناکارہ لوگ جو ہر بولنے کے پیچھے چل پڑتے ہیں، جس طرف کی ہوا ہو اسی رخ چل پڑتے ہیں، اور علم کے نور سے روشن نہیں ہوتے، اور کسی قابل اعتماد چیز کا سہارا نہیں لیتے۔

یعنی: نا کارہ لوگ جو ہر بولتے کے پیچھے چل پڑتے ہیں، جس طرف کی ہوا ہو اسی رخ چل پڑتے ہیں، اور علم کے نور سے روشن نہیں ہوتے، اور کسی قابل اعتماد چیز کا سہارا نہیں

اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے، علم تمہاری چوکیداری کرتا ہے، جبکہ تم مال کی حفاظت کرتے ہو، علم عمل پر ابھارتا ہے، مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ اے کمیل! عالم کی محبت دین ہے جو دین کے قریب لاتی ہے، اور عالم علم سے دینداری کو پہنچتا ہے، اور رب تعالی کی اطاعت اختیار کرتا ہے، مرنے کے بعد اسے اچھائی سے یاد کیا جاتا ہے، جبکہ مال مرتے ہی زائل ہو جاتا، اور دوسروں کی ملکیت میں چلا جاتا ہے۔ عالم حاکم ہے اور مال محکوم ہے۔ اے کمیل! مال کے خزانے ختم ہو جاتے ہیں اور اصحاب مال زندہ رہتے ہیں، جبکہ علماء (ایک طویل) زمانہ تک زندہ رہتے ہیں گو ان کے اجساد گم ہو جاتے ہیں، لیکن ان کی امثال دلوں میں زندہ رہتی ہیں۔

پھر فرمایا: یا اللہ! میں نے علم کو حاصل کیا ہے، اور بے خوف نہیں ہوں کہ آلۂ دین کو دنیا کے لئے استعمال کیا جائے، اور اللہ تعالی کی حجتوں کو کتاب اللہ پر غالب کیا جائے بایں طور کہ اہل حق کے لئے منقاد ہوں، ایسا نہیں کہ دل میں شک ہو، یا اللہ! ایسا نہیں کہ خواہشات کی قید میں جکڑا ہوں، یا اموال جمع کرنے کے درپے ہوں، چونکہ یہ چیزیں دین کی اصلیت سے نہیں ہیں، بلکہ یہ چیزیں تو چرنے والے چوپایوں سے زیادہ مشابہت رکھتی ہیں، اسی طرح علم حامل علم کے مرنے سے مرجاتا ہے۔ پھر فرمایا: یا اللہ! زمین اللہ تعالی کی حجت کے قائم کرنے والے سے خالی نہیں رہتی یا تو بظاہر مشہور ہوتا ہے یا ڈرا سہا ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالی کی حجتیں اور ان کے دلائل باطل نہ ہوں، ان لوگوں کی تعداد کیا ہے؟ سو یہ لوگ تعداد میں کم ہوتے ہیں، اللہ تعالی کے ہاں ان کا مرتبہ اور مقام بلند ہوتا ہے، انہی کے ذریعے اللہ تعالی اپنی حجتوں کا دفاع کرتا ہے، ان لوگوں کا علم حقیقی علم ہوتا ہے، یہ یقین کے کمال کو پہنچے ہوتے ہیں، تکبر کرنے والوں سے کوسوں دور ہوتے ہیں، جاہلوں کی وحشت زدہ چیزوں سے مانوس ہوتے ہیں، وہ دنیا میں اپنے اجساد کے اعتبار سے ہوتے ہیں، جبکہ ان کی روحیں مقام اعلی میں ہوتی ہیں۔ اے کمیل! یہ لوگ اللہ تعالی کے خلفاء ہوتے ہیں جو زمین پر رہ رہے ہوتے ہیں، ذوق وشوق کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کے دین کے داعی ہوتے ہیں، اور رب تعالی کی رویت کے متمنی ہوتے ہیں، میں اپنے لئے اور تمہارے لئے رب تعالی سے استغفار کرتا ہوں۔

(كنز العمال، العلم، باب في فضله والتحريص عليه، رقم الحديث:۲۹۳۹۱)

لیتے۔

چلو کہ ہم بھی زمانے کے ساتھ چلتے ہیں نہیں بدلتا زمانہ تو ہم بدلتے ہیں

ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ: اگر فتنہ کا خوف ہو تو عوام کو چھوڑ دو، وہ جو چاہے عمل کریں، مگر اہل علم صحیح اور راجح قول پر عمل کریں۔ گاؤں میں جمعہ کی جائز نہیں، پھر بھی اگر عوام ایسی بستی میں جمعہ ادا کریں تو انہیں پڑھنے دو، مگر علماء اس میں شرکت نہ کریں۔ ''فتاوی قاسمیہ'' میں ہے: اگر جمعہ بند کرنے کی صورت میں فتنے اور سخت اختلاف کا خطرہ تو انہیں ویسے ہی چھوڑ دیا جائے، لہذا جو پڑھے لکھے علماء ہیں ان کو وہاں جمعہ پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (فتاوی قاسمیہ ص ۲۰۱ ج ۹، سوال نمبر: ۳۵۲۹)

حضرت ! اس عریضہ میں بھی اس بات کا اظہار مناسب ہے کہ مجھے آپ اور حضرت مولانا مدظلہما کی ذات سے کوئی عداوت ونفرت نہیں، صرف ایک مسئلہ سے اختلاف ہے۔ آپ کی بزرگی اور شخصیت کی قدر ومنزلت کے باوجود اس مسئلہ میں اختلاف پر اپنے کو مجبور پاتا ہوں۔

حضرت والا ! میری طرف سے اب جواب کا مطالبہ نہیں ہے، اگر حضرت خود مناسب سمجھیں اور جواب مرحمت فرمانا چاہے تو حضرت والا کی مرضی۔ راقم حضرت کے جواب سے استفادہ کرے گا۔

اس عریضہ میں کوئی جملہ حضرت کی شان کے خلاف آ گیا ہو تو دل سے معافی کا طالب ہوں۔ اللہ تعالی علماء برطانیہ کو ''راجح'' پر عمل پیرا ہونے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے، آمین۔ فقط طالب دعا: مرغوب احمد لاجپوری

۱۰/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ، مطابق ۲۹/دسمبر ۲۰۱۷، بروز جمعہ

رویت ہلال اور حساب فلکیات

کیا شریعت میں حساب کا کوئی اعتبار نہیں؟ رویت ہلال میں حساب کا اعتبار ہے؟ امکان رویت کی قید کے دلائل کیا ہیں؟ وغیرہ امور کو اختصار کے ساتھ اس رسالہ میں جمع کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی سخر لنا الشمس والقمر ، وصلی اللہ علی سیدنا و سید الجن والبشر ، امابعد!

کیا شریعت میں حساب کا کوئی اعتبار نہیں

اشکال:......شریعت میں حساب کا کوئی اعتبار نہیں۔اورمراکش وافریقہ کے متبعین حضرات حساب پر عمل کرتے ہیں۔

جواب:......جواباً عرض ہے کہ مطلق یہ کہہ دینا کہ شریعت میں حساب کا کوئی اعتبار نہیں۔اس نظریہ پرنظرثانی کی ضرورت ہے۔

بیشمار مسائل میں شریعت نے حساب کا اعتبار کیا ہے، چند مثالیں

(۱)......زکوۃ کی فرضیت کے بعد کس قدر زکوۃ ادا کی جائے گی، کیا یہ حساب نہیں؟

(۲)......صدقۂ فطر کس مقدار سے ادا کیا جائے گا، کیا یہ حساب نہیں؟

(۳)......فدیہ صوم کی مقدار' کیا یہ حساب نہیں ہے؟

(۴)......فدیۂ نماز کی مقدار' کیا یہ حساب نہیں ہے؟

(۵)......میراث کا علم اور وراثت کی تقسیم تو مکمل حساب ہی پر ہوگی۔اگر حساب کا اعتبار نہیں تو وراثت کس طرح تقسیم کی جائے گی؟

(۶)......عورت کی عدت وفات چار ماہ دس مہینے ہیں، کیا یہ حساب نہیں؟

(۷)......جس عورت کو حیض نہیں آتا اس کی عدت طلاق تین ماہ ہوگی، کیا یہ حساب نہیں ہے؟

(۸)......روزہ کا کفارہ اگر قمری تاریخ سے شروع نہ کیا جائے تو پورے ساٹھ دن ہیں، کیا یہ

حساب نہیں؟

(۹)...... حج میں اگر کسی قارن یا متمتع کے پاس قربانی کی گنجائش نہیں ہے تو شریعت کی طرف سے اس کی اجازت ہے قربانی کے عوض میں وہ دس روزے رکھے، تین روزے یوم النحر سے پہلے اور سات روزے بعد میں۔ یہ دس کی گنتی حساب نہیں؟

(۱۰)......مسافت سفر: ۴۸ ؍میل ہے، اور اکابرین دیوبند کے اکثر فتاوی میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ کیا: ۴۸ ؍میل حساب ہے یا اس پر کوئی نص وارد ہے؟ ؎۱

یہ چند مثالیں سرسری غور سے جو ذہن میں آگئیں درج کردی ہیں، ورنہ کوئی محقق تتبع و تلاش کرے تو اس میں اور اضافہ کی گنجائش ہے۔

علوم کی دو قسمیں ہیں: خالص دینی علم، خالص دنیوی علم

اس بات کی وضاحت بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ دراصل علوم کی دو قسمیں ہیں:

(۱):......خالص دینی علم۔

؎۱...... **میل سے مراد شرعی ہے یا انگریزی؟**

میل سے مراد شرعی ہے یا انگریزی؟ علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ کہ میل سے مراد انگریزی میل ہے۔ اور ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ میل سے مراد شرعی میل ہے، اور یہی زیادہ صحیح اور احتیاط والا مسلک ہے۔ (مرغوب الرسائل فی عمدۃ المسائل ص ۲۳۹ ج ۱)

میل شرعی، میل انگریزی اور کیلومیٹر میں فرق

میل انگریزی، میل شرعی سے: ۱۳۶۳. ۱؍ چھوٹا ہوتا ہے، کیونکہ میل انگریزی: ۱۷۶۰ ؍گز کا ہوتا ہے۔ اور کیلومیٹر شرعی میل سے: ۸۲۸. ۱؍ چھوٹا ہوتا ہے، اس لئے کہ کیلومیٹر صرف ۱۰۹۳.۶۹ ؍گز کا ہوتا ہے۔ اور کیلومیٹر انگریزی میل سے: ۶۰۹۲. ۱؍ فیصد چھوٹا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ۴۸ ؍میل شرعی: ۵۴.۵۴۵ ؍میل انگریزی ہوگا۔ اور: ۸۷.۸۲ ؍کیلومیٹر ہوگا۔ (مرغوب الرسائل فی عمدۃ المسائل ص ۲۴۳ ج ۱)

(۲):......خالص دنیوی علم۔

پہلی قسم کا علم بقدر ضرورت سیکھنا ہر مسلمان پر لازم اور فرض عین ہے۔ضرورت سے زائد مثلا علوم شرعیہ میں کمال پیدا کرنا تو یہ فرض کفایہ ہے۔ دوسری قسم کا علم مباح ہے، بشرطیکہ اس سے ضرر پہونچانے کی نیت نہ ہو۔مباح علم اگر اس نیت سے سیکھتا ہے کہ اس سے اسلام کی خدمت کریں گے اور انسانوں کو راحت پہونچائیں گے،خود غرضی مقصود نہ ہو تو اس کو اجر و ثواب ملے گا۔(فتاوی ندوۃ العلماء ص ۱۴۱ ج ۱)

امام غزالی رحمہ اللہ نے طب اور علم حساب کو سیکھنا فرض کفایہ فرمایا ہے

امام غزالی رحمہ اللہ نے تو اسی لئے طب اور علم حساب کو سیکھنا فرض کفایہ فرمایا ہے۔

’’واما ما ليس علما شرعيا ويحتاج اليه فی قوام امر الدنيا كالطب والحساب ففرض كفاية ايضا ، نص عليه الغزالی‘‘۔

(کتاب المجموع شرح المھذب ص ۶۵ ج ۱۔فتاوی ندوۃ العلماء ص ۱۴۱ ج ۱)

سورج گرہن کے موقع پر جو حضرات حساب کا انکار کرتے ہیں انہوں نے بھی اپنی اپنی مساجد میں کئی دن پہلے اعلان کیا کہ جمعہ کی صبح کو سورج گرہن کی نماز پڑھی جائے گی،اگر حساب کا کوئی اعتبار نہیں تو ان حضرات نے کیوں اعلان کیا اور کروایا؟

رویت ہلال میں حساب کا اعتبار ہے؟

اشکال......شریعت نے رویت ہلال میں حساب کا اعتبار قطعاً نہیں کیا، پھر بعض لوگ حساب کا اعتبار کیوں کرتے ہیں؟

جواب...... یہ تو صحیح ہے کہ شریعت نے چاند کا اعتبار حساب پر نہیں کیا بلکہ رویت پر کیا ہے۔ایسا لگتا ہے بعض حضرات کو علماء کی عبارت کے سمجھنے میں مغالطہ ہوگیا ہے، علماء لکھتے ہیں کہ:

”ولا عبرة بقول الموقتين ولوعدولا على المذهب (در مختار) (قوله ولا عبرة بقول الموقتين) اى فى وجوب الصوم على الناس “۔(شامی ج۲ص۱۲۶/۱۵)

ترجمہ:......موقتین (حساب داں) کی بات معتبر نہیں ہے، یعنی ان کے حساب کی وجہ سے عوام الناس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”سائنسی یا حسابی وغیرہ تخمینے کی بنیاد پر یکم شوال یا ایک رمضان مقرر کر کے نماز عید ادا کر لینا یا روزہ رکھ لینا درست نہ ہوگا۔(منتخبات نظام الفتاوی ج۱ص۱۳۱)

ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ حساب داں یوں کہے کہ مثلاً :۳؍اپریل کی شام کو امکان رویت ہے کہ رمضان کا چاند نظر آسکتا ہے اور :۳؍کی شام کو چاند نظر نہ آیا تو اہل حساب کی بات مان کر:۴؍اپریل کو رمضان شروع کرنا جائز نہیں۔

یا مثلاً حساب داں یوں کہے کہ:۳؍مئی کو شوال کا چاند نظر آنا ممکن ہے اور:۳؍مئی کو چاند نظر نہ آیا تو:۴؍مئی کو بغیر چاند دیکھے عید منانا جائز نہیں، اور یہ بالکل صحیح ہے۔اس کا مطلب قطعاً وہ نہیں جو بعض حضرات سمجھ رہے ہیں کہ حساب کا اعتبار نہیں اور امکان رویت سے

پہلے چاند کی اکی دکی گواہی آجائے اور حال یہ ہے کہ مطلع بالکل صاف ہوتو ان کی گواہی قبول کر لی جائے اور حساب کا اعتبار نہ کیا جائے۔شریعت ایسی اندھی نہیں، یہ دین متین قیامت تک کے لئے ہے، وہ اہل حساب کا چیلنج نہ صرف قبول کرسکتا ہے بلکہ اس پر مکمل بالا دستی رکھتا ہے، اور سائنس کی موافقت ہی نہیں کرتا بلکہ وقت آنے پر اس کو جھکا دیتا ہے، اس کے سامنے جھکتا نہیں۔

ورنہ علماء نے چاند کے منازل میں حساب کا اعتبار کیا ہے۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ان حساب محاسبی منازل القمر معتبر''۔(حاشیہ ترمذی ص۳۳۲)

یعنی چاند کی منزلوں کی تعیین میں حساب داں کے حساب کا اعتبار ہے۔

شامی میں ہے:

''وفی مختارات النوازل لصاحب الهداية : اِن علم النجوم فی نفسه حسن غير مذموم ، اذ هو قسمان : حسابی وانه حق ، وقد نطق به الكتاب ، قال الله تعالى : ﴿الشمس والقمر بحسبان﴾ [الرحمن:۵] ای سيرهما بحساب ، واستدلالی بسير النجوم وحركة الافلاک على الحوادث بقضاء الله تعالى وقدره ، وهو جائز كالاستدلال الطبيب بالنبض من الصحة و المرض، ولو لم يعتقد بقضاء الله تعالى أو ادعى الغيب بنفسه يكفر ، ثم تعلم مقدار ما يعرف به مواقيت الصلوة والقبلة لا بأس به ، اه''۔

(شامی ص۱۲۸ج۱، المقدمة ، مطلب فی التّنجيم والرّمل ، طبع : مكتبه بن باز ، مكة المكرمة۔ شامی ص۳۸۵ج۶،باب المرتد ، كتاب الجهاد ، مطلب فی دعوى علم الغيب ، طبع : مكتبه بن باز ، مكة المكرمة)

ترجمہ:......صاحب ہدایہ کی ''مختارات النوازل'' میں ہے کہ:علم نجوم کا حصول فی نفسہ برا نہیں ہے، اصل میں اس کی دوقسمیں ہیں: ایک حسابی، اور وہ حق ہے، اللہ تعالی نے بھی قرآن کریم میں اس کو بیان فرمایا ہے: ، دوسری قسم استدلالی ہے، اور وہ ستاروں کے چکر آسمان کی حرکت سے حوادثات پر استدلال کرنا اللہ تعالی کی تقدیر اور اس کی قدرت کے تحت، یہ بھی جائز ہے، جیسے طبیب کا نبض دیکھ کر مرض وصحت پر استدلال کرنا، ہاں اللہ تعالی کی تقدیر پر اعتقاد نہ رکھے یا اس علم سے نفس علم غیب کا دعوی کرے تو کفر ہے۔ پھر اس علم کا نماز کے اوقات اور قبلہ کی جہت کی معرفت کے خاطر اس حد تک جتنی ضرورت ہے حاصل کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کا ماہرین فلکیات کے قول سے ثبوت پیش کرنا

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے اختلاف مطالع کی بحث کرتے ہوئے ماہرین فلکیات کے قول سے مسئلہ کے ثبوت کا کس قدر واضح ثبوت پیش کیا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

''وھو الاشبہ ...... لان انفصال الھلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما فی دخول الوقت وخروجہ ، وھذا مثبت فی علم الافلاک والھیأۃ ''۔

ترجمہ:...... یہی رائے زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ چاند کا سورج کی کرنوں سے خالی ہونا علاقوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، جیسا کہ اوقات (نماز) کی آمد ورفت میں، اور یہ فلکیات اور علم ہیئت کے مطابق ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

(طحطاوی ص ۴۳۶، ط: بولاق مصر۔ جدید فقہی مسائل ص ۲۰ ج ۲)

امکان رویت کی قید کے دلائل

اشکال :......ایک اشکال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آپ حضرات نے رویت کے سلسلہ میں امکان رویت کی قید کہاں سے نکالی؟

جواب:......اہل حساب و ماہرین فلکیات کے نزدیک جس دن چاند کی رویت ممکن نہ ہو، ایسے وقت میں اکی دکی شہادت یقیناً رد کردی جائے گی،اس لئے ضروری ہے کہ اس دور پر فتن میں جس میں جھوٹ اور کذب عام ہو(جس کی خبر خود آنحضرت ﷺ نے بھی دی ہے کہ ''ثم یفشو الکذب ''یعنی پھر جھوٹ پھیل جائے گا) ماہرین فلکیات سے بھی تحقیق کی جائے کہ آج چاند کے نظر آنے کا امکان ہے یا نہیں؟ اگر اس دن رویت ممکن نہ ہوتو ایسی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی۔اب چند اکابر کی تحریریں پڑھئے جن میں صاف لکھا ہے کہ رویت کے سلسلہ میں اہل حساب کی بات کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(۱)......حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''برطانیہ میں چاند دیکھنے کی کوشش جغرافیائی امکان کی روشنی میں کی جائے گی''۔

اور کمال یہ ہے کہ اس کے بارے میں لکھا کہ:''رویت ہلال کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا جو سنت نبوی ﷺ میں بتایا گیا ہے''۔(فتاوی رحیمیہ ج۹ص۴۱۷)

حضرت رحمہ اللہ تو جغرافیائی امکان کی روشنی کو سنت کا طریقہ ارشاد فرمارہے ہیں،غور فرمائیے۔

(۲)......حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اگر کوئی شہادت دے کہ قران شمس وقمر سے پہلے نیا چاند دیکھا ہے تو یہ شہادت باطل و غیر معتبر ہے اس لئے کہ یہ شہادت عقلا ونقلا ہر طرح سے غلط ہے''۔

دیکھئے! حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کس قدر کھل کر فرما رہے ہیں کہ باطل اور غیر معتبر ہے۔

(۳)......حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''قمری ماہ کا شروع ہونا چاند دیکھنے پر موقوف ہے، فلکیات کے اس فن سے اس میں اتنی مدد تو لی جاسکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یا نہیں''۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳ ص ۲۶۱)

(۴)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

''سعودی علماء کی بہ نسبت علماء عصر کا کہنا ہے کہ جب چاند کا دیکھنا عقلاً ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں جو شہادت پیش ہو رہی ہے وہ شہادت متہم ہے، اور متہم ہونے کی وجہ سے ایسی شہادت معتبر نہیں ہونی چاہئے، اور اس کی بنیاد پر فیصلہ بھی نہیں کرنا چاہئے''۔

دار العلوم کے ایک اور فتوی پر حضرت موصوف کے تصدیقی دستخط ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''ہماری رائے بھی یہی ہے کہ ہر شہادت قطعی نہیں ہوتی، بلکہ اس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے، نیز فلکیاتی قواعد و حساب قطعی ہیں، لیکن ان کے استخراج میں غلطی کا احتمال ہے، لہذا اگر شہادت فلکی حساب کے خلاف ہو تو اسے رد کر دیا جائے گا بشرطیکہ فلکی حساب ماہرین نے بیان کیا ہو۔

(۵)......مولانا مفتی محمد فیصل صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اگر فلکیاتی حساب کے مطابق چاند سورج سے پہلے غروب ہو چکا ہو (اور یہ ایسا ہی یقینی ہوگا جیسے دائمی نقشے کے مطابق مغرب کا وقت ہونے میں ہمیں سورج ڈوبنے کا یقین ہو جاتا

ہے)تو ایسی صورت میں گواہی کو محض حسابات کی بنیاد پر رد کرنا ممکن ہوگا۔

(۶)......حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

’’ان سب باتوں کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اسلام کے فطری وطبعی مذہب ہونے اور شرعی احکام کے عقل سلیم کے مطابق ہونے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس میں کوئی بات ایسی نہ ہو جو فطرت صحیحہ اور عقل سلیم سے واقعۃً ٹکراتی ہو...جیسا کہ مشہور مالکی عالم اور اصول فقہ کی شہرۂ آفاق کتاب ’’الموافقات‘‘ کے مصنف ابواسحاق شاطبی نے ثابت کیا ہے، چنانچہ کتاب مذکور کا ایک عنوان یہ ہے:

كل معنى لا يستقيم مع الاصول الشرعية او القواعد العقلية لا يعتمد عليه‘‘

اسی بنا پر یہ کہنا غالباً غلط نہ ہوگا کہ اگر بدیہی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں روز رویت عقلاً ممکن نہیں ہے، اس روز کی رویت ثابت ماننا خلاف شریعت ہوگا....اسی قاعدے کی روشنی میں بلا تکلف یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی ثقہ شخص نئے چاند دیکھنے کی گواہی ایسی صورت میں دیتا ہے جبکہ عقلاً رویت محال ہو تو اس کی گواہی رد کر دینی چاہئے.....اہل فن (علم ہیئت کے ماہرین) کہتے ہیں کہ سورج، چاند کی رفتار کی بابت حساب قطعی اور یقینی ہوتا ہے، اس بات کی فی الجملہ تائید قرآن کی متعدد آیات سے بھی ہوتی ہے.......بنا بریں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں چاند دیکھنے کا دعوی کرتا ہے جبکہ عقلاً اس کا نظر آنا یعنی حسابی طور سے اس کا دیکھا جانا ممکن نہ ہو تو یہی کہا جانا چاہئے کہ اس شخص کو وہم ہوا ہے‘‘۔(موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل ص ۷۶/۷۷/۷۸)

چونکہ کسی بات کے عقلاً ناممکن ہونے کی صورت میں اس پر شرعاً بھی گواہی قبول نہیں کی جاتی، اس لئے اگر کسی تاریخ کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس روز عقلاً رویت ممکن

نہیں تو پھر اس دن پر رویت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کی قرارداد میں ہے:

''رویت ہی پر اعتماد کرنا واجب ہے، البتہ فلکیاتی حساب اور رصدگاہوں سے مدد لی جائے گی تاکہ احادیث نبوی اور سائنسی حقائق دونوں کی رعایت ہو سکے۔

(شرعی فیصلے ص ۹۵)

(۷)......فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی کا فتوی:

''البتہ فلکیاتی تحقیق سے اس قدر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو اس روز رویت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے، اور جس دن فنی اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جا سکتا ہے''۔(جدید فقہی مسائل ص ۲۶ ج ۲)

(۸)......ایک تفصیلی فتوی دار العلوم کراچی کا مصدقہ مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم درج ذیل ہے:

''اسلامی ملک کے ریڈیو اسٹیشن سے وہاں کے قاضی یا حاکم کی طرف سے چاند کے ہونے کا اعلان خود انہیں کی آواز میں سنا جائے، یا وہاں کی قومی خبروں میں قاضی کا فیصلہ سنا جائے، بشرطیکہ اس ملک میں اس دن رویت ممکن بھی ہو۔(فتوی دار العلوم کراچی: ۱۴۱۹ھ)

(۹)......جامعہ ڈابھیل کا فتوی:

''رہی بات سوال میں مذکور طریقہ کار کی کہ مقامی رویت کا اہتمام اور اس میں ماہرین فلکیات سے مدد لینا، اس طور پر کہ ان کی خبر کو خبر کی حد تک محدود رکھا جائے حرف آخر نہ مانا جائے تو اس کی گنجائش ہے''۔(فتوی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، مصدقہ: مفتی احمد صاحب خانپوری)

(۱۰)......جامعہ فاروقیہ کراچی کا فتوی:

’’یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ شریعت نے ظاہری طور پر بصر انسانی سے چاند دیکھنے کا مکلّف بنایا ہے، لہذا اسی پر اکتفا کیا جائے، البتہ امکانی رویت کی تاریخ یا چاند کی عمر وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ماہرین فلکیات کی طرف رجوع کرنے میں حرج نہیں، لیکن ان معلومات پر یقین رکھنا لازم نہیں‘‘۔(دارالافتاء جامعہ فاروقیہ، کراچی)

(۱۱)......حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کا ارشاد:

’’یہاں ایک اور بات پر تنبیہ ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ چاند کے معاملہ میں حساب کا اعتبار نہیں، مگر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ کچھ بے دین مسلمان سعودیہ کی رویت کو منوانے کے لئے رویت کی جھوٹی گواہی دیتے ہیں، پس ایسی صورت میں اگر حساب کو اس حد تک مان لیا جائے کہ اگر امکان رویت نہ ہو تو گواہی قبول نہ کی جائے، میری ناقص رائے میں اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۲)......حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب: ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’رہا حساب داں جس تاریخ کو امکان رویت بتاتے ہیں اس دن سے پہلے اگر رویت ہلال کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور یہ جمہور کے تعامل کے بھی خلاف ہے۔

(۱۳)......حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’دل میں یہ بات آئی کہ کاش ایسی کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف کیا جائے جو آسان زبان میں ہو، اور جس میں دنیا کے سبھی ممالک کے اہم مقامات پر امکان رویت کا دن درج

ہو، اور اس میں ہر ماہ قران شمس وقمر یا تولید قمر یعنی نیومون کا دن اور وقت بھی دکھایا جائے، پھر اسے ہر ملک کے اعلان رویت کے ذمہ دار حضرات تک پہونچایا جائے تاکہ وہ حضرات جس دن ان کے یہاں مطلع پر امکان رویت ہی نہیں، اس دن رویت ہلال کی شہادت قبول کرنے میں حزم واحتیاط کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو سکیں''۔

(سوانح مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری، ص۲۱۲ تا ۲۱۴)

ان تحریرات سے معلوم ہوا کہ امکان رویت کی قید کوئی شریعت کے خلاف نہیں، بلکہ اس پر مضبوطی سے قائم رہا جائے تو رویت کے سلسلہ میں ہونے والی بے احتیاطی سے کامل طور پر بچا جا سکتا ہے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے کئی مسائل میں ماہرین کے قول پر اعتماد کیا ہے، جیسے مریض کے لئے افطار کی رخصت، تداوی بالحرام میں مسلم ماہر طبیب کا قول معتبر ماننا۔ ہمارے علماء اور ارباب افتاء نے کان میں دوا ڈالنے سے روزہ نہ ٹوٹنے کے متعلق ماہرین کے قول کی وجہ سے قدیم فقہاء کے قول کے خلاف فتوی دیا۔ اقطار فی الاحلیل اور اقطار فی فرج المرأۃ میں فقہاء نے کس کا قول معتبر مانا ہے؟ وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

اسی طرح رویت ہلال میں بھی قرائن کا اعتبار کیا جائے گا، مثلا جب ماہرین فلکیات دعوی کریں کہ آج رویت ممکن نہیں، یا ابھی چاند کی ولادت نہیں ہوئی، اس وقت اکی دکی گواہی رد کر دی جائے گی، ہاں جم غفیر شہادت دیں تو شہادت پر فیصلہ ہوگا، اور ماہرین فلکیات کا قول رد کر دیا جائے گا، مگر ایسا ہونا ممکن نہیں، کہ ماہرین فلکیات دعوی کریں کہ آج رویت ممکن نہیں یا چاند کی ولادت نہیں ہوئی اور جم غفیر شہادت دیں، واللہ اعلم۔

علامت وقرائن پر احکام کی مزید تفصیل اگلے صفحہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

علامات وقرائن پر فیصلہ کرنا...... قرآن کریم سے بہترین استدلال

علامہ ابن فرحون مالکی رحمہ اللہ (م: ۷۹۹ھ) نے قرائن سے فیصلہ پر مدد لینے کی بابت تفصیل سے گفتگو کی ہے، اور قرآن وحدیث نیز سلف صالحین کے عمل سے اس پر استدلال بھی کیا ہے۔ ابن فرحون رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی خون آلود قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی تو آپ علیہ السلام نے ان کی تصدیق سے انکار فرمایا اور ان سے کہا کہ: بھیڑیا تو بڑا حلیم وبردبار تھا کہ یوسف علیہ السلام کو کھا گیا لیکن اس کی قمیص کو منہ بھی نہ لگایا۔ ظاہر ہے کہ یہ قرینہ ہی سے استدلال تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:
مسئلہ: ......یعقوب علیہ السلام نے کرتہ صحیح سالم ہونے سے برادران یوسف کے جھوٹ پر استدلال کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قاضی یا حاکم کو فریقین کے دعوے اور دلائل کے ساتھ حالات اور قرائن پر بھی نظر کرنا چاہئے۔ (قرطبی۔ معارف القرآن ص ۲۵ ج ۵)

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی خاتون کا تہمت لگانا اور اس کے فیصلہ کے لئے منجانب اللہ ایک شیر خوار بچہ کو قوت گویائی عطا کیا جانا اور اس بچہ کا کہنا کہ: اگر قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگانے والی سچی ہے، اور اگر پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام اس الزام سے بری ہیں۔ یہ بھی قرینہ ہی سے استدلال ہے، کیونکہ سامنے کپڑے کا پھٹا ہونا اس کے مقابلہ میں مظلوم کی طرف سے مدافعت کی علامت ہے اور پشت کی جانب سے کپڑے کا پھٹا ہونا حضرت یوسف علیہ السلام کے بے گناہ ہونے اور گناہ سے راہ نجات کی طرف بھاگنے کی علامت ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

پانچواں مسئلہ: ......اس میں یہ ہے کہ مقدمات اور خصومات کے فیصلوں میں قرائن اور علامات سے کام لیا جا سکتا ہے جیسا کہ اس شاہد نے کرتے کے پیچھے سے پھٹنے کو اس کی علامت قرار دیا کہ یوسف علیہ السلام بھاگ رہے تھے، زلیخا پکڑ رہی تھی، اس معاملہ میں اتنی بات پر تو سب کا فقہاء کا اتفاق ہے کہ معاملات کی حقیقت پہچاننے میں علامات اور قرائن سے ضرور کام لیا جائے جیسا کہ یہاں لیا گیا، لیکن محض علامات وقرائن کو کافی ثبوت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، واقعہ یوسف علیہ السلام میں بھی درحقیقت برأت کا ثبوت تو اس بچہ کی معجزانہ انداز سے گویائی ہے، علامات وقرائن جن کا ذکر کیا گیا ہے ان سے اس معاملہ کی تائید ہوگئی۔ (معارف القرآن ص۲۵ ج۵)

علامات وقرائن پر فیصلہ کرنا......احادیث سے

احادیث میں بھی متعدد مواقع پر آپ ﷺ سے قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ثابت ہے، مثلاً: لقطہ کہ آپ ﷺ نے اس کو دینے کا حکم فرمایا جو اس سامان کی علامت بتا دے۔ کنواری لڑکی کی خاموشی کو آپ ﷺ نے اس کی اجازت قرار دیا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہاں بھی قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کی نظیریں موجود ہیں، حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے ایسے شخص کے بارے میں حد جاری کرنے کا حکم فرمایا جس کے منہ میں شراب کی بدبو موجود ہو یا جو شراب کی قئی کرے۔ (دیکھئے! ''تبصرة الحكام على هامش : فتح العلى المالك ''ص۱۱۴/۱۱ج

(۱): ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو عورتوں کے پاس اپنے اپنے بیٹے تھے، اچانک ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے

بیٹے کو لے گیا، ایک عورت نے دوسری عورت سے کہا کہ: تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا ہے اور دوسری نے کہا: تیرے بیٹے کو لے گیا ہے۔ ان دونوں نے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ و السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا، حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کردیا، پھر وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس گئیں اور ان کو واقعہ سنایا، انہوں نے کہا: چھری لاؤ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کرکے دونوں کو ایک ایک ٹکڑا دیتا ہوں، تو چھوٹی عورت کہنے لگے نہ نہ، اللہ تعالی آپ پر رحم کرے، یہ اسی کا بیٹا ہے تب حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کردیا۔

(مسلم، باب اختلاف المجتهدين ، كتاب الاقضية ، رقم الحديث:۱۷۲۰)

تشریح:...... بڑی عورت نے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام سے کہہ دیا تھا: ٹھیک ہے آپ اس کے دو ٹکڑے کردیں، لیکن چھوٹی نے فورا کہا: نہ نہ آپ اسی کو دے دیں، اس قرینے سے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے جان لیا کہ بچہ اسی کا ہے، تب ہی یہ اس کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوئی، اور بڑی کا بچہ نہیں ہے، کیونکہ وہ تو اس کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی تھی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرینہ بھی حجت ہے۔

(۲):......حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک انصاری نے جھگڑا کیا، پتھریلی زمین سے پانی کی نالی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغوں میں آرہی تھی، انصاری نے کہا: اس پانی کو میرے لئے چھوڑ دو، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا، پھر وہ دونوں یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! پہلے تم پانی سے اپنے باغ کو سیراب کرو، پھر یہ پانی اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو، انصاری اس فیصلہ سے غضب

ناک ہوا، اوراس نے کہا: آپ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا کہ: یہ آپ کا پھوپھی زاد ہے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دینے کے بعد پانی روک لو، یہاں تک کہ وہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی ہے: ﴿فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم﴾۔ (سورۂ نساء، آیت نمبر:٦٥)

(ابوداؤد، باب فی القضاء ، اول کتاب القضاء ، رقم الحدیث:۳٦۳۷۔ترمذی، [باب] ومن سورۃ النساء ، ابواب تفسیر القرآن ، رقم الحدیث:۳۰۲۷)

تشریح:...... چونکہ اس پتھریلی زمین میں پانی کی نالی سے پہلے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ میں پانی آتا تھا، اس لئے نبی کریم ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے اس باغ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پانی دیں گے، اور پھر وہ انصاری پانی دے گا، اور یہ قرینہ کی بنیاد پر فیصلہ ہے۔

(۳):......حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: زمانہ جاہلیت میں قسامت کا رواج تھا، نبی کریم ﷺ نے اس رواج کو برقرار رکھا، انصار کا ایک شخص یہود کے قلعہ میں مقتول پایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے یہود سے ابتدا کی اور ان پر پچاس قسمیں لازم کیں، یہود نے کہا: ہم ہرگز قسم نہیں کھائیں گے، رسول اللہ ﷺ نے انصار سے کہا: کیا تم قسم کھاؤ گے، انہوں نے قسم کھانے سے انکار کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہود پر دیت لازم کردی، کیونکہ مقتول بہرحال ان کے علاقہ میں پایا گیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲٦۳ ج۱۴، باب ما جاء فی القسامۃ ، کتاب الدیات ، رقم الحدیث: ۲۸۳۸۳)

مسئلہ:...... جب کوئی کسی محلّہ میں مقتول پایا جائے تو اس محلّہ والوں پر لازم ہے کہ ان کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ خدا کی قسم! نہ ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں، اس قسم کے بعد وہ دیت ادا کریں گے۔

(المبسوط ص۱۰۶ ج۲۶ ۔مطبوعہ: دارالمعرفہ، بیروت۔تبیان القرآن ص۸۴۰ ج۵)

قسامت کا معنی:...... ''قسامت'' مصدر ہے، قسم کھانے کے معنی ہیں، فقہ میں دعوی قتل کی بابت مکرر قسم کو کہتے ہیں۔ (المغنی ص۳۸۲ ج۸)

کوئی شخص کسی محلّہ، گلی یا آبادی میں مردہ پایا جائے اور اس پر قتل کی علامت ہو، جیسے: زخم ہو، مار پیٹ کا نشان ہو، گلا گھونٹنے کی علامت ہو، کان، آنکھ سے خون نکلا ہو تو مقتول کے ولی کو حق دیا جائے گا کہ وہ اہل محلّہ میں سے پچاس اشخاص کا انتخاب کرے، ان سے قسم لی جائے گی کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا اور نہ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو اگر مقتول کے اولیاء نے اہل محلّہ کے خلاف قتل عمد کا دعوی کیا ہے تو اہل محلّہ پر اجتماعی طور پر دیت لازم کردی جائے گی، اور اگر دعوی قتل خطاء کا ہے تو ان کے عاقلہ رشتہ دار و متعلقین تین سال کی مدت میں قتل خطاء کی دیت ادا کریں گے۔

(شامی ص ص۴۰۱ ج ۵/۲ ۔قاموس الفقہ ص۴۹۸ ج۴)

فقہاء نے بیشمار مسائل میں قرائن کا اعتبار کیا ہے

فقہاء نے بیشمار مسائل میں قرائن کا اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ قبلہ معلوم کرنے کے مسئلہ میں ہواؤں کے چلنے اور ستاروں کے نکلنے کی جگہوں سے قبلہ کی تعیین کو درست قرار دیتے ہیں۔ (نہایۃ المحتاج ص۴۲۳ ج۱، طبع: مصطفی الحلبی)

اسی طرح مسئلہ بلوغ میں اکثر فقہاء زیر ناف بال اگنے کو بلوغ کی نشانی اور ''امارۃ''

(علامت) قرار دیتے ہیں۔

(الدسوقی ص۲۹۳ ج۳، طبع: الحلبی ۔نہایۃ المحتاج ص۳۴۷ ج۱۔القیلوبی ص۳۰۰ ج۲۔المغنی ص ۵۰۹ ج۴، طبع الریاض)

قضا میں قرائن سے مدد لینا

قرائن بھی ان امور میں سے جن کے ذریعہ قاضی صحیح نتیجے تک پہنچنے میں مدد لیتا ہے، اسی لئے فقہاء نے قرائن کو شرعی حجتوں میں شمار کیا ہے۔ابن نجیم رحمہ اللہ ابن غرس رحمہ اللہ سے ان ذرائع کو نقل کرتے ہیں جن پر فیصلہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے......

پھر قرائن کی مثال دی ہے کہ ایک انسان کسی گھر سے نکلتا ہے، چاقو اس کے ہاتھ میں ہے، جو خون سے تر بہ تر ہے، نکلنے والے کی رفتار تیز ہے اور اس پر خوف کی کیفیت ہے، فوراً ہی لوگ اندر داخل ہوتے ہیں تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک انسان ابھی ابھی ذبح کیا ہوا پڑا ہے، خون سے لت پت ہے، کوئی دوسرا شخص نہ گھر میں موجود ہے اور نہ باہر نکلتے ہوئے دیکھا گیا، تو وہی شخص قاتل تصور کیا جائے گا، کیونکہ صورت حال پوری طرح اس کے قاتل ہونے کا یقین دلاتی ہے۔(البحر الرائق ص۲۰۵ ج۷)

ابن فرحون رحمہ اللہ نے قرائن وعلامات پر فیصلہ کی بابت پچاس ایسی جزئیات نقل کی ہیں جن پر فقہاء کا اتفاق ہے، مثلاً یہ کہ شب زفاف میں شوہر کے پاس جو عورت پیش کی جائے، اس کے لئے اس سے استمتاع درست ہوگا، گو ایسے گواہان موجود نہ ہوں جو بتائیں کہ یہی تمہاری بیوی ہے۔

اگر گھر میں صاحب خانہ کی طرف سے کوئی چھوٹا بچہ گھر میں آنے کی اجازت دے تو یہ بھی کافی ہے۔

اسی طرح مہمان کے لئے گنجائش ہے کہ میزبان سے صریح اجازت لئے بغیر صراحی کا پانی پیئے یا تکیہ استعمال کرے، وغیر ذالک۔

(دیکھئے! ''تبصرة الحکام''ص۱۱۵ج۲،اوراس کے بعد: **فصل فی بیان عمل فقھاء الطوائف الاربعة بالحکم والقرائن والامارات**)

نوٹ:......تفصیل کے لئے دیکھئے! قاموس الفقہ ص۴۹۷ج۴،لفظ''قرینہ''۔موسوعہ فقہیہ ص۲۹۴ج۶،لفظ:''امارة''۔

علم فلکیات کی اہمیت

اس مختصر رسالہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ علم فلکیات اور علم ہیئت کی اہمیت کیا ہے؟ اکابر امت کے اس علم کے متعلق کیا خیالات ہیں، اور مسلمان ماہرین نے اس علم میں کیا کمال پیدا کیا اور کس طرح اس علم کو جلا بخشا۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

کیا علم فلکیات بیکار علم ہے؟

اشکال:...... علم فلکیات تو ایک مفروضہ علم ہے، اور یہ غیروں کا علم ہے، اس کا شریعت سے کیا تعلق؟

جواب:...... بعض حضرات تو اپنے مسلک کی تائید اور اس کو صحیح ثابت کرنے میں یہاں تک پہنچ گئے کہ علم فلکیات بالکل بیکار اور ردی میں ڈال دینے کے لائق ہے۔ علم ہیئت وفلکیات کے بارے میں اسلاف کی کچھ آراء نقل کرتا ہوں، ان سے پتہ چلے گا کہ کیا یہ علم بیکار ہے یا قابل تحصیل؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حامل قرآن اگر علم ہیئت کو حاصل کرے گا تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوگا۔ اور دلیل کے طور پر قرآن کریم کی آیت ﴿ان فی اختلاف اللیل والنهار﴾ پڑھتے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ: علم نجوم وہیئت بھی علوم نبوت میں سے ہے' کاش میں اس کو اچھی طرح حاصل کرتا۔ اور فرماتے ہیں: میری تمنا ہے کہ میں سات ستاروں اور بارہ برجوں کا علم حاصل کروں۔

میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: علم نجوم کی تکذیب نہ کرو، کیونکہ یہ بھی علوم نبوت میں سے ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے مناقب میں یہ لکھا ہے کہ: ان کی تالیفات میں ایک کتاب علم ہیئت پر ہے جس میں اوقات کے حساب اور چاند کی منزلوں پر بحث کی گئی ہے۔

کتاب ''تقریب البعید'' میں ہے کہ: علم ہیئت کے اہم فوائد اور اجل مقاصد میں سے چاند سورج کی گردش کا حساب بھی ہے، جس کے ذریعہ سمت قبلہ کی معرفت ہوتی ہے، اس

لئے ان کا جاننا ضروری ہے، اور شریعت مطہرہ میں یہ بات یقینی ہے کہ جیسے نماز فرض ہے اسی طرح اس کی ادائیگی کے لئے اوقات صحیحہ اور سمت قبلہ کا صحیح رخ معلوم کرنا بھی، اور اس پر سب علماء متفق ہیں۔ (اسلامی ماہ و رویت ہلال شریعت اور علم فلکیات کی روشنی میں ص ۳۹)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: میں نے ہیئت جدیدہ کے بہت سے قواعد کو دیکھا ہے وہ قرآن وسنت کے نصوص کے خلاف نہیں۔

(معارف القرآن ج۶ ص ۴۸۰)

نوٹ: ...... مفتیِ بغداد علامہ آلوسی رحمہ اللہ کو اس بیکار اور مفروضہ علم کی تحقیق کی کیا ضرورت تھی؟

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: رویت ہلال کے ثبوت وعدم ثبوت کے فیصلہ کے بارے میں قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم ہیئت سے واقف ہو، اگر علم ہیئت سے خود واقف نہ ہو تو کسی واقف و ماہر سے رابطہ رکھے تا کہ چاند کی رویت کی شہادت بصیرت کے ساتھ قبول ورد کر سکے، نیز قاضی کو چاند وسورج کی گردش اس کے قرب وبعد اور چاند کا آفتاب کی شعاعوں سے نکلنا قوس نور وغیرہ امور علم ہیئت سے معرفت ہونی چاہئے۔

(العلم المنشور ص ۲۶۔ اسلامی ماہ اور رویت ہلال شریعت علم فلکیات کی روشنی میں ص ۳۹)

یہی بات علامہ جوہری طنطاوی نے لکھی ہے۔ (حوالہ بالا)

حضرت مولانا یعقوب صاحب بھوپالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مجھے طب اور فلکیات کے مطالعہ سے اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرنے اور اس کی نشانیوں کو سمجھنے میں سب سے زیادہ مدد ملی، اتنی کسی علم سے نہیں ملی"۔

(ماہنامہ "ملیہ" فیصل آباد جمادی الاخری ۱۴۳۴ مطابق اپریل رمئی ۲۰۱۳ء ص ۳۴)

نوٹ:...... تعجب ہے کہ ایک اللہ کا ولی اور عارف باللہ شخص تو اللہ کی معرفت کے حصول کا ذریعہ اور علم کے مقابلہ میں علم طب اور علم فلکیات کو بتلاتا ہے، اگر یہ علم اس قدر مفروضہ ہوتا تو ایک عارف کی یہ گواہی کے کیا معنیٰ؟

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ جیسے خانقاہی بزرگ کے نزدیک اس علم کی کیا قدر ہے؟ اس کا اندازہ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کی اس تحریر سے لگایئے! حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ:

سائنس کی کھوج اور تحقیق اور معلوماتی خبروں سے خاص شغف تھا، مصنوعی سیاروں کی زمین کے مدار پر گردش اور چاند تک پہونچنے کی کوششوں کے متعلق ہر خبر کو وہ غور سے سنتے، ایٹمی آلات، میزائل، راکٹ اور نئی نئی سائنسی ایجادات وغیرہ کے بارے میں معلوماتی خبروں کی طرف پورا دھیان فرماتے، مختلف ایجادات اور ایٹمی سرگرمیوں کو عالمی بھلائی کے کام میں لانے کی کسی خبر سے وہ مسرور و مطمئن ہوتے، چاند کے متعلق سائنسدانوں نے جو انکشافات کئے ہیں اور کھوج اور تحقیق کی جو سعی جاری ہے اس کے تازہ کوائف کے بارے میں اکثر دریافت فرماتے رہتے، چاند کے علاوہ اجرام فلکی سے متعلقہ سائنس دانوں کی تحقیق اور کاوشوں کی دوسری خبروں سے بھی دلچسپی کا اظہار فرماتے، اور اس قسم کی معلوماتی چیزوں کو بڑے غور سے سنتے، چاند تک انسانی رسائی کے بارے میں سائنس دانوں کی تگ ودو اور حیرت انگیز حالات کی کارکردگی، نئے نئے راکٹوں کی تیاری، اور اس ضمن میں آئندہ کی کوششوں کے بارے میں کسی شک وشبہ کا اظہار نہ فرماتے، بلکہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: یہ مغربی لوگ اولوالعزمی اور ہمت کے لحاظ سے جن ہیں جو دن رات نت نئے تجربات سے کھوج اور تحقیق میں لگے رہتے ہیں اور عجیب وغریب کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے

لئے مشکل اور جان جوکھوں کی مہمات سے ذرا نہیں گھبراتے''۔

(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری ص ۲۸۳و۲۸۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو ستاروں کا علم بھی اس حد تک سیکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جس سے بر و بحر کے راستے کی پہچان حاصل ہو جائے۔

وقال عمر : تعلموا من النجوم ماتهتدوا به فی البرّ والبحر ثم امسکوا۔

(شامی ص ۱۲۸ ج ۱، المقدمة ، مطلب فی التّنجیم والرّمل ، طبع : مکتبه بن باز ، مکة المکرمة)

فلکیات کے مسلمان ماہرین اوران کی قابل رشک خدمات

رہا یہ سوال کہ یہ تو غیروں کا علم ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ تاریخ سے عدم علم اور واقفیت کی کمی یا جہالت ہے جو ایسی باتیں کرتے ہیں، اس سوال کے جواب میں صرف ایک مضمون کا اقتباس نقل کرتا ہوں، تحقیق سے تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

فلکیات (astroknology) سائنس بہت ہی مشکل شعبہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ انسان اس میں ایسی حقیقتوں سے بحث کرتا ہے، جہاں تک رسائی حاصل کرنے سے وہ قاصر ہے، مسلمان سائنسدانوں کی اس میدان میں بڑی اعلی خدمات ہیں۔ مسلمان محققین میں غالبا اس سلسلے میں پہلا نام:

(۱):...... حکیم یحیٰ منصور (م: ۲۱۴ھ) کا ملتا ہے۔ یحیٰ منصور نے دمشق میں قاسیون نامی مقام پر رصد گاہ تعمیر کرائی تھی۔ ان کو فلکیات کا پہلا مصنف مانا گیا ہے۔ حکیم یحیٰ نے چانداور بعض سیاروں سے متعلق نئے انکشافات کئے، سیاروں کے متعلق سب سے پہلے اسی سائنس دان نے زیچ تیار (astronomical) کی اور اس کا نام خلیفہ وقت مامون

الرشید کی طرف نسبت کرتے ہوئے''زیچ مامونی'' رکھا۔

مامون الرشید کے دور میں فلکیات کا ایک اور محقق

(۲):......عباس بن سعید جوہری (م:۲۲۹ء) تھا، اس نے مامون سے دو رصد گاہیں تعمیر کروائی، ایک بغداد میں شماسہ کے مقام پر اور دوسری دمشق کے قریب قاسیون میں۔ ان رصد گاہوں کی تعمیر اور آلات رصدیہ کو نصب کرانا اور ان کی دیکھ بھال کرنا جوہری کے ذمہ تھا، اس نے اپنے تجربات اور مشاہدات کو ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا۔

اسی دور کا ایک اور ماہر فلکیات

(۳):......خالد بن ولید مروزی (م:۲۳۱ھ) ہے، اس نے سورج سے متعلق نئی نئی تحقیقات کیں، اور''زیچ مامونی'' کی ترتیب میں حکیم یحیٰ منصور کا تعاون کیا۔

اس دور کے چار سائنس دانوں کو فلکیاتی سائنس کا عناصر اربعہ کہا جاتا تھا، جن کے نام اس طرح ہیں: حکیم یحیٰ بن منصور، خالد بن ولید مروزی، سند بن علی اور عباس بن سعید جوہری۔ یہ اس دور کے بہت ہی ممتاز اور کلیدی سائنس داں تھے۔

مسلم سائنس دانوں میں ایک معروف نام:

(۴):......ابوعباس محمد فرغانی کا آتا ہے۔ یہ شخص علم ہیئت میں ید طولی رکھتا تھا، یہ دھوپ گھڑی کا موجد ہے، اسی نے طغیانی ناپنے کا آلہ ایجاد کیا، جس سے دریا کے پانی کا صحیح اندازہ ہوجاتا تھا، اور سیلاب کے بارے میں معلومات ہوتی تھیں۔ یہ بھی مامون رشید کے ایوان علم وحکمت سے وابستہ تھا۔

مامون کو خیال ہوا کہ زمین کی گھیر کی پیائش کی جائے، اس کے لئے اس نے سائنس دانوں اور انجینئروں کی ایک کمیٹی مقرر کی، جس میں قطب تارے کو بنیاد بنا کر زمین کی

پیمائش کی، ان سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق :۵۲/ ہزار :۹/میل ہے، موجودہ زمانہ کی تحقیق کے مطابق زمین کا گھیر :۲۴/ ہزار :۸۵۸/میل ہے، گویا ان دونوں کے درمیان صرف :۱۵۱/میل کا فرق ہے، جو کوئی بڑا فرق نہیں۔ اس سے فرغانی اور ان کے رفقاء کی مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فلکیات پر فرغانی کی ایک مشہور کتاب ''جامع علم النجوم'' کے نام سے ہے، جس کا لاطینی زبان میں بارہویں صدی ہجری میں ترجمہ ہوا، پھر جرمنی میں :۱۵۳۷ء اور فرانسیسی میں :۱۵۴۶ء میں اس اہم کتاب کا ترجمہ شائع ہوا۔

(۵):......علی بن عیسی اصطرلابی (م:۲۲۴ھ) کا نام فلکیاتی سائنس میں ایک ناقابل فراموش نام ہے، جس نے چاند، تاروں اور سورج کے درمیان فاصلوں کی پیمائش کا طریقہ ایجاد کیا، اور اسی نے سب سے پہلے آلۂ سدس (sex tant) تیار کیا، جس سے کم سے کم فاصلہ بھی جانا جا سکتا ہے۔ پہلے اجرام فلکی کی تحقیق میں اسی آلہ سے کام لیا جاتا تھا، موجودہ زمانہ میں ورنیر اسکیل (vernierscal) سے کام لیا جاتا ہے، جسے ایک فرانسیسی انجینئر نے سولہویں صدی میں ایجاد کیا ہے۔

(۶):......جابر بن سنان حرانی (م:۲۹۱ھ) بھی علم ہیئت کے ماہرین میں سے ہیں۔ ان کو فلکیاتی مشاہدات سے بڑی دلچسپی تھی، اس نے کئی آلات رصدیہ ایجاد کئے، جن میں ایک اہم آلہ ''کردی اصطرلاب'' (spherical astrolobe) سے معروف ہے، جس کے ذریعہ اجرام فلکیہ کے مشاہدات کے وقت اس کے فاصلہ کی پیمائش کی جا سکتی ہے۔

تیسری صدی ہجری میں ہی فلکیات کی ایک اہم شخصیت:

(۷):......ابوعبداللہ محمد بن جابر بنائی (م:۳۰۵ھ) کی ہے، زمین کی گردش اور سورج کی رفتار اس کی تحقیق کا اہم موضوع تھا۔ ان کی تحقیق ہے کہ سورج کی گذرگاہ کا جھکاؤ :۲/۱

:۲۳ / درجہ نہیں، بلکہ: ۲۳/ درجہ ۳۵/ منٹ ہے۔ جابر نے یہ بات بھی ثابت کی ہے کہ زمین سورج کے گرد جس مدار میں گھومتی ہے وہ دائرہ کی طرح گول نہیں ہے بلکہ بیضوی شکل کی ہے۔

اس نے علم ہیئت سے متعلق کئی نقشے تیار کئے، اور ان نقشوں کے مطابق زیچ (astronomical tables) تیار کی، جسے ''زیچ البنانی'' کہتے ہیں۔ جرمنی میں کئی بار یہ کتاب شائع ہوچکی ہے،اس کا ترجمہ پہلی مرتبہ لاطینی زبان میں :۱۱۱۳ء میں شائع ہوا،اس کے بعد یورپ کی متعدد زبانوں میں یہ اہم کتاب شائع ہوکر اہل علم و دانش کے درمیان قبول عام حاصل کرچکی ہے۔

بنانی کے شاگردوں میں ایک اہم نام:

(۸):.......حکیم ابومحمد العدلی القینی (م: ۳۷۷ھ) کا آتا ہے، یہ بھی علم فلکیات کے ماہرین میں تھے، رصد گاہوں کی تعمیر میں اس نے کئی نئے نئے آلات ایجاد کئے، اور رصد گاہوں میں ان کو نصب کیا۔ محمد بن جابر حرانی اپنے عہد کے بڑے دانش ور بھی تھے اور دولت مند بھی، انہوں نے ایک رصد گاہ تعمیر کی، جو مامون رشید کی رصدگاہ کے بعد سب سے اعلی معیار کی حامل سمجھی جاتی تھی، سیاروں کے باہمی فاصلہ کو بھی اس نے زیادہ درست طریقہ پر معلوم کیا اوراپنے تجربات کو کتابی شکل میں مرتب کیا۔

فلکیات میں ایک نہایت اہم نام:

(۹):.......ابوالحسن یونس صوفی (م: ۳۹۵ھ) کا آتا ہے، یہ نہایت ہی ذہین، حوصلہ منداور عالی دماغ ماہر ہیئت تھا،اوراس نے ایسی دریافتیں پیش کیں کہ آج بھی سائنس داں اس کی تحقیقات سے اتفاق کرتے ہیں۔اس نے جن چیزوں کو دریافت کیا ہے ان میں ایک اہم

مسئلہ دائرۃ البروج کے انحراف (inclination of the eciplic) کا ہے، جو ابن یونس صوفی کے نزدیک :۲۳ ؍درجہ:۳۵؍منٹ ہے، اور یہ جدید تحقیق کے مطابق ہے، صوفی نے ''اوج شمس'' (sun,s apogee) کا فلکی طول :۸٦؍درجہ:۱۰؍منٹ قرار دیا ہے، جو آج کی تحقیق سے پوری طرح ہم آہنگ ہے، اسی طرح صوفی کے نزدیک اعتدالیین کے استقبال (percession of equlnoxes) کی قدر (۵۱۴۲) سکنڈ سالانہ ہے، اس سلسلہ میں موجودہ زمانہ کی دریافت (۵۳۴۷) ہے، ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی معمولی فرق ہے۔ غرض یہ فلکیات کی تاریخ میں نہایت اہم سائنس داں ہیں اور حیرت انگیز طور پر آج تک ان کی تحقیقات جدید ترین تحقیق سے ہم آہنگ ہے۔

(۱۰):......فلکیات میں ابوالوفاء بوزجانی (م:۳۷۸ھ) کا گمنام نام بھی نا قابل فراموش ہے، جہاں وہ ایک ماہر ریاضی داں تھا، وہیں فلکیات کا ایک قابل قدر سائنسداں بھی، چنانچہ اس نے پہلی بار ثابت کیا کہ سورج میں کشش ہے، اور چاند بھی گردش کرتا ہے۔

(۱۱):......عمر خیام (م:۱۰۳۹ء) یوں تو ایک شاعر اور ادیب کی حیثیت سے معروف ہے، اور شاعری نے اسے بدنام بھی کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک زبردست سائنس داں بھی تھا، اور خاص کر فلکیات اس کا اصل موضوع تھا۔ ملک شاہ نے ایک اعلی درجہ کی رصد گاہ اصفہان میں تعمیر کرائی تھی، یہ رصد گاہ اس زمانہ میں ماہرین فلکیات کی تحقیق و ریسرج کا سب سے بڑا مرکز تھا، عمر خیام اس کا افسر اور نگراں تھا، اس نے نہایت گہرائی سے اجرام فلکی کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا، عمر خیام نے نہایت باریک بنی سے شمسی اور قمری سال کی پیائش کی، اور ثابت کیا کہ شمسی سال :۳٦۵؍دن :۵؍گھنٹے :۴۰؍منٹ کا ہوتا ہے، یہ تحقیق موجودہ تحقیق سے صرف (۱۱ء۳) سیکنڈ زیادہ ہے، اس سے عمر خیام کی مہارت کا

اندازہ کیا جاسکتا ہے۔قمری سال بہ مقابلہ شمسی سال کے:۱۱/دن چھوٹا ہوتا ہے،اس طرح: ۳۲/شمسی سال میں :۳۳/قمری سال ہوجاتے ہیں،سرکاری خزانہ کواس ایک سال کے اخراجات سے بچانے کے لئے عمر خیام نے یہ صلاح دی کہ مذہبی امورتو قمری تقویم سے متعلق رہیں اور مالی بجٹ اور تنخواہوں کی ادائیگی شمسی سال سے ہو۔شمسی سال میں ہر سال :۳۰/دن کے مہینے کے لحاظ سے ۵/دن بڑھ جاتے تھے،جس کو عرب ''کبیسہ'' کہتے تھے، خیام نے اس کے لئے یہ تدبیر کی کہ بعض مہینوں کو:۳۱: دن کا بنادیا،تاکہ ان کا مجموعہ ۳۶۵/ دن قرار پائے،پھر ۳۶۵/دن سال کے بعد بھی ہر سال قریب چھ گھنٹے زیادہ ہوتا تھا،اس کا حل یہ نکالا کہ ہر چوتھے سال میں ایک دن کا اضافہ کر کے:۳۶۶/دنوں کا سال قرار دیا، یہی شمسی تقویم ہے جو آج تک یورپ میں مروج ہے۔شمسی تقویم کی یہ اصلاح خیام کا ایسا کارنامہ ہے کہ اہل یورپ کو ہمیشہ ان کا شکر گذار اور احسان شناس ہونا چاہئے۔

غرض یہ ہمارے بزرگوں ہی کے علمی کارنامے ہیں جن سے روشنی حاصل کر کے یورپ ستاروں سے آگے اپنی کمند ڈالنے کے لئے فکر مند ہیں،اور ہم ایسے گرد کارواں ہیں کہ خود اپنے کارواں کو فراموش کر چکے ہیں۔(راہ عمل،از:ص۱۷۲تا۱۷۶ج ۲)

قرب قیامت اور

رویت ہلال

اس رسالہ میں مختصر طور پر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ بہت سے حضرات' کیا عوام کیا خواص' بڑا چاند دیکھ کر کہتے ہیں کہ: یہ دوسری کا چاند ہے' تیسری کا چاند ہے۔اس بات کی احادیث مبارکہ میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔اس موضوع کو احادیث مبارکہ اور علم فلکیات کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

پیش لفظ

حضرت نبی پاک ﷺ نے قیامت کی بے شمار علامتیں ارشاد فرمائیں ہیں۔ کتب احادیث' ان روایات سے بھری ہوئی ہیں۔ ان علامات میں سے ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی گئی کہ: رویت ہلال میں اختلاف ہوگا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: قیامت کے قریب پہلی کا چاند بڑا نظر آئے گا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: لوگ پہلی کے چاند کو بڑا دیکھ کر کہیں گے کہ: یہ تو دوسری یا تیسری کا چاند ہے۔ اور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ: پہلی کو چاند کو دوسری یا تیسری کا کہا جائے۔

اس وقت امت کے عوام ہی نہیں بلکہ خواص تک کی بڑی تعداد کی زبانی یہ بات بکثرت سننے میں آتی ہے کہ وہ حضرات اس ارشاد پاک کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے دھڑک چاند کو بڑا دیکھ کر یا دیر سے غروب ہوتا دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ چاند قطعا پہلی کا ہو ہی نہیں سکتا، کیا پہلی کا چاند اتنا بڑا کبھی ہوتا ہے؟ یا پہلی کا چاند کبھی اتنی دیر تک افق پر رہتا ہے؟ یقیناً یہ چاند دوسری کا ہے یا تیسری کا ہے۔ اور اس قول سے اپنے موقف کی تائید و توثیق مقصود ہوتی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اور عوام و خواص کے ان غیر شرعی جملوں کو سن کر کئی احباب نے تقاضا فرمایا کہ میں اس موضوع پر ایک مختصر سی تحریر لکھدوں۔ اول تو میں نے معذرت کی مگر اہل محبت کا تقاضا بلکہ حکم سے خلاصی کی کوئی راہ نہ مل سکی تو چند اوراق جمع کر لئے۔ اس تحریر میں تمام احادیث ماہنامہ ''بینات'' کے حضرت مولانا شریف صاحب ہزاروی مدظلہ کے مضمون سے ماخوذ ہیں۔ اللہ تعالی اس حقیر خدمت کو شرف قبولیت سے نواز کر اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين ،

قرب قیامت کی علامات میں چاند کا بڑا نظر آنا ہے

(۱):......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة ، وأن يرى لليلة ، فيقال هو ابن ليلتين))۔

(مجمع الزوائد ص۲۶۳ ج۳، باب فی الاهلة و قوله : صوموا لرؤيته ، كتاب الصيام ، رقم الحديث ۴۸۱۱:)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قرب قیامت کی علامات میں چاند کا بڑا نظر آنا ہے اور یہ کہ چاند پہلی رات کا دیکھا جائے گا اور کہا جائے کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔

قرب قیامت میں چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا

(۲):......عن انس رضی الله عنه قال: من اقتراب الساعة ان يرى الهلال قَبَلا ، فيقال لليلتين ، الخ۔(جمع الفوائد ص۱۴۷ ج۴)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا،اور (پہلی تاریخ کے چاند) کو کہا جائے گا کہ یہ دوسری کا ہے۔

(۳):......عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة ۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ: قرب قیامت کی علامات میں چاند کا بڑا نظر آنا ہے۔

(مجمع الزوائد ص۲۶۳ ج۳، باب فی الاھلة و قولہ : صوموا لرؤیتہ ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث :۴۸۰۸)

(۴):......عن عاصم بن بهدلة عن الشعب رضی الله عنهما ان : رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة وان یری الهلال ابن لیلة ، کانه ابن لیلتین۔ (السنن الواردہ ص۹۱۷ ج۴)

ترجمہ:......حضرت عاصم بن بہدلہ شعب رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قرب قیامت کی علامات سے ہے کہ ایک شب کا چاند ایسا دکھائی دے گا جیسا کہ دوسری شب کا ہوتا ہے۔

علامات قیامت میں سے ہے کہ پہلی کے چاند کو دوسری کا کہا جائے گا

(۵):......عن عمارة بن مهران قال سمعت الحسن رضی الله عنه یقول : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ان من اشراط الساعة ان یری الهلال للیلة ، فیقال هو للیلتین۔ (السنن الواردہ ص۹۱۷ ج۴)

ترجمہ:......حضرت عمارہ بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: علامات قیامت میں سے ہے کہ پہلی رات کا چاند دیکھا جائے گا اور کہا جائے کہ دوسری رات کا چاند ہے۔

(۶):......عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال : اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة یراه الرجل للیلة ، و یحسبه للیلتین۔ (السنن الواردہ ص۹۱۷ ج۴)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:قرب قیامت کی علامات میں سے چاند کا بڑا دکھائی دینا ہے،آدمی پہلی شب کا چاند دیکھ کر کہے گا کہ دوسری شب کا ہے۔

(۷):......عن ابی البختری رحمه الله قال : خرجنا للعمرة ، فلما نزلنا نخلة تراء ينا الهلال ، فقال : بعض القوم : هو ابن ثلاث ، وقال بعض القوم : هو ابن ليلتين ، فلقينا ابن عباس رضى الله عنهما فقلنا : انا رأينا الهلال فقال بعض القوم : هو ابن ثلاث ، وقال بعض القوم : هو ابن ليلتين ، فقال : اى ليلة رأيتموه ؟ قلنا : ليلة كذا و كذا ، فقال : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امده للرؤية فهو لليلة رأيتموه ،

''وفى رواية عنه ' قال : اهللنا رمضان و نحن بذات عرق ، فارسلنا رجلا الى ابن عباس رضى الله عنهما فقال ابن عباس رضى الله عنهما : قال : رسول صلى الله عليه وسلم :ان الله تعالى قد امده لرؤ يته ' فان اغمى عليكم فاكملوا العدة''۔

(مشکوة، باب رؤية الهلال ، الفصل الثالث)

ترجمہ:......حضرت ابوالبختری (سعید بن فیروز کوفی) رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ہم لوگ عمرہ کی غرض سے نکلے، جب ہم بطن نخلہ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) میں ٹھہرے تو چاند دیکھنے کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے۔چاند دیکھنے کے بعد بعض لوگوں نے کہا کہ: یہ چاند تیسری شب کا ہے اور بعض نے کہا کہ: دوسری شب کا ہے،اس کے بعد جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہماری ملاقات ہوئی تو ہم نے ان سے لوگوں کا حال عرض کیا،تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:تم لوگوں نے چاند کس رات دیکھا تھا؟ ہم نے کہا کہ: فلاں رات دیکھا تھا،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: (اللہ تعالی نے) رمضان کی مدت کو چاند دیکھنے پر موقوف فرمایا، لہذا چاند اسی رات کا ہے جس رات تم نے اسے دیکھا ہے۔

حضرت ابوالبختر ی رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے کہ: ہم نے ذات عرق (جو مذکورہ بالا بطن نخلہ کے قریب ایک مقام ہے) میں رمضان کا چاند دیکھا، چنانچہ ہم نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان سے تحقیق کی غرض سے بھیجا کہ یہ چاند کس رات کا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: اللہ تعالی نے شعبان کی مدت کو رمضان کا چاند دیکھنے تک دراز کیا ہے، لہذا اگر مطلع ابر آلود ہو تو (شعبان) کی گنتی پوری کرو اور اس کے بعد روزہ رکھو۔

تشریح: ...... ان مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ چاند کی رویت میں اختلاف قرب قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

دوسری یہ کہ قیامت کے قریب چاند بڑا نظر آئے گا اور پہلی کے شب کے چاند کو لوگ دوسری شب کا سمجھیں گے۔ اور کہیں گے کہ دوسری کا چاند ہے۔

اس طرح کہنے کی وجہ یہی ہوگی کہ پہلی کا چاند تو بہت باریک ہوتا ہے، اب جو دیکھ رہے ہیں تو چاند کا حجم اتنا محسوس ہوا کہ یہ قطعا پہلی کا نہیں ہوسکتا، حالانکہ وہ پہلی ہی کا چاند ہے، دوسری کا نہیں ہے۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حقیقت میں ناواقفیت ہے کہ اتنا بڑا چاند پہلی کا نہیں ہوسکتا یہ یقیناً دوسری کا ہے، دوسری وجہ صرف ہٹ دھرمی ہے کہ بعض حضرات ضد وعناد سے کہیں گے: یہ دوسری کا چاند ہے پہلی کا نہیں، کیونکہ رویت کے اختلاف کی وجہ سے ان جملوں سے ان کی تائید ہوتی ہے، جو حضرات ایک دن پہلے رمضان وعیدین مناتے ہیں، ان کو جب بڑا

چاند نظر آجائے تو لوگوں کو سمجھانے کا موقع مل جاتا ہے کہ دیکھو! اتنا بڑا چاند کبھی پہلی کا ہوسکتا ہے؟ اور عوام ان احادیث کو نہ جاننے کی وجہ سے واقعی تسلیم کر لیتے ہیں۔

ہمیں عوام سے تو کوئی زیادہ شکایت نہیں، لیکن وہ اہل علم جن کے سامنے یہ احادیث ہیں اور وہ طبقہ جو علم فلکیات پڑھا ہوا ہے اور سمجھتا ہے کہ چاند کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار چاند کی ولادت کے بعد کے وقفہ پر ہوتا ہے کہ، ان پر تعجب ہی نہیں افسوس بھی ہے۔ **فالی اللہ المشتکی۔**

ثبوت ہلال کے لئے رؤیت شرط ہے، چاند کے حجم کے بڑے، چھوٹے ہونے کا اعتبار نہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"**ای ان اللہ تعالی یخلقہ کبیرا لیکون اظہر للابصار ویخلقہ صغیرا، فقد یری وقد لا یری فتکمل العدۃ ثلاثین کما تکمل فی الغیم**"۔ (فتح الملہم ص۱۱۵ ج۳)

ترجمہ: ...... اللہ تعالی کبھی چاند کو بڑا پیدا فرماتے ہیں تاکہ دیکھنے والوں کو نظر آئے اور کبھی چھوٹا، کبھی دکھائی دیتا ہے اور کبھی دکھائی نہیں دیتا۔ دکھائی نہ دینے کی صورت میں تیس کی گنتی پوری کی جائے گی، جیسا کہ مطلع کے ابر آلود ہونے کی صورت میں گنتی پوری کی جاتی ہے۔

صاحب مظاہر حق تحریر فرماتے ہیں:

"حاصل یہ ہے کہ رمضان کا مدار چاند دیکھنے پر ہے، چاند کے بڑے، چھوٹے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بلکہ منقول ہے کہ چاند رات میں چاند کا بڑا ہونا قرب قیامت کی علامت ہے"۔ (مظاہر حق ص۳۰۹ ج۲)

ان احادیث کو نقل فرما کر حضرت مولانا محمد شریف صاحب ہزاروی مدظلہم تحریر فرماتے

ہیں کہ:

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ: چاند دوسری شب کا ہے یا تیسری شب کا، اس کی کوئی وقعت اور حقیقت نہیں۔

ان احادیث سے آج کل کی صورت حال اور اختلاف کی صورت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ایک تو من جانب اللہ قدرتی امر ہے کہ چاند معمول سے بڑا نظر آئے گا، یہ قرب قیامت کی علامات میں ایک علامت ہوگی۔

ماہ رمضان اور عیدین کے چاند کو دیکھنے کا لوگ بہت اہتمام کرتے ہیں، جب لوگ اس کو معمول سے بڑا موجود پائیں گے تو ان کو اس کی فکر لاحق ہوگی اور تلاش وجستجو کے بعد جب اس کا معمول سے بڑا ہونا قرب قیامت کے علامات میں سے ہونا معلوم ہوگا تو ممکن ہے کہ دنیا کے ختم ہونے اور قیامت کے قریب ہونے کی علامت کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یہ اپنے طرز عمل کو تبدیل کرنے پر غور وفکر کریں۔

اور دوسری یہ بات کہ پہلی رات کے چاند کو دیکھنے کے بعد لوگ کہیں گے کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ آج کل یہی صورت سامنے آرہی ہے کہ چاند دیکھنے کے بعد لوگ کہتے ہیں کہ: یہ تو دوسری رات کا چاند ہے اور ایک روزہ لوگوں نے کھالیا ہے۔ اس بات کو بھی نبی کریم ﷺ نے قرب قیامت کی علامات میں سے ارشاد فرمایا۔ آج کل رمضان المبارک میں لوگ یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ جی ایک روزہ کھالیا ہے اور یہ دوسری شب کا چاند ہے، اور اسی اختلاف کی وجہ سے مختلف ایام میں روزے رکھے جاتے ہیں اور عیدین منائی جاتی ہے۔ (ماہنامہ ''بینات'' کراچی، بتغییر یسیر۔ ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ)

چاند کا بڑا یا چھوٹا نظر آنا علم فلکیات کی روشنی میں

احادیث رسول اللہ ﷺ کے بعد ہمیں کسی علم فلکیات کی چنداں ضرورت نہیں، تاہم فلکی اعتبار سے بھی اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کبھی پہلی کا چاند دیر تک افق پر نظر آتا ہے کبھی جلدی غائب ہو جاتا ہے، اسی طرح کبھی چاند بڑا اور موٹا نظر آتا ہے کبھی باریک، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو ماہرین علم فلکیات کا کہنا ہے کہ چاند کی عمر کیا ہے؟ اور اس کی ولادت کب ہوئی ہے؟ کیا چاند کی ولادت کے بعد زیادہ گھنٹے گذرے ہیں یا کم؟ اگر زیادہ گھنٹے گزرے ہیں تو چاند بڑا نظر آئے گا ورنہ چھوٹا، اسی طرح اگر چاند کی عمر بڑی ہے تو افق پر دیر تک رہ سکتا ہے اور کم ہے تو افق پر زیادہ دیر تک نظر نہیں آئے گا، بلکہ جلد غروب ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر چاند کی حرکت جنوب مشرق کو ہو تو پہلی کا چاند دیر تک افق سے بالا دکھائی دے گا۔

عموماً ۲۹/ کا ہلال ۳۰/ کے ہلال کی بنسبت باریک ہوتا ہے اور جلد غروب ہو جاتا ہے۔

ہلال کی پوزیشن پر سابقہ تیسرے مہینے کا اثر بھی پڑتا ہے۔ اسی طرح اس کی پوزیشن پر چوتھے مہینے کا اثر بھی پڑ سکتا ہے۔

اسی طرح جو چاند جتنا زیادہ مسلسل انتیس دنوں والے مہینوں کے بعد آئے گا وہ اتنا زیادہ باریک ہوگا، اور جو جتنا زیادہ تیس دنوں والے مہینوں کے بعد آئے گا، وہ اتنا زیادہ موٹا ہوگا۔ بعض مرتبہ مطلع کے بدلنے سے بھی چاند کے سائز میں فرق آجاتا ہے۔

اسی طرح زمین سے قرب و بعد کے اعتبار سے چاند بڑا یا چھوٹا نظر آ سکتا ہے۔

تفصیل کے لئے چند ماہرین فلکیات کے اقتباسات نقل کرتا ہوں۔

محدث عظیم، مفسر کبیر اور علم فلکیات کے ماہر و شناور حضرت مولانا موسی روحانی بازی

رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

یکم کے چاند کی مدت میں تفاوت کا سبب

پہلی کی شب میں اتفاقاً اگر چاند کی حرکت جنوب مشرق کو ہو تو پہلی کا چاند دیر تک افق سے بالا دکھائی دے گا۔

فلکیات قدیم کے ماہر علامہ برجندی نے اور ہیئت جدید کے ائمہ پروفیسر ینگ' کپلر' نیوٹن اور دیگر سائنسدانوں نے مذکورہ صدر بات کی تصریح کی ہے۔اور اگر پہلی کو ہلال کی حرکت شمال مشرق کو ہو تو نتیجہ برعکس ہوگا۔

اس بات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یکم کے چاند کا دیر تک افق سے بالا نظر آنا یا جلدی غروب ہونا، اسی طرح اس کا موٹا یا باریک ہونا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں کہ آیا وہ دوسری رات کا چاند ہے یا پہلی کا۔

یکم کو ہلال کے باریک یا بڑے اور موٹے نظر آنے کے اسباب

ماہرین ہیئت کا اس پر اتفاق ہے کہ:

(الف):......عموماً ۲۹ ر کا ہلال ۳۰ ر کے ہلال کی بنسبت باریک ہوتا ہے اور جلد غروب ہوجاتا ہے۔مثال: اگر رمضان شریف ۲۹ ر کا ہو تو شوال کا چاند باریک ہوگا اور اگر وہ ۳۰ ر کا ہو تو شوال کا چاند نسبتاً موٹا ہوگا۔اسی طرح غروب کا فرق سمجھیں۔

(ب):...... ہلال کی پوزیشن پر سابقہ تیسرے مہینے کا اثر بھی پڑتا ہے۔مثلا: اگر رمضان و شعبان دونوں ۲۹ ر کے ہوں تو سابقہ تفاوت بڑھ جائے گا، اور شوال کا چاند' چاند نمبر ا ر سے زیادہ باریک ہوگا اور غروب بھی جلدی ہوگا۔

(ج):......اسی طرح اس کی پوزیشن پر چوتھے مہینے کا اثر بھی پڑ سکتا ہے، مثلا: اگر رمضان و

شعبان و رجب تینوں ۲۹/ کے ہوں تو شوال کا چاند' چاند نمبر ۱/ اور چاند نمبر ۲/ سے بھی باریک تر ہوکر جلد غروب ہوگا۔

نوٹ :...... ۲۹'۲۹/ کے مہینے مسلسل تین ہی جمع ہو سکتے ہیں۔ بقول علامہ برجندی اور پروفیسر پکرنگ وغیرہ تین سے زیادہ مہینے ۲۹/ کے جمع نہیں ہو سکتے۔ مگر پروفیسر موسیو فے وغیرہ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی چار بھی ۲۹'۲۹/ کے جمع ہو سکتے ہیں۔

(د):...... چاند کے موٹے ہونے اور دیر تک نظر آنے کا قانون اس کے برعکس سمجھئے! مثلاً:

(ہ):...... اگر رمضان ۳۰/ کا ہو تو شوال کا ہلال' ہلال نمبر ۱/ نمبر ۲/ نمبر ۳/ سے بڑا ہوگا اور غروب بھی ان کی بنسبت دیر سے ہوگا۔

(و):...... اور اگر شعبان بھی ۳۰/ کا ہو تو شوال کے چاند میں مزید تفاوت ظاہر ہوگا۔

(ر):...... اور اگر رجب بھی ۳۰/ کا ہو تو شوال کا چاند جسیم ہوگا۔

(ح):...... اور اگر جمادی الثانیہ' رجب' شعبان' رمضان چاروں ۳۰'۳۰/ کے جمع ہو جائیں تو شوال کے ہلال کی جسامت وغروب دوسری تاریخ کے چاند کے لگ بھگ ہوگا۔

نوٹ:...... ۳۰'۳۰/ کے متواتر مہینے زیادہ سے زیادہ چار جمع ہو سکتے ہیں۔

(فلکیات جدیدہ ص ۳۴۴)

یکم کا چاند گاہے جسیم ہوتا ہے

یہاں پر ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے، وہ یہ کہ بقول محقق جب ۱۲/ درجے سے کم فاصلہ پر چاند نظر نہیں آسکتا تو فرض کریں کہ ایک ماہ کے ۲۹/ دن پورے ہوتے ہوئے اسی شام کو چاند کی شرقی مسافت ۱۱/ درجے اور عمر ۲۲/ گھنٹے تھی، اس لئے چاند نظر نہیں آیا (اگر چہ عرض بلد یا قرب مدار کی وجہ سے یہی چاند بعض دوسری جگہوں میں نظر آسکتا ہے) لیکن دوسرے

دن غروب آفتاب تک چاند مزید ۱۲/۱۳/ درجہ مشرق کو ہٹ چکا ہوگا، سابقہ ۱۱/ درجوں سمیت پہلی کے چاند کی مجموعی مسافت تقریبا ۲۴/ درجے اور عمر ۴۸/ گھنٹے ہوئی۔

غروب وطلوع، زمین کی محوری گردش کا نتیجہ ہے۔ زمین فی چار منٹ میں مدار قمر کے ایک درجہ کے سامنے سے گزرتی ہے، لہذا ۲۴×۴/ یعنی ۹۶/ منٹ تک پہلی کا چاند بالائے افق چمکتا رہے گا اور جسامت میں بھی کافی بڑا ہوگا۔ پہلی کا چاند صرف ایک درجہ چھوٹا ہوگا۔

مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ:

پہلی کا چاند کتنی دیر تک افق سے بالا رہ سکتا ہے، یعنی ۹۶/ منٹ۔

یہ بھی ثابت ہوگیا کہ چاند کی جسامت سے استدلال صحیح نہیں، چنانچہ چاند جمعرات کے بعد جمعہ کی شب کو بڑا دکھائی دے رہا تھا، اس کی شکل وجسامت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ دو دن کا تھا، لہذا جمعرات کی عید صحیح تھی، اس کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لیا جارہا۔

چاند کی جسامت سے استدلال کرنا فلکیات کے اصول کے خلاف ہونے کے علاوہ صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے۔ ''مسلم شریف'' میں روایت ہے کہ: ایک غزوہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم واپس آرہے تھے، راستے میں پہلی کا چاند نظر آیا، انہوں نے دیکھ کر بحث شروع کی، بعض نے کہا: یہ دوسری کا چاند ہے، کسی نے کہا: تیسری کا ہے، کسی نے کہا: پہلی کا ہے۔ بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ چاند کی جسامت معمول سے کچھ بڑی تھی، آنحضرت ﷺ نے ان کی بحث کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: چاند پہلی کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جسامت سے کبھی اس قسم کا دھوکہ لگ سکتا ہے، مگر شریعت میں رؤیت کا اعتبار ہے۔

(فلکیات جدیدہ، از ص ۳۵۲ تا ص ۳۷۶ ملخصا)

چاند کے افق پر دیر تک رہنے کی مثال سے وضاحت

یکم کے چاند کی رویت اور نظر آسکنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ آفتاب سے شرقاً بقول بعض کم از کم: ۸؍درجے بُعد رکھتا ہو اور بقول بعض: ۱۰؍درجے اور بقول بعض دیگر ماہرین: ۱۲،۱۳؍درجے۔ بالفاظ دیگر یکم کے چاند کے لئے ضروری ہے کہ آفتاب کے غروب کے بعد وہ کم از کم ۸؍درجے یا ۱۰؍درجے یا ۱۲؍درجے بالائے افقِ غربی چمکتا ودمکتا رہ جائے۔

فرض کریں کہ یکم کی شب ''چاند'' آفتاب کے غروب کے وقت آفتاب سے ۸؍درجے شرقی بُعد پر تھا اور یہ بھی فرض کریں کہ آفتاب چھ بجے غروب ہوا' تو چاند کی عمر ۸× ۴=۳۲؍منٹ ہوگی اور غروب ۶؍بج کر ۳۲؍منٹ پر واقع ہوگا۔

چونکہ چاند اپنی ذاتی حرکت ''بطرف مشرق'' کی وجہ سے ہر روز سابقہ مقام پر: ۵۱؍منٹ کی تاخیر سے پہنچتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج چاند مثلاً ۶؍بج کر ۳۲؍منٹ پر جہاں ہے، دوسری رات وہ اسی مقام پر ۵۱؍منٹ تاخیر سے پہنچے گا، لہذا دوسری رات کے چاند کی عمر ۳۲×۵۱=۸۳منٹ (ایک گھنٹہ ۲۳؍منٹ) ہوگی اور غروب ۷؍بج کر ۲۳؍منٹ پر ہوگا اور تیسری کے چاند کی عمر ۸۳×۵۱=۱۳۴؍منٹ یعنی ۲؍گھنٹہ ۱۴؍منٹ ہوگی اور غروب ۸؍بج کر ۱۴؍منٹ پر۔

یہ حساب ۸؍درجے کے قائلین کے نزدیک یکم کو چاند کی رویت کے لئے واجبی اور کم از کم بُعد پر مبنی تھا۔ لیکن اس قول والوں کی رائے میں یکم کے چاند کا آفتاب سے شرقی بُعد زیادہ سے زیادہ ۱۹؍درجے ہوسکتا ہے، کیونکہ چند صفحات قبل بتایا جاچکا ہے کہ چاند کی ذاتی حرکت بطرف مشرق کی مقدار فی یوم ۱۲،۱۳؍درجے ہے تو فرض کریں جمعہ کی شب چاند کا بُعدِ مشرقی آفتاب سے ۷؍درجہ تھا، لہذا وہ نظر نہ آسکا، البتہ سنیچر کی شام نظر آئے گا، لیکن سنیچر

کی شام تک آفتاب سے چاند کے مشرقی بُعد میں مزید بارہ درجے کا اضافہ ہو چکا ہوگا، یعنی سنیچر کی شام کو وہ آفتاب سے ۱۹/درجے (۷×۱۲= ۱۹/درجے) پیچھے ہوگا، لہذا اگر بُعد ۱۹/درجہ ہوتو یکم کے چاند کی عمر ۱۹×۴ = ۷۶/منٹ یعنی ایک گھنٹہ ۱۶/منٹ ہوگی اور غروب ۷/بج کر ۱۶/منٹ پر۔ دوسری کے چاند کی عمر ۷۶×۵۱ = ۱۲۷/منٹ (دو گھنٹہ ۷/منٹ) ہوگی اور غروب ۸/بج کر ۷/منٹ پر۔ تیسری رات کے چاند کی عمر ۱۲۷×۵۱ = ۱۷۸/منٹ (۲/گھنٹہ ۵۸/منٹ) ہوگی اور غروب ۸/بج کر ۵۸/منٹ پر ہوگا۔

اگر یکم کے چاند کا آفتاب سے بُعدِ مشرقی ۱۲/درجے ہو جیسا کہ بعض کا قول ہے، تو یکم کو چاند کی عمر ۱۲×۴ = ۴۸/منٹ ہوگی اور غروب ۶/بج کر ۴۸/منٹ پر۔ دوسری شب کو اس کی عمر ۴۸×۵۱ = ۹۹/منٹ (ایک گھنٹہ ۳۹/منٹ) ہونی چاہئے اور غروب ۷/بج کر ۳۹/منٹ پر۔ اور تیسری شب کو اس کی عمر ۹۹×۵۱ = ۱۵۰/منٹ (۲/گھنٹہ ۳۰/منٹ) ہو جائے گی اور غروب ۸/بج کر ۳۰/منٹ پر ہو سکے گا۔

اس بیان میں ۱۲/درجے والوں کی رائے کے پیش نظر رویت قمر کے لئے کم سے کم اور واجبی فاصلے کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اسی قول والوں کی رائے میں یکم کے چاند کا آفتاب سے شرقاً فاصلہ ۲۳/درجے تک ممکن ہے۔ بنا بریں یکم کو چاند کی عمر ۲۳×۴ = ۹۲/منٹ (ایک گھنٹہ ۳۲/منٹ) ہوگی اور غروب ۷/بج کر ۳۲/منٹ پر۔ یاد رکھیں کہ غروب آفتاب چھ بجے فرض کیا گیا ہے۔ دوسری رات کو چاند کی عمر ۹۲×۵۱ = ۱۴۳/منٹ (دو گھنٹہ ۲۳/منٹ) ہوگی اور غروب ۸/بج کر ۲۳/منٹ پر۔ تیسری شب اس کی عمر ۱۴۳×۵۱ = ۱۹۴/منٹ (۳/گھنٹہ ۱۴/منٹ) ہو کر ۹/بج کر ۱۴/منٹ پر غروب ہوگا۔

مسطورہ صدر تحقیق، خارجی عوامل کی تاثیر و عمل سے قطع نظر، زمین اور چاند کی صرف ذاتی

حرکت پر مبنی ہے، اگر ان خارجی عوامل کو بھی مد نظر رکھا جائے جن سے چاند کا طلوع وغروب اثر پذیر ہو کر مقدم یا مؤخر ہوتا ہے تو چاند کی عمر میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔ البتہ گاہے ان عوامل کی وجہ سے قمر کی مذکورہ صدر عمر میں کمی واقع ہونا بھی ممکن ہے۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ تیسری شب کے چاند کی عمر ۲ر گھنٹہ ۱۴ر منٹ ۔۲ر گھنٹہ ۵۸ر منٹ اور ۳ر گھنٹہ ۱۴ر منٹ ہوسکتی ہے، یعنی اتنی مدت وہ بالائے افق رہ سکتا ہے۔

(فلکیات جدیدہ‘ ازص: ۳۵۸ر تا ۳۶۱)

صاحب فہم الفلکیات کی رائے

جناب شبیر احمد کا کاخیل مدظلہ لکھتے ہیں کہ:

سوال:......بعض دفعہ آپ لوگ جن شہادتوں کو خلاف واقعہ کہہ کر رد کردیتے ہیں‘ تو اگلے دن چاند بہت بڑا ہوتا ہے، تو کیا اس سے آپ لوگوں کے اصول پر زد نہیں پڑتی؟

جواب:......حدیث شریف میں چاند کے چھوٹا اور بڑا ہونے کی بنیاد پر چاند کے بارے میں فیصلے کرنے کی ممانعت آئی ہے، اور روایات میں یہ علامت قیامت میں سے بتائی گئی ہے، اس لئے علماء کرام کے لئے تو اتنی بات کافی ہے۔

تاہم جیسا کہ متن میں بتایا گیا ہے کہ چاند کا مدار بیضوی ہے، اس لئے یہ کبھی زمین کے قریب ہوتا ہے اور کبھی دور۔ جب قریب ہوتا ہے تو اس کی رفتار تیز ہوجاتی ہے اور جب دور ہوتا ہے تو اس کی رفتار قدرے سست ہوتی ہے، اس لئے جن دنوں اس کی رفتار تیز ہو اور وہی دن چاند دیکھنے کے بھی ہوں‘ تو ایک دن تو اس کا سورج سے فاصلہ اتنا قریب ہوتا ہے کہ نظر نہیں آسکتا، اس لئے جب کوئی دعوی کرتا ہے‘ تو اس کا دعوی شہادت کی پرکھ میں غلط ثابت ہوجاتا ہے اور اس کو رد کردیا جاتا ہے۔ اگلے دن یہی چاند اتنی تیز رفتاری سے سورج سے

اتنا دور نکل جاتا ہے کہ کافی روشن نظر آجاتا ہے، تو لوگوں کو گذشتہ دن کی بات کے صحیح ہونے کا گمان ہوجاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مثلا چاند کی عمر جب ۱۶/ گھنٹے ہوتو یہ نظر آنے کے قابل ہوتو آج اس کی عمر ۱۶/ گھنٹے سے پندرہ منٹ کم اور نظر نہیں آیا تو اگلے دن اس کی عمر پونے چالیس گھنٹے ہوچکی ہوگی، اور بہت بڑا ہوگا، اور اس پر دوسرے دن کے چاند کا گمان ہونا کوئی بعید نہیں، کیونکہ یہی چاند اگر سولہ گھنٹے کا ہوتا تو نظر آجاتا اور آج اس کا دوسرا دن ہوتا۔

(فہم الفلکیات ص ۱۶۷)

پہلی کا چاند کبھی موٹا اور کبھی باریک کیوں؟

جب لوگوں کے اندر چاند دیکھنے کا اشتیاق ہوتا ہے، لیکن اس روز چاند نظر آنے کا اعلان نہیں ہوتا، بلکہ اگلے دن لوگ چاند دیکھتے ہیں تو بعض مرتبہ وہ قدرے موٹا نظر آتا ہے، جسے دیکھ کر بہت سے لوگ کہنے لگتے ہیں کہ: یہ تو دوسری کا چاند ہے۔

یہ طرز عمل غلط ہے، کیونکہ ایک تو: حدیث شریف میں ایسا گمان کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ: انتیس دنوں کے بعد نظر آنے والا چاند تیس دنوں کے بعد نظر آنے والے چاند سے باریک ہوتا ہے۔ محققین کے نزدیک چار مہینے مسلسل انتیس دنوں کے ہوسکتے ہیں اور اسی طرح چار مہینے مسلسل تیس دنوں کے بھی ہوسکتے ہیں، اب اگر کوئی چاند دو انتیس دنوں والے مہینوں کے بعد نظر آرہا ہے تو وہ اور زیادہ باریک ہوگا اور تین انتیس دنوں والے مہینوں کے بعد نظر آنے والا چاند اور زیادہ باریک ہوگا، اس کے برعکس دو تیس دنوں کے مہینے کے بعد نظر آنے والا چاند ایک تیس دنوں والے مہینے کے بعد نظر آنے

والے چاند سے زیادہ موٹا ہوگا، اسی طرح ایسے تین مہینوں کے بعد نظر آنے والا چاند اور موٹا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ جو چاند جتنے زیادہ مسلسل انتیس دنوں والے مہینوں کے بعد آئے گا وہ اتنا زیادہ باریک ہوگا، اور جو جتنے زیادہ تیس دنوں والے مہینوں کے بعد آئے گا، وہ اتنا زیادہ موٹا ہوگا، لہذا محض چاند کے پتلے یا قدرے موٹے کی بنیاد پر تاریخ کا فیصلہ کرنا مناسب نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ: بعض مرتبہ مطلع کے بدلنے سے بھی چاند کے سائز میں فرق آجاتا ہے۔اسے بطور مثال یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ مثلا چاند پیدا ہونے کے سولہ گھنٹے کے بعد اس کے نظر آنے کا امکان ہے، اب ایک جگہ جب سورج غروب ہوا تو اس وقت چاند کو پیدا ہوئے ۱۵/ گھنٹے گذرے تھے، اس لئے چاند نظر نہ آسکا، لیکن پندرہ درجہ طول بلد کا سفر طے کرنے کے بعد جب سورج کو سولہ گھنٹے گذر گئے تو چاند نظر آ گیا، اگلے روز جب پہلی جگہ کے افق پر نظر آئے گا تو اس وقت اسکی عمر انتالیس گھنٹے ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ چاند کافی موٹا ہوگا، لیکن پہلی کا چاند ہوگا، جبکہ دوسری جگہ کے افق پر چالیس گھنٹے کا چاند ہوگا اور دوسری رات کا چاند ہوگا، حالانکہ محض ایک گھنٹے کے فرق سے چاند کے سائز میں کوئی نمایاں فرق پیدا نہیں ہوتا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محض چاند کے قدرے موٹا ہونے کی بنیاد پر اسے دوسری کا چاند کہنا درست نہیں۔ (آسان فلکیات ص ۷۶)

چاند کے بڑا نظر آنے سے حدیث پاک پر اشکال

اشکال:...... پہلے دن کے چاند کے باریک ہونے اور موٹے ہونے کا تعلق بظاہر قرب

قیامت سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق اس کی ولادت پر گزرے ہوئے اوقات سے ہے، مثلا: ۲۰ / یا ۲۲ / گھنٹے کا ہوگا تو باریک ہوگا، اور: ۳۴ یا ۳۵ / گھنٹے کا ہوگا تو بڑا ہوگا، تو حدیث میں اس کا تعلق قرب قیامت سے کیسے بتایا گیا؟

الجواب :......اس کا جواب یہ ہے کہ: قرب قیامت میں لوگ جہالت کی وجہ سے اور اپنی رائے کو حرف آخر سمجھنے کی وجہ سے یہ رائے زنی کریں گے کہ چاند بڑا ہے، اس لئے یہ دو دن کا ہے، اس بات کو نہیں سمجھیں گے کہ اگر چاند کل کا ہے تو گذشتہ کل آسمان صاف ہونے کے باوجود کیوں نظر نہیں آیا؟ اس توجیہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ موجود ہے'' و أن یری الهلال للیلة ، فیقال للیلتین '' چنانچہ آجکل عوام کو تو چھوڑ دیجئے، بعض علماء سے ہم سنتے ہیں کہ چاند اتنا موٹا ہے کہ کل عید ہونی چاہئے تھی، جب علماء کا یہ حال ہے تو عوام کا کیا پوچھنا۔

دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ:......اس حدیث میں آلات جدیدہ کی طرف اشارہ ہوگا کہ جن آلات میں مچھر مرغی کے برابر نظر آتا ہے ان آلات سے باریک چاند بھی موٹا نظر آئے گا۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۲۰۵ ج ۸، حظر واباحت کے متعلق متفرق مسائل)

وقت سے پہلے اعمال

شریعت میں وقت سے پہلے اعمال درست نہیں، وقت کے بعد تو اعمال کی قضا بھی ہوجاتی ہے، مثلاً نماز وقت کے بعد پڑھی تو قضا تو ہوگئی، اوراگر وقت سے پہلے ادا کی گئی تو ادا نہیں ہوئی۔ اسی طرح رویت ہلال میں جلد بازی سے روزہ، تراویح، اعتکاف، تکبیر تشریق، قربانی وغیرہ اعمال وقت سے پہلے ادا ہوجائیں گے، اس لئے بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ تاخیر کو برداشت کرلیا جائے، تعجیل کو نہیں۔ قرآن کریم نے بھی ایمان والو کو اعمال وقت سے پہلے ادا کرنے سے منع فرمایا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾۔ (پارہ:۲۶، سورۂ حجرات، سورۃ نمبر:۴۹، آیت نمبر:۱)

ترجمہ:...... اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً سب کچھ سنتا، سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: لوگ رمضان کو مقدم کردیتے تھے، اور نبی کریم ﷺ سے پہلے روزے رکھنا شروع کردیتے، تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! اللہ تعالی اور رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(۶):......عن عائشة رضی الله عنها قالت : ان ناسا كانوا يتقدّمون الشهر ، فيصومون قبل النبی صلی الله عليه وسلم ، فانزل الله عز وجل: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾۔

(المعجم الاوسط ص۱۳۴ج۳، رقم الحديث:۲۷۱۳)

رویت ہلال

اور چند اعتراضات کے جوابات

اس رسالہ میں رویت ہلال کے بارے میں درج ذیل نو (۹) اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں:

بزرگوں کا عمل حجت ہے یا شریعت؟.........	حرمین شریفین کا عمل حجت ہے؟..............
عرفہ کے بعد دنیا میں عید منانا ضروری ہے...	چاند کی فکر چھوڑو، دین کے اور کام نہیں؟.....
کیا چاند کا مسئلہ اجتہادی ہے؟...............	مرجوح پر عمل کرنا جائز نہیں..................
حج بھی کسی اور جگہ کرلو..................	تمہاری تعداد کم ہے اور ہم زیادہ ہیں.........

کیا جنازہ میں کثرت حق کی دلیل ہے؟

مرغوب احمد لاجپوری

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی سخر لنا الشمس والقمر ، وصلی الله علی سيدنا و سيد الجن والبشر ، امابعد ! فيا أولی النظر !

برطانیہ میں رویت ہلال پرعمل کرنے والی ایک جماعت کے کچھ افراد کی طرف سے دوسری جماعت پر بار بار ایک ہی طرح کے چند اعتراضات کئے جاتے ہیں، گرچہ اہل علم کی نظر میں ان کی کوئی خاص وقعت نہیں، اس لئے کہ یہ عامیانہ قسم کے اعتراضات ہیں۔مگر انہیں کو دہرا کر کبھی مجالس میں کبھی اشتہارات کی شکل میں کبھی بیان میں عوام کی ذہن سازی کی جاتی ہے،اس لئے احباب کا تقاضا تھا کہ ان اعتراضات کے آسان انداز میں جوابات دینے چاہئے،تاکہ سمجھنے والے کوتشفی ہو۔

اولاتو طبیعت اس کے لئے قطعا آمادہ نہیں ہوئی مگر کئی حضرات کے اصرار کی وجہ سے چند باتیں جو پہلے ہی سے کچھ اہل علم کی طرف سے لکھی گئی تھیں میں سے انتخاب کر کے چند صفحات میں جمع کر دی گئیں، اللہ کرے یہ سطریں مقصد میں مفید اور کارآمد ثابت ہوں اور حق کے متلاشی کے لئے راہ ہدایت بنیں۔

حاشاوکلا اس رسالہ کا مقصد ہرگز کوئی ہٹ دھرمی وضد نہیں، ہاں جن حضرات نے تہیہ ہی کرلیا ہے کہ اپنا رویہ اور نظریہ ہی صحیح ہے اوراس کے بالمقابل کسی کی بات سننی ہی نہیں تو ان کی خدمت میں صرف اتنا عرض ہے۔

تیرا جی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں
آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

(۱)......بزرگوں کا عمل حجت ہے یا شریعت؟

اشکال:......ایک اشکال بلکہ اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ فلاں‘ فلاں بزرگ کا عمل آپ کے خلاف ہے، برطانیہ میں مدارس اور مراکز کا عمل آپ کے خلاف ہے، اس لئے آپ غلط ہیں۔

جواب:......آج تک تو ہم اصول فقہ کی کتابوں میں چار اصول ہی پڑھتے آئے ہیں اب یہ نیا پانچواں اصول کہاں سے نکلا؟ کیا شریعت میں اس پانچویں اصول کا اعتبار ہے؟ برطانیہ کے مدارس اور بزرگوں کا کوئی عمل قوی اور مضبوط دلائل کی روشنی میں ایک جماعت کے نزدیک صحیح نہ ہو تو کیا وہ جماعت شریعت کی پیروی کرے گی یا اہل مدارس و مراکز اور بزرگوں کی؟

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’اور سب سے اہم تر یہ کہ مشائخ کا عمل شریعت نہیں کہ اس کی اقتداء لازمی ہو‘‘۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۲۶۱ ج۱۰)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’خوب سمجھ لیجئے کہ پاکستان کا سربراہ ہو‘ یا سعودی حکمران، سیاسی لیڈر ہو‘ یا علماء‘ مشائخ! یہ سب امتی ہیں، ان کا قول وفعل شرعی سند نہیں.....ہم لوگ بڑی سنگین غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں جب قانون الٰہی کے مقابلے میں فلاں اور فلاں کے عمل کا حوالہ دیتے ہیں‘‘۔(حوالہ بالا ص۳۱۰)

لہذا کوئی بھی بزرگ ہو‘ یا مدارس و مراکز، کسی کا عمل حجت نہیں، حجت قرآن وحدیث‘ اجماع امت اور قیاس صحیح ہے۔

آخر میں ایک بہت اصولی بات سمجھ لیجئے، اللہ کے نزدیک شخصیات کی اہمیت ان کی ذات کی وجہ سے نہیں، بلکہ اللہ کی اطاعت کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَالَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۱۲۰)

ترجمہ: ......اور تمہارے پاس (وحی کے ذریعے) جو علم آ گیا ہے، اگر کہیں تم نے اس کے بعد بھی ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کر لی تو تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے نہ کوئی حمایتی ملے گا نہ کوئی مددگار۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اس آیت کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر چہ حضور رسالت مآب ﷺ سے یہ بات ناقابل تصور تھی کہ آپ کفار کی خواہشات کے پیچھے چلیں، لیکن اس آیت نے فرض محال کے طور پر یہ بات کہہ کر اصول یہ بتلا دیا کہ اللہ کے نزدیک شخصیات کی اہمیت ان کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ ساری مخلوقات میں سب سے افضل اسی بنا پر ہیں کہ اللہ کے سب سے زیادہ فرماں بردار ہیں۔

استاذ محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

لیکن حقیقت پسند سنجیدہ علماء ایسے ہی ہوتے ہیں، ان میں شخصیت پرستی نہیں ہوتی....... علماء حق ہمیشہ حق ظاہر ہونے پر حق کا ساتھ دیتے ہیں ضد نہیں پکڑتے۔

(شب برأت کی حقیقت ص ۳۰)

نوٹ: ......اس جگہ دو واقعات کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، جن میں صراحت ہے کہ کسی مسئلہ میں بڑوں کی اتباع نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

مولانا شہید نے بلا چوں وچرا بات مان لینے کوشرک فی النبوت فرمایا

''افاضات یومیہ'' میں حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہ نقل فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ مولانا شہید رحمہ اللہ اور حضرت سید صاحب رحمہ اللہ میں ایک مسئلہ پر طویل گفتگو ہوئی، بالآخر مولانا شہید رحمہ اللہ نے معافی چاہی اور عرض کیا کہ مجھ کوآپ کی بات بلا چوں وچرا مان لینی چاہیئے تھی، اس پر سید صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: توبہ کرو، یہ تو نبی کا مرتبہ ہے کہ ان کی بات کو بلا چوں وچرا مان لیا جائے، اور یہ بھی شرک فی النبوت ہے۔ مولانا شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس ارشاد سے مجھے شرک فی النبوۃ کے متعلق ایک باب عظیم علم کا مفتوح ہوا۔ (آپ بیتی ص ۳۱۰ ج ۶۔ افاضات ص ۹۱ ج ۱)

(اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب اور حدود ص ۱۲۲)

حضرت شیخ کا افطار اور حضرت سہارنپوری کا روزہ؛ شیخ ومرید کا اپنا اپنا عمل

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت رحمہ اللہ کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑبڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے، تیس روز پورے ہوجانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہیئے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ: شعبان کے چاند میں شہادت پر مدار تھا، بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی، اس لئے روزہ ہے، اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حجت صحیح تھی، اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے، دن بھر بحث رہی شام کو چاند نظر نہ آیا، حضرت نے طے فرمالیا کہ میں روزہ رکھوں گا، میں نے عرض کیا: میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ: میرے اتباع کی ضرورت نہیں، سمجھ میں آ گیا ہو تو روزہ رکھو ورنہ نہیں، بالآخر حضرت کا روزہ تھا، میرا افطار۔ (حوالہ بالا، ص ۱۳۲)

نیک علماء کی اتباع کیوں نہیں؟

ایک صاحب کہنے لگے کہ: فلاں حضرت مولانا اور فلاں حضرت مولانا نیک اور صاحب تقوی نہیں ہیں؟ کیا تو آپ لوگ انہیں نیک نہیں مانتے؟ میں نے کہا: جن حضرات کا آپ نام لے رہے ہیں، ماشاء اللہ سب نیک ہیں، تو کہنے لگے: پھر آپ لوگ ان کی اتباع کیوں نہیں کرتے؟ میں نے ان سے کہا: مولانا! آپ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کو نیک مانتے ہیں یا نہیں؟ کہنے لگے: بالکل، میں نے کہا: پھر آپ ان کا اتباع کیوں نہیں کرتے؟ بس سمجھ گئے، اہل علم تھے، ضد نہیں کی۔ اب ماشاء اللہ عملا بھی ہمارے ساتھ ہیں اور بہت مضبوطی کے ساتھ اپنے صحیح مسلک پر جمے ہیں۔

کیا حرمین کی رویت پر عمل نہ کرنے سے حرمین کی تنقیص لازم آتی ہے؟

ایک مسجد میں رویت ہلال کے مسئلہ پر مجلس تھی، اہل علم کے علاوہ مساجد کے ذمہ دار حضرات بھی شریک تھے۔ ایک استاذ حدیث فرمانے لگے کہ: آپ کے اس عمل سے لوگوں میں حرمین شریفین کی تنقیص پیدا ہوتی ہے اور حرمین شریفن کے احترام میں نقص آتا ہے۔ اس وقت تو میں خاموش رہا، جب میری باری آئی تو میں نے حضرت مولانا کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ:

حضرت آپ ماشاء اللہ حدیث کی کتاب پڑھاتے ہیں، اور سبق میں روزانہ ہی کسی نہ کسی امام کے مسلک کو مرجوح یا منسوخ قرار دے کر احناف کے دلائل سے اپنے مسلک کو ثابت کرتے ہیں، تو کیا آپ روزانہ طلبہ کے دل میں دوسرے ائمہ کی تنقیص پیدا کر رہے ہیں؟ یا ان کے احترام کو کم کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح ایک فریق اپنے مسلک پر عمل پیرا ہو اور اپنے دلائل دے رہا ہو تو اس میں حرمین شریفین کی کون سی تنقیص لازم آتی ہے؟

(۲)......حرمین شریفین کے عمل کو حجت ماننے والے حرمین شریفین کے کئی اعمال کے تارک ہیں

اشکال:......حرمین شریفین کا عمل حجت نہیں تو کہاں کا عمل حجت ہوگا؟

جواب:......تعجب کی بات ہے کہ چاند کے سلسلہ میں بڑی جرأت سے یہ بات کہی جاتی ہی کہ:حرمین کا عمل حجت نہیں تو پھر کہاں کا عمل حجت ہوگا؟ جہاں حرم شریف ہے، بیت اللہ ہے، روضۂ مبارک ہے، اللہ کی وحی اسی سرزمین پراتری، پھر وہاں کا عمل صحیح نہیں؟

اس کا اصولی جواب تو پہلے آ گیا کہ شریعت میں حجت قرآن وحدیث' اجماع امت اور قیاس ہیں، حرمین کا عمل حجت نہیں۔ پھر میں معترضین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ بھی تو بکثرت مسائل میں ان کا اتباع نہیں کرتے اور حرمین شریفین کے خلاف عمل کرتے ہیں، بلکہ ان کے عمل کو صحیح اور درست بھی نہیں مانتے۔ چند مثالیں یہ ہیں:

(۱)......حرمین شریفین میں تہجد کی اذان ہوتی ہے اور آپ کے یہاں نہیں ہوتی۔

(۲)......حرمین شریفین میں پورے سال فجر اول وقت میں ہوتی ہے، اور آپ کے یہاں صرف رمضان میں۔(گیارہ مہینے حرمین شریفین کی مخالفت کی جاتی ہے)

(۳)......حرمین شریفین میں پورے سال عصر مثل اول میں ہوتی ہے، اور آپ کے یہاں پورے سال مثل ثانی پر، بلکہ بعض مہینوں میں اس سے بھی مؤخر۔

(۴)......حرمین شریفین کی اقامت اور ہے، اور آپ کی اور۔

(۵)......ائمۂ حرمین آمین بالجہر کرتے ہیں، اور آپ نہیں کرتے۔

(۶)......حرمین میں رفع یدین ہوتا ہے، اور آپ نہیں کرتے۔

(۷)......آپ فرائض کے بعد دعا کا اہتمام کرتے ہیں، جبکہ وہ حضرات اسے صحیح نہیں سمجھتے

بلکہ بدعت تک کہتے ہیں۔

سعودی عرب کے ممتاز عالم اور مفتیٔ اعظم شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو بدعت کہا ہے: موصوف لکھتے ہیں:

''ہمارے علم کی حد تک نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے یہ ثابت نہیں ہے کہ یہ لوگ فرض نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے، اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بدعت ہے'' (ترجمہ: فتاوی علامہ عبد العزیز بن باز ص۱۱۲، ناشر مرکز علامہ عبد العزیز بن باز، ڈھاکہ)

(۸)......حرمین شریفین میں ائمہ ہر نماز کے بعد مقتدی کی طرف چہرہ کر کے تسبیح فاطمی پڑھتے ہیں، آپ کے ائمہ کا عمل ان کے خلاف ہے۔

(۹)......حرمین شریفین میں تراویح میں ترویحہ نہیں ہوتا، آپ اسے مستحب کہتے ہیں۔

(۱۰)......حرمین شریفین میں تراویح میں دس رکعت کے بعد ترویحہ کرتے ہیں، اور آپ نہیں کرتے۔ بلکہ آپ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ ''عمدۃ الفقہ'' میں ہے:

''اسی طرح دس رکعت کے بعد بیٹھنا بھی مکروہ ہے، اس لئے کہ ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا مشروع ہے، ہر دو رکعت کے بعد مشروع نہیں''۔ (عمدۃ الفقہ ص۳۲۴ ج۲)

(۱۱)......حرمین شریفین میں تراویح میں ائمہ دس رکعت پر تبدیل ہوتے ہیں، اور آپ کا عمل اس کے خلاف ہے۔ (بلکہ آپ اسے غیر مستحسن کہتے ہیں)۔ (عمدۃ الفقہ ص۳۲۶ ج۲)

(۱۲)......آپ تراویح کے ختم پر وتر سے پہلے دعا کرتے ہیں، جبکہ حرمین شریفین میں نہیں ہوتی۔

(۱۳)......حرمین شریفین میں ختم قرآن کریم پر رکوع سے پہلے مختلف آیات پڑھی جاتی ہیں اور دعا ہوتی ہے، آپ نہیں کرتے۔ (بلکہ علماء اسے مکروہ اور اس پر اصرار کو بدعت لکھتے

ہیں۔(خیرالفتاوی ص۵۴۹ ج۲)

(۱۴)......حرمین شریفین میں وتر دو سلام سے پڑھی جاتی ہے، اور آپ ایک سلام سے پڑھتے ہیں۔

(۱۵)......حرمین شریفین میں وتر کا قنوت اور ہےاور آپ کا اور۔

(۱۶)......حرمین شریفین میں قنوت پڑھنے کا وقت اور ہے،اور آپ کا اور۔

(۱۷)......ائمۂ حرمین شریفین نماز وتر میں تین سورتوں پر مداومت کرتے ہیں۔(جبکہ فتاوی رحیمیہ میں ہے کہ: مواظبت کرنا زیادتی ہے۔(ص۴۱۲ ج۴)

(۱۸)......حرمین شریفین میں جمعہ کی نماز پورے سال اول وقت میں پڑھی جاتی ہے، اور آپ کے یہاں کئی مساجد میں جمعہ کی نماز تاخیر سے ہوتی ہے،(جو خلاف سنت ہے)۔

(۱۹)......حرمین شریفین میں جمعہ کی پہلی اذان زوال سے پہلے دی جاتی ہے،اور آپ کے یہاں زوال کے بعد ہوتی ہے۔

(۲۰)......حرمین شریفین میں جمعہ کے خطبہ سے پہلے ممبر پر جانے کے بعد ائمہ حرمین شریفین زور سے سلام کرتے ہیں،آپ نہیں کرتے۔(بلکہ آپ کے یہاں تو مکروہ ہے)

(۲۱)......حرمین شریفین میں عیدین کی نماز ہمیشہ اول وقت میں پڑھی جاتی ہے،اور آپ کے یہاں کئی مساجد(یا عیدگاہ)میں عیدین کی نماز تاخیر سے ہوتی ہے،(جو خلاف سنت ہے)۔

(۲۲)......حرمین شریفین میں عید کے دن نماز عید سے پہلے اجتماعی طور پر جہری تکبیر(تکبیر تشریق) پڑھی جاتی ہے،آپ اسے بدعت کہتے ہیں۔مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’تسبیح وتکبیر بالسرتو ایک مستحسن فعل اور موجب اجر ہے،لیکن صورت مسئولہ فی السوال میں جہر بالتکبیر ہیئت مذکورہ اوراجتماعی حالت کی وجہ سے بدعت اورناجائز ہے‘‘۔

(کفایت المفتی ص۳۱۵ ج۵،طبع:ادارۃ الفاروق،کراچی)

(۲۳)......حرمین شریفین میں تکبیرات عیدین چھ سے زائد ہوتی ہیں،آپ چھ سے زائد نہیں کہتے۔

(۲۴)......نمازعیدین کے بعدآپ اجتماعی دعا مانگتے ہیں۔جبکہ حرمین شریفین میں یہ دعا نہیں ہوتی۔

(۲۵)......حرمین شریفین میں رمضان کے آخری عشرہ میں تہجد کی جماعت ہوتی ہے،اور آپ اسے مکروہ کہتے ہیں۔اورحرمین شریفین کی اتباع کا دعوی کرنے والے اس میں شرکت بھی نہیں کرتے،اور پوچھنے والوں کوبھی منع کرتے ہیں۔

(۲۶)......حرمین شریفین میں نماز جنازہ میں ایک سلام پر اکتفا کیا جاتا ہے،اورآپ دو سلام پھیرتے ہیں،اورلطف یہ کہ حرمین میں رہ کربھی امام حرم کی مخالفت کرتے ہیں،اوردو سلام پھیرتے ہیں۔

(۲۷)......حرمین شریفین میں سورج گرہن کی نماز میں امام دورکوع کرتے ہیں،اورآپ ایک رکوع والی نمازپڑھتے ہیں۔

(۲۸)......حرمین شریفین میں عورتیں نماز پڑھتی ہیں،اور ہماری مساجد میں عورتوں کا مسجد میں آنا ممنوع ہے۔

(۲۹)......حرمین شریفین میں عورتیں اعتکاف کرتی ہیں ، اور ہماری مساجد میں نہیں کر سکتیں۔

(۳۰)......حرمین شریفین کے ائمہ ایام حج میں میدان عرفات میں ظہر وعصر جمع کرتے ہیں، اور آپ وہاں بھی جمع بین الصلوتین نہیں کرتے، حالانکہ ان میں سے اکثر کا ثبوت صحیح احادیث سے ہوتا ہے۔(تاریخ میں ان کے متبع ،عید و رمضان ان کے موافق ،اور عرفات میں جا کر بھی ان سے اختلاف)

(۳۱)......وہ تصوف کو بدعت سمجھتے ہیں ،اور آپ تو تصوف کو فرض عین تک سمجھتے ہیں۔

(۳۲)......آپ ذکر جہری کو نہ صرف جائز، بلکہ حدیث سے ثابت سمجھتے ہیں ۔اور وہ اسے غلط کہتے ہیں۔

(۳۳)......آپ بزرگان دین کی قبروں کی زیارت کو جاتے ہیں، بلکہ ان کی ارواح سے استفادہ کو بھی جائز سمجھتے ہیں،اور وہ حضرات اسے شرک کہتے ہیں۔

(۳۴)......آپ روضۂ اقدس ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کرتے ہیں اور وہ اسے ناجائز سمجھتے ہیں۔

اسی پر اکتفا کرتا ہوں، ورنہ تتبع سے اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔

نوٹ:......کوئی یہ سوال نہ کرے کہ ان میں سے کئی مسائل کا تعلق تو اختلاف ائمہ میں سے ہے کہ بعض احناف کے یہاں حجت ہیں اور بعض اور ائمہ کے نزدیک، لہذا ان مسائل کو مثال میں پیش کرنا ہی غلط ہے۔

تو جوابا عرض ہے کہ: رویت ہلال کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے، احناف کے اصول رویت ہلال میں اور ہیں اور دیگر ائمہ کے اور ہیں۔

(۳)......کیاسعودی کی یوم عرفہ کے بعد پوری دنیامیں عیدالاضحیٰ منانا ضروری ہے؟

کسی خطہ کی تاریخ ودن کا،خواہ سعودی عربیہ ہی کیوں نہ ہواعتبار نہ ہوگا

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند اس استفتاء کے ذیل میں کہ کیایوم عرفہ پوری دنیاکے مسلمانوں کے لئے یوم عرفہ ہے؟تفصیلی جواب تحریرفرماتے ہیں،جس کاضروری حصہ درج ذیل ہے:

حدیث میں ہے:صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته۔(متفق علیہ)

اور:لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروا الهلال۔(متفق علیہ)

اور ہلال نام صرف اس چاند کا ہے جو ہر ماہ وشہر میں دودن چاند کے غائب ہونے کے بعدنظر آتا ہے، پس انہیں دنوں میں اس کے دیکھنے کا اعتبار ہے، پھرمہینہ جس طرح :۳۰؍ دن سے زیادہ نہیں ہوسکتا،اسی طرح :۲۹؍دن سے کم نہیں ہوسکتا ہے۔پس اگر:۲۹؍تاریخ سے قبل کسی بھی جگہ یا شہر میں رویت ہلال ہوجائے،وہ اس حدیث پاک کے خلاف ہونے کی وجہ سے معتبر نہ ہوگی،اورروزہ رکھنا صحیح نہ ہوگا، بلکہ اگرکوئی رکھے گا تو’’لا تصوموا حتى تروا الهلال ‘‘والی حدیث اور’’لا يتقدمن أحدكم رمضان بصوم يوم أو يومين ‘‘کے خلاف کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔پس جس طرح ہمارے یہاں کی رویت کے اعتبار سے ماہ مبارک رمضان کی پہلی تاریخ متعین ہوکر رمضان کی فضیلتیں ہوتی ہیں،اسی طرح یوم عرفہ کی تاریخ بھی ہمارے یہاں کی رویت ہلال کے اعتبار سے متعین ومتحقق (ہوگی)۔

خلاصہ یہ ہے کہ محض اپنے خطہ کی تاریخ ودن کا اعتبار مذکورہ بالا اصول کے مطابق جاری

ہوگا نہ کہ کسی اور خطہ کی تاریخ و دن کا، خواہ سعودی عربیہ ہی کے اعتبار سے کیوں نہ ہو۔فقط

نظام الدین

۱۹/۱/۱۴۲۱ھ

(نظام الفتاوی ص۱۴۱ ج۲)

ایک اور استفتاء کے طویل جواب میں یہ بھی تحریر فرمایا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

اپنے یہاں: ۲۹/تاریخ کو کسی شرعی رویت ہلال کمیٹی کی جانب سے خواہ یہ اعلان کسی خطہ سے آرہا ہو، عید کا چاند شرعی ثبوت سے ثابت ہو گیا تو عید منا لینا ضروری ہو گیا۔اسی طرح عیدالاضحیٰ میں بھی (دسویں ذی الحجہ کو) خواہ وہ دن مکۃ المکرّمہ کے یوم عرفات کے مطابق ہو یا اس سے آگے یا اس سے پیچھے ہو اس میں حرج اور خرابی نہ ہوگی، کیونکہ مکہ کے یوم عرفات کا ساری دنیا میں یوم عرفات ہونے پر کوئی نص شرعی نہیں ہے۔

(نظام الفتاوی ۱۳۰ ج۱)

حضرت مفتی صاحب کے ان فتاوی میں تین باتیں صراحۃً معلوم ہوئیں،

(۱)......''ہلال وہ چاند کہلاتا ہے جو ہر ماہ اور ہر شہر میں دو دن چاند کے غائب ہونے کے بعد نظر آئے''لہذا اگر ایک دن غائب ہونے کے بعد نظر آئے تو وہ ہلال نہیں ہے۔

(۲)......''خواہ یہ اعلان کسی بھی خطہ سے آرہا ہو''اس جملہ میں سعودیہ کی تخصیص نہیں، بلکہ پوری دنیا کو شامل کرلیا، اس میں افریقہ اور سارے ہی ملک آگئے، بشرطیکہ شرعی و تحقیقی طور پر آنکھوں سے چاند نظر آئے۔

(۳)...... حج کے دن (یوم عرفہ) کا ساری دنیا کے لئے یوم عرفہ یعنی ۹/ذی الحجہ ہونا ضروری نہیں کہ یوم عرفہ کے دوسرے دن ساری دنیا والوں کو عیدالاضحیٰ منانا ضروری ہو۔

حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہم (رئیس دارالافتاء خیرالمدارس' ملتان) ایک سوال میں جس میں پوچھا گیا ہے کہ سعودی عرب اور پاکستان میں چاند دیکھنے میں تقریبا دو دن کا فرق آ گیا ہے تو پاکستان کا یوم عرفہ کون سا ہوگا؟ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

یوم عرفہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، یوم وقوف عرفات کا نام یوم عرفہ نہیں ہے،.....جب یوم عرفہ ذی الحجہ کی نو تاریخ کو کہا جاتا ہے تو پاکستان میں جب نویں تاریخ آئے گی تو روزہ رکھنے کا حکم آئے گا، خواہ حاجی صاحبان میدان عرفات میں اس دن ہوں یا نہ ہوں۔ الحاصل اشکال کا باعث یوم عرفہ کا غلط مفہوم مراد لینا ہے۔ (ماہنامہ الخیر)

(۴)......چاند کی فکر چھوڑ و دین کے اور کاموں کی طرف توجہ دو

سعودی رویت ہلال کے متبعین کی طرف سے بکثرت یہ اعتراض سنا گیا کہ یہ حضرات چاند کی فکر چھوڑ کر دین کے اور بہت سے کام جو کرنے کے ہیں ان کی طرف توجہ دیں۔اور عامۃً یہ اعتراض وہ حضرات علماء کرتے ہیں جن کا کوئی کام نہیں،صرف شام کو دو گھنٹے مکتب پڑھا لیا،اور بقیہ وقت یا تو ادھر ادھر کی مجلس بازی یا بارہ بجے تک بستر کی صحبت میں گذرتا ہے،ان حضرات سے میری درخواست ہے کہ چاند کی فکر تو چند علماء کر رہے ہیں،اور وہ حضرات الحمد للہ دین کے اور مختلف شعبوں میں محنت بھی کر رہے ہیں،مثلاً: مکاتب و مدارس میں درس و تدریس،تصنیف و تالیف،شرعی کونسل کا قیام،رفاہی کام،غرباء و مساکین کی امداد واعانت وغیرہ (یہ چند شمار کئے گئے ہیں،انشاءاللہ کوئی انصاف کی نظر سے دیکھے گا تو معلوم ہوگا کہ معترضین ان میں سے اکثر سے غافل ومحروم ہیں) آپ حضرات جو دن بھر فارغ ہیں اور کاموں کی طرف توجہ عنایت کیوں نہیں فرماتے؟

اگر یہ سوال کرنے والے حضرات وہ ہیں جو ماشاءاللہ کسی طرح دین کے اور شعبوں کو سنبھالے ہوئے ہیں،ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ حضرات چاند کی محنت کو بیکار اور وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں،کیا فرض روزہ اور نماز عید جیسا اہم اللہ کا حکم صحیح ادا ہو اس کے لئے کوئی محنت کرے تو کیوں بیکار ہے؟ اور یہ کہ زیادہ فکر امت کے نوجوانوں وغیرہ کی کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ دین کی اہم خدمت ہے تو پھر آپ حضرات اپنی محنت کو چھوڑ کر سب سے بڑے باطل یعنی کفر کی فکر میں کیوں نہیں لگ جاتے؟ بات یہ ہے کہ صرف اعتراض مقصود ہے۔

جو حضرات رویت کے صحیح ہونے کی فکر کر رہے ہیں وہ تو ایک فرض کفایہ ادا کر رہے

ہیں۔غلط رویت کی وجہ سے کتنے مسائل اوراحکام کی ادائیگی درست اور وقت پرنہیں ہوتی ہے،مثلا:

غلط رویت کی وجہ سے کئی مسائل پراس کااثر پڑتا ہے

(۱)......۳۰رشعبان کووقت سے پہلے رمضان کافرض روزہ رکھ لیاجاتاہے،اس طرح ایک فرض روزہ کاضیاع ہورہاہے۔

(۲)...... یوم شک میں روزہ کامکروہ عمل ہوجاتا ہے۔

(۳)......۳۰ررمضان کوعید کرلی جاتی ہے،اس طرح رمضان کافرض روزہ رہ جاتا ہے۔

(۴)......۹رذی الحجہ کوعیدالاضحیٰ ہوجاتی ہے۔

(۵)......۹رذی الحجہ کوواجب قربانی وقت سے پہلے کردی جاتی ہے، جوادا ہی نہیں ہوتی۔

(۶)......۸رذی الحجہ کوتکبیرتشریق جوواجب ہے‘ وقت سے پہلے شروع کردی جاتی ہے،اور وقت سے پہلے ختم ہوجاتی ہے،اس طرح ایک اورواجب کی ادائیگی میں نقص پیدا ہوجاتا ہے۔

(۷)......۱۹ررمضان کی شام کوسنت مؤکدہ اعتکاف وقت سے پہلے شروع ہوجاتاہے، جو صحیح نہیں۔

(۸)......شوال کا چاند ہونے سے پہلے رمضان میں اعتکاف ختم ہوجاتا ہے، مسئلہ کے اعتبارسےاس کی قضا کرنی پڑتی ہے۔

(۹)......۲رشوال کو جوحقیقت میں عیدالفطر کا دن ہےاور یکم شوال ہے، شوال کے چھ روزوں کی ابتدااس دن کوکردی جاتی ہے،اس طرح عید کے دن روزہ رکھنے کاحرام عمل اختیارکیاجاتاہے۔

(۱۰)......جوحضرات ایام بیض کے روزوں کے عادی ہیں ،ان کے ایام بھی غلط ہوجاتے ہیں۔

(۱۱)......عاشورہ کے روزے بھی بجائے ۹/اور۱۰/کے۸/اور۹/کورکھے جاتے ہیں۔

یہ تمام خرابیاں رویت میں احتیاط نہ کرنے اورجلد بازی کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔اب اگرکوئی جماعت ان اعمال کی درستگی اورصحت کی محنت کرے تو بیکار ہے؟ یا قابل تعریف و لائق اتباع ؟

نوٹ:......اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عبادات وقت کے بعدتو ادا ہوجاتی ہیں مگر وقت سے پہلے ادا کرلی گئیں توان کا کوئی اعتبارنہیں،جیسے اگرعید کی نماز عید کے دن سے پہلے پڑھی گئی تو اس کا کوئی اعتبارنہیں،اوراگرکسی وجہ سے بعد میں اورتاخیر سے ادا ہوئی تو بھی درست اورصحیح ہے۔جیسے فرض نماز اگر وقت سے پہلے پڑھی گئی تو وہ ادا ہوئی نہیں،اور اگرخدانخواستہ وقت کے بعدادا کی گئی تو ادانہ سہی قضا تو ہوگئی۔

(۵)......کیا چاند کا مسئلہ اجتہادی ہے؟

بعض حضرات سے یہ بھی بارہا سنا کہ چاند کا مسئلہ اجتہادی ہے، دونوں طرف گنجائش ہے۔اس کے پیچھے اپنی صلاحیت برباد کرنا وقت کا ضیاع ہے۔

جواباً عرض ہے کہ: اجتہادی کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ جان بوجھ کر غلط پر عمل کیا جائے۔ ایک بہت بڑا طبقہ باوجود یہ کہ اپنے عمل کو غلط سمجھتا ہے، مگر بعض عوارضات کی وجہ سے صحیح پر عمل کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔

پھر کیا اجتہادی کا یہ مطلب ہے کہ جان بوجھ کر مرجوح اور غلط پر عمل کیا جائے؟ اجتہادی مسائل میں بھی دلائل کی قوت پر اسی رائے کو اپنایا جاتا ہے جہاں دلائل میں مضبوطی ہو، جان بوجھ کر کمزور دلائل پر عمل نہیں کیا جاتا۔ یہ عجیب مطلب سمجھا دیا گیا ہے کہ: مسئلہ اجتہادی ہے، اس لئے کمزور اور مرجوح پر عمل کرلو۔

اجتہادی مسائل میں اپنی رائے کی اشاعت قابل مذمت نہیں

دوسری بات اگر چہ مسئلہ اجتہادی ہے، مگر ایک عالم جس مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں حق و صواب سمجھتا ہے، وہ مجبور ہے کہ اپنی تحقیق کے مطابق عمل کرے، اور صرف عمل ہی نہیں، وہ اپنے آپ کو اس پر بھی مجبور پاتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی غلط کو چھوڑ کر صحیح پر اپنا عمل شروع کردیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہما اللہ کے درمیان ایک سیاسی مسئلہ میں اختلاف تھا، مگر دونوں چپ بیٹھے نہیں رہے بلکہ دونوں حضرات نے اپنی اپنی بات کی اشاعت کے لئے تحریریں لکھیں، اشتہارات شائع کئے، تقاریر کیں اور بڑے بڑے جلسے منعقد کئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان حضرات نے اپنا

وقت ضائع کیا، اور غیر ضروری کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے ''آپ بیتی'' میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ: ''میں مولانا (حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ) کو ہر طرح اپنا بڑا سمجھتا ہوں، لیکن کیا کریں ہم دیانۃً کانگریس کو مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر سمجھتے ہیں، اس لئے اخبارات، اشتہارات اور منبروں کی تقریروں میں تردید پر مجبور ہیں۔

(آپ بیتی ص۹۶ ج۴)

عالم جس مسئلہ کو حق سمجھے اس کو شائع کرے، اس پر تقریر کرے، اس پر حدود میں رہتے ہوئے شدت کرے اور اس کے خلاف پر نکیر کرے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

اہل حق میں شدید اختلاف کا ہو جانا نہ منقصت ہے نہ شریعت کے خلاف، بلکہ جس کسی امر میں اہل حق کے نزدیک اختلاف ہوگا تو جس درجہ کا وہ امر اور وہ اختلاف ہوگا اسی درجہ کی اس میں شدت بھی ہوگی، مثال کے طور پر سمجھو کہ ایک امر کو کوئی شخص فرض سمجھتا ہے دوسرا حرام کہتا ہے، یا ایک شخص واجب سمجھتا ہے اور دوسرا مکروہ تحریمی، تو اس میں آپس میں مخالفت ومنازعت اور تردید ضروری ہے، یہی چیز ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپس میں قتال تک پر مجبور کیا۔ ''ابوداؤد شریف'' میں ایک حدیث ہے: ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: وتر واجب ہے، دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ جن کی تحقیق اس کے خلاف تھی وہ فرماتے ہیں کہ: کـذب (جھوٹ بولا) گو علماء اس ارشاد کی صحابی رضی اللہ عنہ کی شان میں ہونے کی وجہ سے توجیہ فرماتے ہیں، لیکن ظاہر الفاظ یہی ہیں، اس لئے اگر امر حق کی تحقیق میں کوئی لفظ سخت نکل جائے تو اس کی توجیہ ہم کو بھی تو کرنی چاہئے۔ حدیث کی

کتابوں میں سینکڑوں نظیریں اس کی ملیں گی۔

اور یہ حضرات اپنے اس زوروشور میں اس لئے معذور ہیں کہ ان کے پیش نظر: ’’ الا لا یَمْنعنَّ رجلا هيبةُ النّاس ان يقولَ لحقٍّ اذا علِمَه‘‘ كذا فی جمع الفوائد برواية الترمذی عن ابی سعید مرفوعا‘‘۔ جیسے ارشادات بکثرت موجود ہیں۔

ترجمہ:......خبردار کسی شخص کوامر حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ روکے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اس حدیث کونقل فرما کررونے لگے اورارشادفرمایا کہ:

بہت سے امورہم نے دیکھے اورہیبت ہمارے لئے مانع ہوگئی.......

یہ ارشادات ان حضرات کومجبور کرتے ہیں کہ جس چیزکووہ حق سمجھتے ہیں اورجس درجہ کا حق سمجھتے ہیں اس کواصرار سے بیان فرمائیں اورشائع کریں اوراس کے خلاف پرنکیرکریں اورشدت سے کریں۔

معلوم ہوا کہ کوئی عالم جس مسئلہ کوحق سمجھے اس کوشائع کرے،اس پرتقریرکرے،اس پرحدود میں رہتے ہوئے شدت اختیارکرے اوراس کے خلاف پرنکیرکرے۔

(اسلام میں اختلاف کےاصول وآداب اورحدودص ۱۶۵)

(۶)......مرجوح پر عمل کرنا جائز نہیں

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مسئلہ راجح ومرجوح کا ہے، اس لئے انتشار سے بچنے کے لئے مرجوح پر عمل کرلیا جائے۔

جواباً عرض ہے کہ مرجوح پر نہ عمل جائز ہے نہ فتوی دینا جائز ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

ان حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ: آخر آپ ذمہ دار اور امت کے رہبر ہیں، آپ حضرات جان کر کیوں مرجوح قول پر عمل پیرا ہیں؟ اگر امت کے رہبر مرجوح قول پر عمل کریں گے تو راجح پر عمل کرنے کے لئے کیا کوئی فرشتے آئیں گے؟ اصول فقہ کا یہ قاعدہ'' الاخذ بالاحتیاط فی العبادة لازم '' جو آپ حضرات بار بار پڑھ چکے ہوں گے اور کئی حضرات تو پڑھایا کرتے ہوں گے، اسے عملاً کیوں چھوڑ رکھا ہے؟

علامہ شامی رحمہ اللہ نے مرجوح قول پر فتوی کو صحیح نہیں قرار دیا اور راجح قول پر فتوی دینے کو ضروری فرمایا ہے۔ مقلد کے لئے (خواہ وہ مفتی ہو یا قاضی) کسی حال میں بھی غیر راجح قول پر فتوی دینا جائز نہیں، اور فی الجملہ مجتہد کے لئے بھی اصل حکم یہی ہے، یعنی اگر دلائل متعارض نہ ہوں اور وہ ترجیح سے عاجز نہ ہو تو اس پر بھی اپنے نزدیک راجح قول ہی کی اتباع لازم ہے۔ علاوہ ازیں ابن حجر مکی، علامہ ابن صلاح، علامہ باجی مالکی اور علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہم اللہ وغیرہ مشائخ سے بھی غیر راجح پر فتوی دینے کی ممانعت منقول ہے۔

(فتوی نویسی کے رہنما اصول ص ۵۱)

وعلی هذا، فلا یجوز العمل او الافتاء بالمرجوح۔ (اصول الافتاء وآدابہ ص ۱۷۴)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے! ''المصباح فی اصول المفتی ومناهج الافتاء''

قول راجح پر فتوی

پھر جواب میں اس قول کو اختیار کرے جو علماء کے نزدیک راجح ہو، مرجوح کو ہرگز اختیار نہ کرے، مگر یہ کہ کوئی ایسی خاص وجہ ہو اور دلائل کی روشنی میں یہی راجح نظر آئے۔

ان الواجب على من اراد ان يعمل لنفسه او يفتي غيره ان يتبع القول الذى رجحه علماء مذهبه ، فلا يجوز له العمل أو الافتاء بالمرجوح ، الا فى بعض المواضع ، وقد نقلوا الاجماع على ذلك۔

جو شخص خود عمل کا ارادہ کرے یا غیر کو حکم بتائے دونوں صورتوں میں اس پر واجب ہے کہ اس قول کی پیروی کرے جسے علماء مذہب نے راجح قرار دیا ہے، لہذا مرجوح پر عمل یا فتوی دینا درست نہیں ہے، بجز چند خاص مواقع کے، فقہاء نے اسی اصل پر اجماع نقل کیا ہے۔

ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”وكلام القرافى دال على ان المجتهد والمقلد لا يحل لهما الحكم والافتاء بغير الراجح ، لانه اتباع للهوى، و هو حرام اجماعا“۔

قرافی کا کلام بتاتا ہے کہ غیر راجح پر فتوی دینا یا فیصلہ کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے خواہ وہ مجتہد ہو یا مقلد ، کیونکہ اس وقت خواہش نفس کی پیروی ہوگی جو بالاتفاق حرام ہے۔ مختصر یہ کہ اگر صاحب نظر اور صاحب بصیرت ہے تو دلائل اور اس کی قوت پر نظر کر کے راجح پہلو پر عمل کرے اور فتوی دے اور اگر مسائل میں بصیرت تامہ حاصل نہیں ہے تو علماء مذہب کے قول پر عمل کرے:

اما الحكم والفتيا بما هو مرجوح فخلاف الاجماع۔ (عقود رسم المفتى ص۳)

قول مرجوح پر فیصلہ کرنا اور فتوی دینا اجماع کے خلاف ہے۔ (مرغوب الفتاوی ص ۱۵۷ ج ۱)

(۷)......حرمین کی رویت کو نہیں مانتے تو حج بھی کسی اور جگہ کرلو

اشکال:......ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ: جب تم سعودی عرب کی رویت کو صحیح نہیں مانتے تو حج کرنے سعودی عرب کیوں جاتے ہو؟

جواب:......حج اللہ تعالی نے صرف ایک مقام ہی پر رکھا ہے، اور وہ سعودی عرب کا مبارک شہر مکہ مکرمہ ہے، اور سعودی عرب ایک اسلامی مملکت ہے، وہاں قاضی کا فیصلہ اپنی حدود میں نافذ ہو جائے گا، اس لئے سعودی عرب کے فیصلہ کے مطابق حج بلا تردد درست ہے۔

نوٹ:......بعض بڑے اہل علم کی طرف سے اس قسم کی بات سنی گئی تو حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ، یا اللہ! ایسے صاحب علم وفتوی حضرات بھی اس طرح کا عامیانہ اعتراض کر سکتے ہیں؟

اس غیر معقول اعتراض کے جواب میں تین اکابر کی تحریرات کے نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱)......حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

تنبیہ:......سعودیہ میں غیر ملکی مقیم حضرات اور حجاج کے لئے رمضان وعیدین اور حج وقربانی کی صحت میں شبہ کی ہرگز گنجائش نہیں، اس لئے کہ بحالت صحو شہادت عدلین کی صحت مختلف فیہا ہے، لہذا اس کے مطابق قضا کی صورت میں یہ فیصلہ سعودیہ کی حدود کے اندر واجب العمل ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۴۱۸ ج ۴)

(۲)......حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’واما أمر الحج وسائر العبادات للمقيمين هناک فيفعلونها تبعا لمطلعهم و بلدهم ولذلک عباداتهم صحيحة‘‘۔ (فتاوی دار العلوم زکریا ص ۲۶۶ ج ۳)

ترجمہ:......اور حج اسی طرح وہاں کے مقیمین کے لئے دوسری تمام عبادات ان کے مطلع اور

ملک کے فیصلے کی وجہ سے صحیح ہیں۔

(۳)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

اگر کوئی مسلمان حکومت انہی علماء کے قول پر عمل کرے تو اس کے زیر ولایت حصے میں اس کے فیصلے ہی پر عمل کرنا ضروری ہوگا ''لکون حکم الحاکم رافع للخلاف''۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم درس بخاری میں فرماتے ہیں کہ:

مسئلہ چونکہ مجتہد فیہ ہے اس لئے ان کا قول وہاں ان کے اپنے ملک میں تو نافذ ہوجاتا ہے، جب وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور اس کی بنیاد پر حج اور قربانی سب کچھ درست ہوجاتی ہیں، لیکن ہم اپنے ملک میں مختار ہیں کہ چاہیں ان کے قول کو لیں یا نہ لیں، تو اگر ہم ان کے قول کو نہیں لے رہے اس وجہ سے کہ ان کے قول کو درست نہیں سمجھتے تو اس کی گنجائش ہے......۔(انعام الباری ص۴۹۶ ج۵)

آپ ﷺ نے حج میں مکہ کی رویت کا اعتبار فرمایا' مدینہ کی رویت کا نہیں

حضور پاک ﷺ نے بھی حج کے سلسلہ میں مکہ معظّمہ کی رویت کا اعتبار فرمایا۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے'' الطرائف والظرائف '' (ص ۱۲۸) میں تحریر فرمایا ہے کہ: حضور ﷺ کی وفات والے سال مکہ مکرمہ کی تاریخ مدینہ منورہ کی تاریخ سے ایک دن آگے تھی۔ملاحظہ ہو:

فائدة تاريخية تتعلق بتاريخ وفاة النبى صلى الله عليه وسلم:[عن جمع الوسائل فى شرح الشمائل للقارى الحنفى رحمه الله] باب: ما جاء فى وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم الى قوله :

وحـله ان يقال يحتمل اختلاف اهل مكة والمدينة في روية الهلال ذى الحجة عـنـد اهـل مـكة يوم الخميس وعند اهل مدينة يوم الجمعة وكان وقوف عرفة واقعا بـروية اهـل مـكة ، ولما رجع الى المدينة اعتبروا تاريخ اهل المدينة ، وكان الشهور الثـلا ثة كـوامـل فيـكون اول ربيع الاول يوم الخميس ويوم الاثنين الثانى عشر منه' هذا، انتهى ۔(فتاوی دارالعلوم زکریا ص۳۴۰ ج۶)

(۸)......تمہاری تعداد کم ہے اور ہم زیادہ ہیں

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ: تمہاری تعداد کم ہے اور ہم زیادہ ہیں۔
یہ نظریہ قرآن وحدیث کی رو سے درست وصحیح نہیں، بلکہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کے خلاف ہے۔

قلیل کے حق ہونے پر قرآن کریم کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱)......اور تھوڑے ہی سے لوگ تھے جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔
(سورۂ ھود، آیت نمبر:۴۰)

(۲)......تھوڑے سے لوگوں کے سوا کسی کو ان کا پورا علم نہیں۔(سورۂ کہف، آیت نمبر:۲۲)

(۳)......اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گذار ہوں۔(سورۂ سبا، آیت نمبر:۱۳)

(۴)......سوائے ان کے جو ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اور وہ بہت کم ہیں۔(سورۂ صٓ، آیت نمبر:۲۴)

(۵)......پھر (ہوا یہی کہ) جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب پیٹھ پھیر گئے۔(سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۴۶)

(۶)...... اور (مسلمانو!) اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔(سورۂ نساء، آیت نمبر:۸۳)

(۷)......اور اللہ کو تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں۔(سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۴۲)

(۸)......تم لوگ نصیحت کم ہی مانتے ہو۔(سورۂ اعراف، آیت نمبر:۳)

(۹)......تم لوگ شکر کم ہی ادا کرتے ہو۔(سورۂ اعراف، آیت نمبر:۱۰)

(۱۰)......ہاں تھوڑے سے لوگ تھے جن کو ہم نے (عذاب سے) نجات دی تھی۔

(سورۂ ھود، آیت نمبر:۱۱٦)

(۱۱)...... بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی ایسے ہیں کہ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔

(سورۂ فتح، آیت نمبر:۱۵)

(۱۲)......وہ رات کے وقت کم سوتے تھے۔(سورۂ الذاریات، آیت نمبر:۱۷)

(۱۳)......نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔(سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۴۹)

کثرت کے باطل ہونے کے بارے میں قرآنی آیات

اس کے برخلاف جس کثرت کو حق کی دلیل سمجھا جا رہا ہے، قرآن پاک تو بہت صراحت سے یہ اعلان فرماتا ہے:

(۱)......اور تمہارا جتھہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گا، چاہے وہ کتنا زیادہ ہو۔

(سورۂ انفال، آیت نمبر:۱۹)

(۲)...... چاہے تمہیں ناپاک چیزوں کی کثرت اچھی لگتی ہو۔(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۱۰۰)

(۳)...... جب تمہاری تعداد کی کثرت نے تمہیں مگن کر دیا تھا، مگر وہ کثرتِ تعداد تمہارے کچھ کام نہ آئی۔(سورۂ توبہ، آیت نمبر:۲۵)

(۴)......لوگوں کی بہت سی خفیہ سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔(سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۱۴)

(۵)......مگر ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہی ہیں کہ ان کے اعمال خراب ہیں۔

(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:٦٦)

(٦)......تو ان میں سے بہت سے پھر اندھے اور بہرے بن گئے۔(مائدہ، آیت نمبر:۷۱)

(۷)......اوراسی طرح بہت سے مشرکین کو ان کے شریکوں نے یہ سمجھا رکھا ہے کہ اپنی اولاد کوقتل کرنا بڑا اچھا کام ہے۔(سورۂ انعام، آیت نمبر:۱۳۷)

(۸)......اور بہت سے ایسے بھی ہیں جن پر عذاب طے ہو چکا ہے،(سورۂ حج، آیت نمبر:۱۸)

(۹)......اوران میں سے بہت سے لوگ نافرمان رہے،(سورۂ حدید، آیت نمبر:۱۶/۲۶/۲۷)

(۱۰)......اوران لوگوں میں سے بہت سے فاسق ہیں۔(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۴۹)

(۱۱)......مگراس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں ہی کرتے رہے ہیں۔(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۳۲)

(۱۲)......اوران میں سے بہت سوں کوتم دیکھو گے کہ وہ گناہ، ظلم اورحرام خوری میں لپک لپک کرآگے بڑھتے ہیں۔سچ تو یہ ہے کہ جوحرکتیں یہ کرتے ہیں وہ نہایت بری ہیں۔

(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۶۲)

(۱۳)......اور(اے رسول!) جووحی اپنے تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اورکفر میں مزید اضافہ کرکے رہے گی۔

(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۶۸)

(۱۴)......تم ان میں سے بہت سوں کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے (بت پرست) کافروں کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے۔(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۸۰)

(۱۵)......اور بہت سے لوگ کسی علم کی بنیاد پرنہیں، (بلکہ صرف) اپنی خواہشات کی بنیاد پر دوسروں کوگمراہ کرتے ہیں۔(سورۂ انعام، آیت نمبر:۱۱۹)

(۱۶)......اورہم نے جنات اورانسانوں میں سے بہت سے لوگ جہنم کے لئے پیدا کئے۔

(سورۂ اعراف، آیت نمبر:۱۷۹)

(۱۷)......اے ایمان والو! (یہودی) احبار اور (عیسائی) راہبوں میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت نمبر:۳۴)

(۱۸)......بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل بنے ہوئے ہیں۔

(سورۂ یونس، آیت نمبر:۹۲)

(۱۹)......میرے پروردگار! ان بتوں نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کیا ہے۔

(سورۂ ابراہیم، آیت نمبر:۳۶)

(۲۰)......لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے۔ (سورۂ اعراف، آیت نمبر:۱۸۷)

(۲۱)......لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لا رہے۔ (سورۂ ھود، آیت نمبر:۱۷)

(۲۲)......لیکن اکثر لوگ (اس نعمت کا) شکرادا نہیں کرتے۔ (سورۂ یوسف، آیت نمبر:۳۸)

(۲۳)......لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق بات ہی کو برا سمجھتے ہیں۔

(سورۂ زخرف، آیت نمبر:۷۸)

(۲۴)......اور میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ (سورۂ شعراء، آیت نمبر:۲۲۳)

(۲۵)......ان میں سے اکثر کو عقل نہیں ہے۔ (سورۂ حجرات، آیت نمبر:۴)

(۲۶)......یہ قرآن خوش خبری دینے والا بھی ہے، اور خبر دار کرنے والا بھی۔ پھر بھی ان میں سے اکثر لوگوں نے منہ موڑ رکھا ہے۔ (سورۂ حٰم السجدۃ، آیت نمبر:۴)

کثرت وقلت کے باطل وحق ہونے کا نظریہ غلط ہے، احادیث نبویہ

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی

(۱)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے: میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہے گی جس

کی حق پر مدد کی جاوے گی ان کو وہ لوگ ضرر نہ دے سکیں گے جو ان کے مخالف ہوں گے ، یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی قیامت آجاوے ۔(بخاری و مسلم)

اس حدیث میں حق پر رہنے والی ایک جماعت کو طائفہ فرمایا، جس کے معنی ہے: طائفۃ من الشئی قطعہ شی کا ہونا جو قلت پر دلالت کرتا ہے، پس آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: طائفہ قلیلہ خواہ رجل واحد ہی کیوں نہ ہو حق پر ہو سکتا ہے، اور اس کے مخالف تمام دنیا بھی ہو تو اس کا قول باطل ہے۔

جنت میں داخل ہونے والا قرنوں میں ہوا کرے گا

(۲)......رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حلال روزی کھاتا رہے اور سنت کے موافق عمل کرتا رہے اور لوگ اس کی آفات سے محفوظ رہیں وہ جنت میں داخل ہوگا، ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج تو ایسے لوگ تو بہت ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد قرنوں میں ایسا آدمی ہوا کرے گا۔(ترمذی)

اہل حق پر غالب ہونے والے اہل باطل

(۳)......آپ ﷺ نے فرمایا: کسی امت نے اپنے نبی کے بعد اختلاف نہیں کیا مگر ان کے اہل باطل اہل حق پر غالب ہوئے۔(طبرانی)

قیامت کے دن بعض انبیاء کے ساتھ ایک یا دو یا تین آدمی ہوں گے

(۴)......حدیث شریف میں تو یہاں تک فرمایا کہ: قیامت کے دن بعض انبیاء علیہم السلام کے ساتھ صرف ایک یا دو یا تین آدمی اتباع کرنے والے ہوں گے، گویا اکثریت ایمان نہ لانے والوں کی۔ کیا حق قلیل کے ساتھ ہے یا کثیر کے ساتھ؟

اہل حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے تعداد میں کم ہوں

(۵)......حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''اہل حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے تعداد میں کم ہوں، اور اہل باطل کا اکٹھا ہونا حقیقت میں بکھر جانا ہے چاہے وہ تعداد میں زیادہ ہوں۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ج۲ص ۲۵)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اہل سنت کو قلیل کہہ رہے ہیں

(۶)......امام سفیان الثوری رحمہ اللہ نے (اپنے علماء شاگردوں سے) فرمایا کہ: اہل سنت کے حق میں بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو کہ یہ پردیسی بیچارے بہت کم ہیں۔

بدعتی فرقوں کی بہ نسبت فریق سنت نادر بلکہ بہت نادر ہے

(۷)......امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: جس طرح شرک و باطل دینوں کی بہ نسبت اسلام نادر و عزیز ہے اسی طرح اسلام میں بدعتی فرقوں کی بہ نسبت فریق سنت نادر و عزیز بلکہ بہت نادر و عزیز ہے۔ (تلبیس ابلیس اردو ص۱۰)

غزوۂ احد کے واقعہ میں کم کی رائے حق پر تھی

(۸)......غزوۂ احد میں ان پچاس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں جو گھاٹی پر متعین تھے اختلاف ہوا اور چالیس حضرات اپنی جگہ سے اپنے اجتہاد کی وجہ سے ہٹ گئے، اور دس افراد وہاں پر جمے رہے، اس واقعہ کی پوری تفصیل سے اہل علم ناواقف نہیں ہوں گے، کیا اس میں کثرت رائے والے حق پر تھے یا قلت رائے والے؟

سب صحابہ کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی

(۹)......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کچھ قبائل مرتد ہو گئے تھے، جن میں بعض تو

مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گئے اور بعض صرف زکوۃ کی فرضیت کے منکر ہوئے، اس دوسری جماعت کے بارے میں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ ان کے ساتھ جہاد نہ کیا جائے، صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے ان کے ساتھ جہاد کی تھی، بعد میں گرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے، اس واقعہ میں بتلائیے کہ کثرت رائے والوں کی رائے صحیح تھی یا قلت رائے والوں کی؟۔

(اشرف الجواب ص ۳۰۰)

بدر کے قیدیوں کے بارے میں وحی نے حضرت عمر کی رائے کو حق گردانا

(۱۰)...... بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت عمر وسعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کی رائے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف تھی، بلکہ خود آپ ﷺ کی رائے عالی بھی عام آراء کے ساتھ تھی، مگر آپ کو معلوم ہوگا کہ وحی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق فیصلہ ہوا۔ کثرت رائے کو مدار فیصلہ نہیں بنایا گیا۔

اللہ تعالی اس شخص کو ذلیل نہیں کرتا جو حق پر ہو چاہے اکیلا ہی کیوں نہ ہو

(۱۱)......حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک تقریر میں فرمایا:

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی اس شخص کو ذلیل نہیں کیا کرتا جو حق پر ہو چاہے وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو، اور اس کو عزت عطا نہیں کرتا جس کا ولی شیطان ہو چاہے اس کے ساتھ بہت آدمی کیوں نہ ہوں۔ (تاریخ اسلام ص ۵۳۷ ج ۱)

(۹)......کیا جنازہ میں کثرت حق کی دلیل ہے؟

اشکال:......ایک مؤقر جامعہ کے استاذ محترم نے مجھ سے خود بیان کیا کہ: ہمارے مدرسہ کے فلاں استاذ نے فرمایا: حافظ پٹیل صاحب کے جنازہ میں شرکت کرنے والے بڑی کثیر تعداد میں تھے، یہ دلیل ہے کہ حافظ صاحب جس مسلک پر تھے وہ حق ہے، اور حافظ صاحب رویت ہلال میں ہمارے ساتھ تھے۔

جواب:......اول تو اس طرح کے واہیات اعتراضات کے جوابات دینا بھی ضروری نہیں، بلکہ نہ دینے چاہئے، ان کی خدمت میں قرآن کریم کا یہ ارشاد نقل کر دینا کافی ہے:

﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾۔

ترجمہ:......اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔(پارہ:۱۹، سورۂ فرقان، سورۃ نمبر:۲۵، آیت نمبر:۶۳)

میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ: یا اللہ! اہل علم کہے جانا والا کوئی عالم بھی اس طرح کا عامیانہ ہی نہیں جاہلانہ اعتراض کرسکتا ہے؟ ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے   دے آدمی کو موت مگر یہ ادا نہ دے

لیکن اس خیال سے عوام کو اس طرح کی باتوں سے غلط فہمی کا امکان ہے، اور کسی کو مغالطہ ہو جائے، اس لئے مناسب ہے کہ اس جواب کا بھی نقل کر دیا جائے۔

میں نے ان مولانا صاحب سے-جنھوں نے میرے سامنے یہ بات نقل کی-عرض کیا کہ: آپ ان کو میرا یہ پیغام پہنچادیں کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں کتنے لوگ تھے؟ کیا وہاں تعداد کی قلت ان کے غیر حق ہونے کی دلیل تھی؟۔سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد آپ کی نماز جنازہ صرف: ۱۷/افراد نے پڑھی

ہے۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (اورابن سعد کی روایت کے مطابق: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ) نے نماز جنازہ پڑھائی۔(سیر الصحابہ ص۲۲۱ ج۱)

اب یہ معترض صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تبصرہ فرمائیں گے۔

اسی طرح حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں ایک مختصرسی جماعت شریک تھی، اس لئے کہ آپ کا حادثۂ وفات مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر زبدہ کے مقام پر ہوا تھا، اورآپ ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق ایک قافلہ نے ان کی تدفین وتکفین کا انتظام کیا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(سیر الصحابہ ص۷۵، ج۲، حصہ۳)

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں کتنی مخلوق تھی؟

بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو یہاں کا حاکم بنایا تھا، چند دنوں کے بعد انہیں معزول کرکے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کوان کی جگہ مقرر کیا، اوران کوتحریر فرمایا کہ: آپ فورا بحرین چھوڑ کر بصرہ کا انتظام سنبھالو، اس حکم پر حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ روانہ ہوگئے، لیکن فرمان خلافت کے ساتھ ہی پیام اجل بھی پہنچ گیا، اور راستہ میں مقام ''لیاس'' میں انتقال فرماگئے۔ یہ مقام آبادی سے دوراور بے آب وگیاہ تھا، پانی کی بڑی قلت تھی، حسن اتفاق سے بارش ہوئی، تو ساتھیوں نے بارش کے پانی سے غسل کا انتظام کیا، اورتلوار سے گڑھا کھودکر قبر تیار کی۔اس طرح بحرین وبصرہ کے حاکم اس بے سرو سامانی کے ساتھ ایک بے آب وگیاہ میدان میں سپرد خاک کئے گئے۔

(سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم ص۱۷۵ جلد۴، حصہ ہفتم)

بتاؤ! اس میدان میں کون سے جم غفیر نے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی، کیا حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ پر بھی حکم لگے گا کہ ان کا مسلک حق نہیں تھا؟

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ مشرکین کی قید میں گرفتار تھے کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اور آپ کسی طرح قید سے رہا ہوکر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے مگر معاہدہ کی بناء پر واپس کئے گئے، پھر راستہ میں جو واقعہ پیش آیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے، بالآخر مدینہ منورہ سے دور ایک ساحلی مقام پر قیام کیا، اور رفتہ رفتہ یہ جگہ مظلوم مسلمان جماعت کی پناہ گاہ بن گئی، کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے اس آزاد گروہ کے بارے میں پیغام بھیجا کہ حضرت ابوجندل اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آجائیں اور دوسرے حضرات اپنے اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں، یہ گرامی نامہ ایسے وقت پہنچا کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر تھے، خط مبارک ہاتھ میں لے کر پڑھتے پڑھتے روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا کر اسی ویرانہ میں سپرد خاک کیا۔ اس ویرانہ میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کوئی زیادہ نہیں تھی۔

(سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم ص ۲۵۹ جلد ۴، حصہ ہفتم)

اور تو اور حضرات شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم پر نماز جنازہ پڑھنے والے کون سے ہزاروں لاکھوں تھے؟ کیا ان پر بھی ناحق ہونے کا فتویٰ صادر کیا جائے گا؟

ان کے علاوہ سینکڑوں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غزوات کے سفر میں شہید ہوئے، وہاں کون سی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شریک تھی؟ مجاہدین کی موجودہ جماعت نے شرکت کی۔

اسی طرح صلحاء اور اولیاء کے نہ جانے کتنے بزرگ اور علماء حج وعمرہ اور حصول علم کے مبارک سفر میں وفات پا گئے، ان کی نماز میں شریک ہونے والے بھی تھوڑے سے ہی افراد تھے، ان کے بارے میں یہ صاحب کیا ارشاد فرمائیں گے؟

تاریخ میں ایسے کئی بزرگوں کے حالات مذکور ہیں جو بحری جہاز میں انتقال فرما گئے، ان کی نماز بھی چند حضرات نے پڑھی، وہاں کوئی بڑی تعداد نہ تھی اور نہ ہو سکتی ہے۔ ان حضرات کے بارے میں ہمارے معزز معترض صاحب کیا حکم لگائیں گے؟ ؎

نہ طعنے تم ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

....

(۱۰)......اپنے ہی موقف کو صحیح ثابت کرنا کیا باعث کدورت ہے؟

اشکال:......ایک صاحب علم اور استاذ حدیث نے تحریر فرمایا کہ: رویت ہلال کے موضوع پر رسالہ یا کتاب سے مجھے کدورت ہوتی ہے، اس لئے کہ دونوں فریق اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جواب:...... یہ عجیب بات ہے کہ اپنے موقف کو ثابت کرنا باعث کدورت ہے۔ اس میں کیا عیب ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو فریق جس موقف کو صحیح سمجھے گا اسی کو ثابت کرے گا۔ میں مولانا سے سوال کر سکتا ہوں کہ: آپ حدیث شریف کے درس میں روزانہ تینوں اماموں کے مسلک کو کمزور ثابت نہیں کرتے؟ اور اپنے موقف کو درست اور صحیح ثابت کرنے پر دلائل کے انبار نہیں لاتے؟

کیا ہمارے اکابر واسلاف نے حدیث کی شروحات میں اپنے مسلک کو ثابت کرنے

کے لئے صفحات کے صفحات نہیں لکھے، بلکہ رسائل اور کتابوں کے دفاتر مرتب فرما دیئے۔ ان اکابر کے عمل کے بارے میں بھی کیا آپ کدورت محسوس فرمائیں گے۔

بلکہ ائمہ کرام: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے مسالک کو کمزور ثابت کرنے کے لئے تو بعض اوقات ایسی تاویلات کی جاتی ہیں جو قابل تسلیم بھی نہیں ہوتیں۔ اور ان کے دلائل پر مشتمل احادیث کو کمزور ثابت کرنا تو روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ یا کم از کم منسوخ ہونے کا فیصلہ تو ہو ہی جاتا ہے۔ کبھی تو تعارض ثابت کر کے ان ائمہ کے مسلک کو کمزور کیا جاتا ہے (جیسا کہ: طلوع سے پہلے فجر کی ایک رکعت مل گئی تو احناف کے مشہور مذہب میں فجر کی نماز فاسد ہو جاتی ہے- والے مسئلہ میں۔ حالانکہ عام حالات میں تعارض کو رفع کر کے تطبیق کی کوشش کی جاتی ہے)۔ کیا یہ سب باتیں بھی باعث کدورت ہوں گی؟

انہیں تاویلات کی وجہ سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو کہنا پڑا کہ:

''خود حنفی بنتے ہو تو بنو، لیکن حدیث کو حنفی بنانے کی کوشش نہ کرو کہ گھڑ مڑ (توڑ موڑ) کر کسی طرح کھینچ تان کر اس کو حنفی بناؤ''۔ (انعام الباری ص ۳۱۴ ج ۳)

قلت وکثرت
اوررویت ہلال

اس مختصر رسالہ میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ کسی مسئلہ میں تعداد کی قلت باطل اور تعداد کی کثرت حق کی دلیل نہیں، جو لوگ قلت کو دلیل باطل اور کثرت کو دلیل حق سمجھتے ہیں وہ ان کی غلط فہمی ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عامۃً لوگوں کی زبان سے یہ بات سننے کوملتی ہے کہ کسی مسئلہ میں عمل کرنے والے کثیر تعداد میں ہوں تو وہ حق پر ہیں،اور اگر تھوڑی تعداد میں ہوں تو وہ باطل پر ہیں۔یہ نظریہ قرآن وحدیث کی رو سے درست وصحیح نہیں، بلکہ قرآن وحدیث اورآثار صحابہ کے خلاف ہے۔

قلیل کے حق ہونے پرقرآن کریم کی آیات

قرآن پاک کے وہ قطعی اور منصوص سینکڑوں ارشادات جن میں ذرہ برابر نہ شک کی گنجائش نہ غلطی کا امکان ان پرایک سرسری نظرڈالنے سے معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالی نے قلیل کومعیار باطل وکثرت کومعیارحق نہیں بتایا،بطورنمونہ چندآیات نقل کی جاتی ہیں: کہیں فرمایا کہ:

(۱)......﴿وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾۔(سورۂ ھود،آیت نمبر:۴۰)

ترجمہ:......اورتھوڑے ہی لوگ تھے جوان کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔

(۲)......﴿مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾۔(سورۂ کہف،آیت نمبر:۲۲)

ترجمہ:......تھوڑے سے لوگوں کے سواکسی کوان کا پوراعلم نہیں۔

(۳)......﴿ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴾۔(سورۂ سبا،آیت نمبر:۱۳)

ترجمہ:......اورمیرے بندوں میں کم لوگ ہیں جوشکرگذارہیں۔

(۴)......﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ﴾۔(سورۂ ص،آیت نمبر:۲۴)

ترجمہ:......سوائے ان کے جوایمان لائے ہیں،اورجنہوں نے نیک عمل کئے ہیں،اوروہ بہت کم ہیں۔

(۵)......﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ﴾۔(سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۲۴۶)

ترجمہ:......پھر (ہوا یہی کہ) جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب پیٹھ پھیر گئے۔

(۶)......﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلاً﴾۔

(سورۂ نساء،آیت نمبر:۸۳)

ترجمہ:......اور (مسلمانوں!) اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر باقی شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

(۷)......﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ﴾۔(سورۂ ھود،آیت نمبر:۱۱۶)

ترجمہ:......ہاں تھوڑے سے لوگ تھے جن کو ہم نے (عذاب سے) نجات دی۔

(۸)......﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾۔

(سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۲۴۹)

ترجمہ:......نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔

ان آیات میں صراحت فرمادی کہ: ایمان لانے والے قلیل ہیں، جاننے والے قلیل ہیں، شکر گذار قلیل ہیں، اعمال صالحہ والے قلیل ہیں، قتال میں جمنے والے قلیل ہیں، شیطان کی اتباع سے روگردانی کرنے والے قلیل ہیں، اللہ کا ذکر کرنے والے قلیل ہیں، نصیحت حاصل کرنے والے قلیل ہیں، اللہ تعالی نے تھوڑی جماعت کو صحیح علم کی دولت سے نوازا ہے، سمجھدار قلیل مقدار میں ہیں، تہجد گذار قلیل ہیں، جہنم سے نجات پانے والے قلیل ہیں، کثرت باطل پر اہل حق میں سے غلبہ پانے والے قلیل ہیں۔

کثرت کے باطل ہونے کے بارے میں قرآنی آیات

اس کے برخلاف جس کثرت کو حق کی دلیل سمجھا جا رہا ہے، قرآن پاک تو بہت صراحت سے یہ اعلان فرماتا ہے:

(۱)......﴿ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ﴾۔ (سورۂ انفال، آیت نمبر:۱۹)

ترجمہ:......اور تمہارا جتھہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گا، چاہے وہ کتنا زیادہ ہو۔

(۲)......﴿وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۱۰۰)

ترجمہ:......چاہے تمہیں ناپاک چیزوں کی کثرت اچھی لگتی ہو۔

(۳)......﴿اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا ﴾۔ (سورۂ توبہ، آیت نمبر:۲۵)

ترجمہ:...... جب تمہاری تعداد کی کثرت نے تمہیں مگن کر دیا تھا، مگر وہ کثرتِ تعداد تمہارے کچھ کام نہ آئی۔

(۴)......﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَجْوٰهُمْ ﴾۔ (سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۱۴)

ترجمہ:......لوگوں کی بہت سی خفیہ سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔

(۵)......﴿وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت نمبر:٦٦)

ترجمہ:......مگر ان میں بہت سے لوگ ایسے ہی ہیں کہ ان کے اعمال خراب ہیں۔

(٦)......﴿ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۷۱)

ترجمہ:......تو ان میں سے بہت سے پھر اندھے اور بہرے بن گئے۔

(۷)......﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۗؤُهُمْ﴾۔

(سورۂ انعام، آیت نمبر:۱۳۷)

ترجمہ:......اور اسی طرح بہت سے مشرکین کو ان کے شریکوں نے یہ سجھا رکھا ہے کہ اپنی

اولاد کوقتل کرنا بڑا اچھا کام ہے۔

(۸)......﴿وَ كَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾۔(سورۂ حج،آیت نمبر:۱۸)

ترجمہ:......اور بہت سے ایسے بھی ہیں جن پر عذاب طے ہو چکا ہے۔

(۹)......﴿وَ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾۔(سورۂ حدید،آیت نمبر:۲۷/۲۶/۱۶)

ترجمہ:......اوران میں سے بہت سے لوگ نافرمان رہے۔

(۱۰)......﴿وَاِنَّ كَثِيراً مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ﴾۔(سورۂ مائدہ،آیت نمبر:۴۹)

ترجمہ:......اوران لوگوں میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

(۱۱)......﴿ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴾۔

(سورۂ مائدہ،آیت نمبر:۳۲)

ترجمہ:......مگراس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں ہی کرتے رہے ہیں۔

(۱۲)......﴿ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾۔(سورۂ مائدہ،آیت نمبر:۶۲)

ترجمہ:......اوران میں سے بہت سوں کوتم دیکھو گے کہ وہ گناہ،ظلم اورحرام خوری میں لپک لپک کرآگے بڑھتے ہیں۔سچ تو یہ ہے کہ جوحرکتیں یہ کرتے ہیں وہ نہایت بری ہیں۔

(۱۳)......﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا﴾۔

(سورۂ مائدہ،آیت نمبر:۶۸)

ترجمہ:......اور(اے رسول!)جووحی تم پرتمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اورکفر میں مزید اضافہ کر کے رہے گی۔

(۱۴)......﴿ تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُم یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ﴾۔(سورۂ مائدہ،آیت نمبر:۸۰)
ترجمہ:......تم ان میں سے بہت سوں کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے (بت پرست) کافروں کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے۔

(۱۵)......﴿وَاِنَّ کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ﴾۔(سورۂ انعام،آیت نمبر:۱۱۹)
ترجمہ:......اور بہت سے لوگ کسی علم کی بنیاد پر نہیں، (بلکہ صرف) اپنی خواہشات کی بنیاد پر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(۱۶)......﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾۔
(سورۂ اعراف،آیت نمبر:۱۷۹)
ترجمہ:......اور ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ جہنم کے لئے پیدا کئے۔

(۱۷)......﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَأْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾۔(سورۂ توبہ،آیت نمبر:۳۴)
ترجمہ:......اے ایمان والو! (یہودی) احبار اور (عیسائی) راہبوں میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

(۱۸)......﴿وَاِنَّ کَثِیْراً مِّنَ النَّاس عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴾۔(سورۂ یونس،آیت نمبر:۹۲)
ترجمہ:......بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل بنے ہوئے ہیں۔

(۱۹)......﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْراً مِّنَ النَّاس ﴾۔(سورۂ ابراہیم،آیت نمبر:۳۶)
ترجمہ:......میرے پروردگار! ان بتوں نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کیا ہے۔

(۲۰)......﴿وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ﴾۔(سورۂ اعراف،آیت نمبر:۱۸۷)

ترجمہ:......لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے۔

(۲۱)......﴿وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایُؤْمِنُوْنَ﴾۔(سورۂ ھود،آیت نمبر:۱۷)

ترجمہ:......لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لارہے۔

(۲۲)......﴿وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَشْکُرُوْنَ﴾۔(سورۂ یوسف،آیت نمبر:۳۸)

ترجمہ:......لیکن اکثر لوگ (اس نعمت کا) شکر ادا نہیں کرتے۔

(۲۳)......﴿وَلٰکِنَّ اَکْثَرَکُمْ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَ﴾۔(سورۂ زخرف،آیت نمبر:۷۸)

ترجمہ:......لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق بات ہی کو برا سمجھتے ہیں۔

(۲۴)......﴿وَ اَکْثَرُھُمْ کٰذِبُوْنَ﴾۔(سورۂ شعراء،آیت نمبر:۲۲۳)

ترجمہ:......اوران میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

(۲۵)......﴿وَ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾۔(سورۂ حجرات،آیت نمبر:۴)

ترجمہ:......ان میں سے اکثر کو عقل نہیں ہے۔

(۲۶)......﴿بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ج فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ﴾۔

(سورۂ حٰم السجدۃ،آیت نمبر:۴)

ترجمہ:...... یہ قرآن خوش خبری دینے والا بھی ہے،اورخبردار کرنے والا بھی۔پھربھی ان میں سے اکثرلوگوں نے منہ موڑ رکھا ہے۔

قرآن پاک کی ان آیات پرغورفرمائیں! اکثروں اور بڑی تعداد کو: کام نہ آنے والے، ناپاک کو پسند کرنے والے، خیر کو نہ پانے والے، اعمال کی خرابی والے، قتل اولاد کو اچھا سمجھنے والے، عذاب سہنے والے، حد سے بڑھنے والے، شکر نہ کرنے والے، حق سے اعراض کرنے والے، حق بات نہ سننے والے، خواہشات سے گمراہ کرنے والے، اللہ تعالی

کے راستے سے روکنے والے، حق کو برا کہنے والے، حق کو نہ سننے والے، اندھے، بہرے، فاسق، گمراہ، جاہل، جہنمی، غافل، مسرف، ظالم، حرام خور، سرکش جھوٹے وغیرہ کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔

کثرت وقلت کا نعرہ حق ہے یا قرآن کریم کے یہ قطعی فرامین؟ یہ تو ’’مشت نمونہ از خروارے‘‘ چند قرآنی جملوں کی طرف صرف اشارہ کر دیا گیا کوئی حق کی تلاش میں ضد وعناد سے پاک ہو کر قرآن کریم پڑھے اور اس پر غور کرے تو اس کی سینکڑوں آیات اس کی رہنمائی کریں گی۔

کثرت وقلت کے باطل وحق ہونے کا نظریہ غلط ہے، احادیث نبویہ

قرآن کریم کے بعد چند احادیث پاک پر بھی ایک سرسری اور طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہو جائے گا کہ کثرت کا حق اور قلت کے باطل ہونے کا اصول بھی من گھڑت اور اپنا ایجاد کیا ہوا ہے۔

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی

(۱)......آپ ﷺ کا وہ مشہور ارشاد:

’’لا یزال طائفة من امتی علی الحق منصورین لا یضرھم من خالفھم حتی یأتی امر الله‘‘

ترجمہ:......میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہے گی جس کی حق پر مدد کی جاوے گی ان کو وہ لوگ ضرر نہ دے سکیں گے جو ان کے مخالف ہوں گے، یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی قیامت آجاوے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں حق پر رہنے والی ایک جماعت کو طائفہ فرمایا، جس کے معنی ہے: طائفۃ

من الشئی قطعہ شی کا ہونا جوقلت پر دلالت کرتا ہے، پس آپ ﷺ کا ارشاد ہے طائفہ قلیلہ خواہ رجل واحد ہی کیوں نہ ہوحق پر ہوسکتا ہے، اوراس کے مخالف تمام دنیا بھی ہوتو اس کا قول باطل ہے۔

''مجمع البحار'' میں ہے کہ: طائفہ آدمیوں کی ایک جماعت کو کہتے ہیں اور شخص واحد پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے، (ابن راہویہ) طائفہ ایک ہزار سے کم کو کہتے ہیں اور عنقریب دین اس حالت کوپہنچ جائے گا کہ حضور ﷺ آپ کے اصحاب کے طریقہ کے ساتھ تمسک کرنے والے ہزار (کے قریب) رہ جائیں گے۔اس حدیث سے آپ نے ان لوگوں کو تسلی دی ہے کہ وہ باطل کی کثرت سے تعجب نہ کریں۔

قال فی مجمع البحار الطائفة الجماعة من الناس ويقع علی الواحد كانه اراد نفسا طائفة ابن راهويه ، هی دون الالف وسيبلغ هذا الامر الی ان يكون عدد المستمسكين بما كان عليه النبی صلی الله عليه وسلم واصحابه الفا سلی بذالک ان لا يعجبهم كثرة اهل الباطل ، اه۔ (مجمع البحار ص ج ۱ ۳۳۰)

اس میں صاف تصریح ہے کہ اہل حق قلیل اوراہل باطل کثیر ہوسکتے ہیں، پس کسی طرف مسئلہ شرعیہ میں جماعت کثیرہ کا ہونا اس کے حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

مردہ سنت کوزندہ کرنے کا ثواب

(۲)......ایک حدیث میں ارشادفرمایا: کوئی شخص میری سنتوں میں ایسی سنت کوزندہ کرے جومیرے بعد مردہ کردی گئی تھی اس کے لئے اس قدر ثواب ہے جتنا اس سنت پرسب عمل کرنے والوں کو ملے گا (یعنی اس کوتنہا سب کی مجموعی مقدار کی برابر ثواب ملے گا)۔

(ترمذی)

’’جو میری سنت کو زندہ کرے‘‘ واحد کو بھی شامل ہے بلکہ آئندہ کلام میں ضمیر واحد کا اس کی طرف راجع ہونا ارادۂ واحد کو مرجح ہے۔ نیز سنت کی امامت کے معنی یہی ہیں کہ عام طور سے اس پر عمل متروک ہوگیا ہو، اس حالت میں اس کا احیاء کرنے والا شخص واحد یا جماعت قلیلہ ہی ہوگی۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ کسی زمانہ میں متبع سنت قلیل اور مخالف سنت کثیر ہوں گے، لہذا کسی طرف جماعت کثیرہ کا ہونا اس کی حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

سو شہیدوں کا ثواب پانے والا

(۳)......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص میری امت کی حالت خراب ہونے کے وقت میرے طریقہ پر جمارہے اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک زمانہ میں اکثر امت فساد میں مبتلا ہوجائے گی اور متبع سنت بہت کم ہوں گے، اس لئے اس درجہ فضیلت ہے، لہذا ایسے زمانہ میں کسی جانب علماء کی کثرت ہرگز حقانیت کی دلیل نہ ہوگی کیونکہ اس وقت علماء کا بھی زیادہ حصہ فسادِ اہواء میں مبتلا ہوگا، ان میں متبع سنت کم ہوں گے، کما ھو مشاھد۔

جنت میں داخل ہونے والا قرنوں میں ہوا کرے گا

(۴)......رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حلال روزی کھاتا رہے، اور سنت کے موافق عمل کرتا رہے، اور لوگ اس کی آفات سے محفوظ رہیں وہ جنت میں داخل ہوگا، ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آج تو ایسے لوگ تو بہت ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد قرنوں میں ایسا آدمی ہوا کرے گا۔ (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ متبع سنت قرون مابعد میں قلیل ہوں گے، اس کی تائید

حدیث " خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشو الکذب " سے بھی ہوتی ہے، پس ظاہر ہے کہ ایسے زمانہ میں کثرت اہل باطل ہی کی ہوگی، اہل حق قلیل ہوں گے، لہٰذا کسی طرح جماعت کثیرہ کا ہونا اس کی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔

ایسا زمانہ آئے گا جس میں تین چیزوں سے زیادہ کوئی چیز نایاب نہ ہوگی

(۵)......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں تین چیزوں سے زیادہ کوئی چیز نایاب نہ ہوگی، (ایک) درہم حلال (دوسرے) یا ایسا بھائی جس سے انس حاصل کیا جاوے (تیسرے) یا ایسی سنت جس پر عمل کیا جاوے۔ (مجمع الزوائد)

اس حدیث میں جس زمانہ کی خبر دی گئی ہے کوئی صاحب بصیرت شک نہیں کرسکتا کہ یہ زمانہ اس کا مصداق ہے اور حدیث میں تصریح ہے کہ اس وقت عمل بالسنۃ بہت نادر ہوگا، لہٰذا ایسے زمانہ میں اہل باطل کی کثرت ہوگی، پس کثرت قائلین حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

آپ ﷺ نے تین شخصوں پر لعنت فرمائی

(۶)......ایک حدیث شریف میں ہے کہ: آپ ﷺ نے تین شخصوں پر لعنت فرمائی: ایک وہ شخص کسی قوم کی امامت کرے، درانحالیکہ وہ اس کو ناپسند کرنے والے ہیں۔

(ترمذی، باب ما جاء من امّ قوما وھم له کارھون ،کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث: ۳۶۵)

اس حدیث کی شرح میں شارح ترمذی حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

فائدہ:...... امام احمد رحمہ اللہ نے کثرت رائے کا اعتبار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: چند مقتدیوں کے ناراض ہونے سے کسی شخص کا امامت کرنا مکروہ نہیں، اگر امام سے اکثر مقتدی

ناراض ہوں تو امامت مکروہ ہے۔اور احناف قلت و کثرت کا اعتبار نہیں کرتے، بلکہ اگر ذی علم اور سمجھ دار لوگ امام سے ناراض ہوں تو امامت مکروہ ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہوں۔

(تحفة الالمعی شرح سنن الترمذی ص۱۸۴ج۲)

اہل حق پر غالب ہونے والے اہل باطل

(۷)......آپ ﷺ نے فرمایا: کسی امت نے اپنے نبی کے بعد اختلاف نہیں کیا مگر ان کے اہل باطل اہل حق پر غالب ہوئے۔(طبرانی)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ جب امت میں اختلاف ہوگا تو اہل باطل اہل حق پر غالب ہوں گے، لہذا کثرت قائلین حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

اختلاف کے وقت کثرت وقلت کا اعتبار ہرگز نہیں

(۸)......ایک حدیث میں ہے:''من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا' فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھتدین''الخ۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ جب امت میں اختلاف پیدا ہو تو سنت نبوی اور سنت خلفاء الراشدین کا اتباع واجب ہے، کثرت جماعت وقلت جماعت کا اعتبار ہرگز نہیں کیا جاوے گا، اگر ایک شخص بھی متبع سنت ہو تو عالم دنیا کا اختلاف اس کو مضر نہ ہوگا۔

(امداد الاحکام ج۴ص۴۷۹)

قیامت کے دن بعض انبیاء کے ساتھ ایک یا دو یا تین آدمی ہوں گے

(۹)......حدیث شریف میں تو یہاں تک فرمایا کہ: قیامت کے دن بعض انبیاء علیہم السلام کے ساتھ صرف ایک یا دو یا تین آدمی اتباع کرنے والے ہوں گے، گویا اکثریت ایمان نہ

لانے والوں کی۔کیا حق قلیل کے ساتھ ہے یا کثیر کے ساتھ؟

اہل حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے تعداد میں کم ہوں

(۱۰)......حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ’’اہل حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے تعداد میں کم ہوں، اور اہل باطل کا اکٹھا ہونا حقیقت میں بکھر جانا ہے چاہے وہ تعداد میں زیادہ ہوں۔(حیاۃ الصحابہ اردو ج۲ص ۲۵)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اہل سنت کو قلیل کہہ رہے ہیں

(۱۱)......امام سفیان الثوری رحمہ اللہ نے (اپنے علماء شاگردوں سے) فرمایا کہ: اہل سنت کے حق میں بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو کہ یہ پردیسی بیچارے بہت کم ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تو اہل سنت کو قلیل کہہ رہے ہیں۔اور آپ قلت کو باطل پر محمول کرتے ہیں۔

بدعتی فرقوں کی بہ نسبت فریق سنت نادر بلکہ بہت نادر ہے

(۱۲)......امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: جس طرح شرک و باطل دینوں کی بہ نسبت اسلام نادر و عزیز ہے اسی طرح اسلام میں بدعتی فرقوں کی بہ نسبت فریق سنت نادر و عزیز بلکہ بہت نادر و عزیز ہے۔(تلبیس ابلیس اردو ص۱۰)

امام موصوف تو قلت کو فریق سنت کہہ رہے ہیں۔

غزوۂ احد کے واقعہ میں کم کی رائے حق پر تھی

(۱۳)......غزوۂ احد میں ان پچاس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں جو گھاٹی پر متعین تھے اختلاف ہوا اور چالیس حضرات اپنی جگہ سے اپنے اجتہاد کی وجہ سے ہٹ گئے، اور دس افراد

وہاں پر جمے رہیں، اس واقعہ کی پوری تفصیل سے اہل علم ناواقف نہیں ہوں گے، کیا اس میں کثرت رائے والے حق پر تھے یا قلت رائے والے؟

سب صحابہ کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر کی رائے درست تھی

(۱۴)......حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کچھ قبائل مرتد ہوگئے تھے، جن میں بعض تو مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گئے اور بعض صرف زکوۃ کی فرضیت کے منکر ہوئے، اس دوسری جماعت کے بارے میں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ ان کے ساتھ جہاد نہ کیا جائے، صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے ان کے ساتھ جہاد کی تھی، بعد میں گرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئے، اس واقعہ میں بتلایئے کہ کثرت رائے والے کی رائے صحیح تھی یا قلت رائے والے کی؟۔

(اشرف الجواب ص۳۰۰)

بدر کے قیدیوں کے بارے میں وحی نے حضرت عمر کی رائے کو حق گردانا

(۱۵)...... بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت عمر وسعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف تھی، بلکہ خود آپ ﷺ کی رائے عالی بھی عام آراء کے ساتھ تھی، مگر آپ کو معلوم ہوگا کہ وحی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق فیصلہ ہوا۔ کثرت رائے کو مدار فیصلہ نہیں بنایا گیا۔

یزید کی بیعت کے بارے میں دو حضرات صحابہ کا عمل

(۱۶)......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بجز حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے تمام صحابہ وتابعین نے یزید کی بیعت قبول کر لی تھی، پس

کثرت رائے پر حق و باطل کا مدار رکھا جائے تو حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا باطل پر ہونا لازم آئے گا۔ (امداد الاحکام ص۴۹۴ ج۴)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلیل نہیں کرتا جو حق پر ہو چاہے اکیلا ہی کیوں نہ ہو

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک تقریر میں فرمایا:

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلیل نہیں کیا کرتا جو حق پر ہو چاہے وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو، اور اس کو عزت عطا نہیں کرتا جس کا ولی شیطان ہو چاہے اس کے ساتھ بہت آدمی کیوں نہ ہوں۔ (تاریخ اسلام ص۵۳۷ ج۱)

''اتبعوا السواد الاعظم'' کا صحیح اور درست مطلب

آخر میں ایک سوال کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ کوئی شبہ نہ رہے، وہ یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف پڑے تو بڑے گروہ کی پیروی کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ حق کو اختیار کرو اور اس پر عمل کرو اگرچہ اس پر عمل کرنے والے کم ہوں اور مخالف زیادہ ہوں، اس لئے کہ وہ حق ہے جس پر پہلی جماعت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں اور بعد صحابہ کے انبوہ باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ: ہدایت کی راہ مضبوطی سے اختیار کرو اس پر چلنے والوں کی کمی کا کچھ ضرر نہیں اور گمراہی کے راستے سے بچتے رہو اور اس میں مبتلا ہونے کی کثرت سے دھوکا نہ کھاؤ۔

بعض سلف کا مقولہ ہے کہ: جب تم شریعت کے مطابق ہو جاؤ اور حقیقت کو سمجھ لو تو کچھ پرواہ نہ کرو اگرچہ ساری خلقت تمہاری رائے کے خلاف ہو جائے۔

(مجالس الابرار اردو ص۱۷۳، مجلس ۱۸)

جس حدیث میں ’’ اتبعوا السواد الاعظم ‘‘ کا حکم آیا ہے، اس سے مراد اصول اعتقاد میں سواد اعظم کا اتباع لازم ہے، یعنی مسائل شرعیہ اعتقادیہ میں اختلاف ہو تو اس صورت میں اکثر کا اتباع کرنا چاہئے، کیونکہ اعتقادیات زمانہ خیر القرون میں مکمل ہو چکے ہیں۔

(امداد الاحکام ص۴۸۲ ج۴)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی سواد اعظم سے مراد کثرت نہیں لیا ہے۔

سوال:......سواد اعظم سے کیا مراد ہے؟ آیا اس سے متبع شریعت لوگ مراد ہیں یا عوام؟

جواب:......سواد اعظم سے مراد وہ جماعت ہے جس کی دلیل صحیح اور قوی ہو، زیادہ بھیڑ مراد نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص۳۵۷ ج۲، مطبوعہ: ادارۃ الفاروق، کراچی)

سوال:......شریعت کی رو سے مسلمان اکثریت کو مسلمان اقلیت کے ساتھ مل جانا چاہئے یا مسلم اقلیت کو اکثریت کے ساتھ؟

جواب:...... اکثریت اور اقلیت کا اعتبار قوت دلیل پر ہے، اگر دنیا کی مخلوق میں مشرک زیادہ ہوں تو مسلمان موحدوں کو ان کے ساتھ مل جانا جائز نہ ہوگا، اور مسلمانوں کی اکثریت بھی اگر حق کے خلاف ہو تو اقلیت جو حق پر ہو اسے حق پر قائم رہنا فرض ہوگا۔

(کفایت المفتی ص۲۰۹ ج۳، مطبوعہ: ادارۃ الفاروق، کراچی)

غور کرنے کا مقام ہے، حضرت رحمہ اللہ تو اقلیت کا حق پر رہنا فرض فرما رہے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے مسلمان سے مراد صحابہ لئے ہیں: تحریر فرماتے ہیں: پس جس کام کو یہ مسلمان (صحابہ) اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے اور جس کو یہ برا سمجھیں وہ عند اللہ بھی برا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص۸۴ ج۴)

ایک شبہ کا ازالہ

ان آیات واحادیث اورآثار صحابہ اور علماء کے فتاوی سے معلوم ہوگیا کہ کثرت وقلت حق و باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ہاں کسی خیر میں کثرت تعداد کا ہونا باعث فخر اور قابل رشک ضرور ہے۔اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میں قیامت کے دن تمہاری کثرت پر فخر کروں گا کہ میری امت کے افراد زیادہ تعداد میں ہیں۔

بعض کتابوں میں احناف کی کثرت کو قابل تعریف لکھا گیا ہے،بعض آیات واحادیث میں کثرت کو قابل تعریف فرمایا گیا ہے، اس لئے اس بات کی وضاحت ضروری سمجھی گئی کہ کثرت وقلت حق وباطل کی دلیل نہیں، ہاں باعث رشک وقابل تعریف ضرور ہے۔

قلت وکثرت سیاسی انتخاب کا طریقہ ہے کہ اس میں جس کے ووٹ زیادہ ہوں گے وہ کامیاب ہے اور جس کے کم ہوں وہ ناکام۔حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

حکومت کا سربراہ اہل مشورہ سے مشورہ لینے کا پابند ہے، مگر کثرت رائے پر عمل کرنے کا پابند نہیں، بلکہ قوت ودلیل پر عمل کرنے کا پابند ہے۔اس مسئلہ میں بھی جمہوریت کا اسلام سے اختلاف ہے۔جمہوریت کہنے والوں کی بات کا وزن کرنے کی قائل نہیں،صرف مردم شماری کی قائل ہے، بقول اقبال ؎

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ اس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۲۰۲ ج ۸)

ضروری نوٹ

اس رسالہ کو یہاں اس لئے نقل کیا گیا ہے کہ رویت ہلال کے مسئلہ میں دو جماعت میں جس طرف لوگوں کی تعداد زیادہ ہوں اس کو حق سمجھا جاتا ہے، اور جس طرف لوگوں کی تعداد میں کمی ہو، اسے غلط تصور کیا جاتا ہے، اس لئے اس مختصر رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ کثرت تعداد حق اور قلت تعداد غیر حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

مرغوب احمد

مسائل روزہ

اس رسالہ میں بہت مختصر الفاظ میں روزہ کے بکثرت جزئیات اپنے بزرگوں کے فتاوی اور فقہ کی معتبر کتابوں سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا الی سبیل الھدایۃ والعرفان، وجعلنا من اھل الاسلام والایقان ، ووھب لنا لیلۃ القدر ھی خیر من الف شھر وافضل افراد الزمان ، وشرع لنا الاعتکاف فی بیوت الرحمن ، والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد سید اھل البوادی والعُمران ، وعلی اٰلہ واصحابہ سادات اھل الایمان والعرفان۔

روزہ اور اعتکاف کے مسائل مختصر لفظوں میں اس نیت سے جمع کئے تھے کہ رمضان المبارک کا ٹائم ٹیبل جب بنایا جائے گا تو اس کی دوسری طرف ان مسائل کو شائع کیا جائے تا کہ عوام کے لئے مفید ہو اور روزہ میں غلطی سے بچ سکے، مگر اللہ تعالی کی شان کئی اہل علم نے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

اللہ تعالی کا مزید احسان یہ ہوا کہ اس کا گجراتی ترجمہ رفیق محترم مولانا عبدالحیٔ سیدات صاحب مدظلہ نے بہت عمدہ طریقہ سے کردیا۔

انہیں مسائل کو رسالہ کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے اور حوالہ کا اہتمام کیا تا کہ کسی کو مزید تحقیق کرنی ہو تو کی جاسکے۔

اللہ تعالی اس حقیر محنت کو قبول فرمائے اور ذخیرۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

ڈیوزبری

۱۷؍رجب ۱۴۲۵ھ ۲؍ستمبر ۲۰۰۴ء

بروز جمعرات

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی عتیق احمد قاسمی بستوی مدظلہ العالی

ماہ رمضان میں مسلمانوں کو روزہ واعتکاف کے مسائل جاننے کی بے انتہا ضرورت پیش آتی ہے۔ عبادات و بندگی کا یہ موسم بہار چونکہ گیارہ ماہ بعد آتا ہے، اس لئے ہر ماہ رمضان میں مسائل روزہ واعتکاف کو تازہ کرنا پڑتا ہے اوران کا استحضار کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

عوام وخواص کی ضرورت کے پیش نظر روزہ واعتکاف کے مسائل کو سادہ زبان اور مختصر الفاظ میں چند صفحات کے اندر جمع کرنا ضروری تھا۔

اس ضرورت کا احساس کر کے برادر گرامی قدر جناب مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری زیدت معالیہ (ڈیوزبری' برطانیہ) نے زیرنظر رسالہ ''مسائل روزہ واعتکاف'' میں روزہ واعتکاف کے مسائل کو بڑے سلیقہ سے مستند کتب فقہ وفتاوی کے حوالے سے یکجا کردیا ہے، ہر مسئلہ کے آگے اس کتاب کا نام لکھ دیا گیا ہے جس سے مسئلہ اخذ کیا گیا ہے، تاکہ ضرورت پڑنے پر اہل علم اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرسکیں۔

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ مصنف کی اس کوشش کو قبول فرمائیں اوراس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچے۔

عتیق احمد قاسمی بستوی

خادم تدریس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

سکریٹری مجمع الفقہ الاسلامی الہند

وارد حال لیسٹر (برطانیہ)

۲۳/۶/۲۰۰۵ء

روزہ توڑنے والی چیزیں

م:......قصداً کھا پی لینا۔(عمدۃ الفقہ)

م:......ناک میں دوا ڈالی اور جوف تک پہنچ گئی۔(فتاوی محمودیہ ص۱۳۸ ج۱۳)

م:......کان اور ناک میں دوا ڈالنا۔(او استعط فی انفه شیئا او اقطر فی اذنه دهنا او داوی جائفةً او آمةً۔(در۔فتاوی دارالعلوم ص۴۱۶/۴۱۷۔امداد الفتاوی ص۱۲۷)

کان میں دوا ڈالنا مفسد ہے یا نہیں؟ عامۂ کتب فقہ میں اسے مفسدات میں شمار کیا ہے، مگر عصر حاضر کے ارباف افتاء کی تحقیق کے لئے تفصیلی فتوی دیکھئے! ص:۲۳۶/ پر۔

م:......حلق کے راستے یا حقنے کے ذریعہ پیٹ میں دوا پہنچانا۔(وما وصل الی الجوف او الی الدماغ من المخارق الاصلیة الخ۔ (بدائع ص۹۳ ج۲۔فتاوی رحیمیہ ص۱۷ ج۲)

م:......دمہ کی دوا کا پاؤڈر سانس کے ساتھ چڑھانا۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۲۸۸)

م:......دمہ کے مریض کا انہیلر گیس پمپ استعمال کرنا۔(حقانیہ ۱۷۰/۴۔خیر الفتاوی ۹۸/۴)

م:......جس آکسیجن میں دوا کے اجزاء شامل ہوں، ایسا آکسیجن لینا۔

(جدید فقہی مسائل ص۱۲۸ ج۱)

م:...... پیٹ یا دماغ کے آپریشن میں اندر کوئی دوا یا مصنوعی عضو لگانا۔(جدید فقہی مسائل ۸۹)

م:......"ٹلوس" دوا (جس کی تیزی دماغ تک پہنچتی ہے) لگانا۔(فتاوی دارالعلوم ۴۱۸/۶)

م:...... یونانی دوا کو گرم پانی میں جوش دے کر اس کا بھاپ لینا۔

(جدید فقہی مسائل ص۱۲۷ ج۱)

م:...... بواسیر کے مرض کے لئے پاخانہ کی جگہ دوا پہنچانا۔

(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۲۵۹ ج۱)

م:......دل کے درد کی وجہ سے گولی زبان کے نیچے رکھنا۔

(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۳۱۰ ج۳)

م:......انجکشن سے براہِ راست معدہ میں دوا پہنچانا، جیسے پاگل کتے کے کاٹنے کا انجکشن۔

(نظام الفتاوی ص۱۳۳ ج۱۔ مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی، ص۴۸ ج۲)

م:......مقعد میں دوا کا حقنہ (چار انگل کی مقدار) تک پہونچ جانا۔

(خیر الفتاوی ص۵۹ ج۴۔ زبدۃ الفقہ ص۹۶)

م:......آپریشن سے پہلے یا پاخانہ بند ہونے کی صورت میں اینمہ لگانا۔ (مسائل روزہ:۱۳۲)

م:......استنجاء میں مبالغہ سے پانی کا حقنہ کے مقام تک پہونچ جانا۔

''والصائم اذا استقصی فی الاستنجاء حتی بلغ الماء مبلغ الحقنة یفسد صومه هکذا فی البحر الرائق''۔ (عالمگیری ص۱۰۵ ج۱۔ خیر الفتاوی ص۶۱ ج۴۔ عمدہ ص۳۰۷)

م:......قصداً منھ بھر کر قے کرنا۔ ''وان استسقاء ای طلب القئی عامداً أی متذکراً لصومه ان کان ملء الفم فسد بالاجماع مطلقاً در''۔ (خیر الفتاوی ص۶۷ ج۴)

م:...... بلا ارادہ منھ بھر کے قے آئی پھر قصداً منھ میں نگل جانا، چاہے چنے کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو۔ (احسن الفتاوی ص۴۳۳ ج۴)

م:......کلی کے وقت بلا قصد حلق میں پانی چلا جانا۔

م:......منھ کی رال بہہ کر ٹھوڑی کے نیچے تک آجائے اور اس کا تار منھ کے لعاب سے ٹوٹ گیا پھر رال کا نگل جانا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:......دوسرے کا یا اپنا تھوک نکال کر نگل جانا۔ ''ولو ابتلع بزاق غیره فسد صومه ...وان ابتلع بزاق نفسه من یده فسد صومه، الخ''۔ (فتاوی محمودیہ ص۱۵۳ ج۱۷)

م:...... پان کھا کر سو گیا اور صبح میں پان ہی کے ساتھ جاگنا، (کہ سرخی حلق میں اتر جائے)

(فتاوی دار العلوم ص ۴۱۵/۴۲۰ ج ۶۔ امداد الفتاوی ص ۱۳۰ ج ۲)

م:......ٹوتھ پیسٹ کا حلق میں چلا جانا۔

م:......رنگین دھاگا منہ میں داخل کیا جس سے اس کا رنگ تھوک میں ظاہر ہوا، اس کو نگل جانا۔

م:......شکر یا مصری کی ڈلی چوس کر اس کا پانی حلق میں داخل کرنا۔

م:......آنکھ سے آنسو نکل کر منہ میں داخل ہو جائیں اور اس قدر ہوں کہ ان کی نمکینی منہ میں پائی جاوے، اسے نگل جانا۔ (عمدۃ الفقہ ص ۳۰۲ ج ۳)

م:......یہی حکم چہرے کے پسینہ کا ہے۔

م:......دانتوں سے خون نکل کر تھوک کے ساتھ حلق میں جائے اور خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو۔ (عمدۃ الفقہ ص ۳۰۲ ج ۳۔ فتاوی حقانیہ ص ۱۶۹ ج ۳)

م:......نکسیر کے خون کا پیٹ میں داخل ہونا۔ (احسن الفتاوی ص ۴۲۸ ج ۴)

م:...... مصطگی (ایک قسم کا سفید گوند ہے) کے علاوہ کسی اور گوند کا چبانا۔

م:......زبان سے لفافہ کا گوند چاٹ کر نگل لینا۔ (احسن الفتاوی ص ۴۴۲ ج ۴)

م:......کوئی ایسی چیز نگل جانا جو عادۃً کھائی نہیں جاتی، جیسے لکڑی، لوہا، کچے گیہوں کا دانہ۔

م:......قصداً مکھی نگل جانا۔ (عمدۃ الفقہ ص ۳۰۳ ج ۳)

م:...... بندوق کی گولی کا لگ کر پیٹ میں رہ جانا۔ (فتاوی حقانیہ ص ۱۶۷ ج ۴)

م:......لوبان یا عود یا اگربتی کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا۔

(خیر الفتاوی ۳/۶۹۔ دار العلوم ۶/۴۲۴۔ فتاوی محمودیہ ۱۳/۱۲۸ و ۱۷/۱۶۰۔ فتاوی رحیمیہ ۸/۲۷۰)

م:......بیڑی سگریٹ حقہ پینا۔(فتاوی دارالعلوم ص ۴۱۵ ج ۶۔امداد الفتاوی ص ۱۲۴ ج ۲)

م:......نسوار استعمال کرنا۔(فتاوی حقانیہ ص ۱۶۷ ج ۴۔خیر الفتاوی ص ۳۷ ج ۳)

م:......منہ میں نسوار ڈالنے سے اگر نسوار کے ذرات لعاب کے ساتھ مل کر حلق سے نیچے چلے جائیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔اور عامۃً نسوار کے اجزاء منہ میں چلے ہی جاتے ہیں' اس لئے فساد صوم کا حکم لگایا جائے گا۔(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص ۲۷۰ ج ۱)

م:......تمبا کو سونگھنا۔(فتاوی دارالعلوم ص ۴۱۱ ج ۶)

م:......تمبا کو کا حلق سے نیچے اتر جاتا۔

م:......تمبا کو اور گڑ سے تیار کردہ منجن استعمال کرنا۔(فتاوی محمودیہ ص ۱۴۵ ج ۱۷)

م:......بھول کر کھا پی لیا پھر یہ خیال کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا یہ سمجھ کر قصداً کھا پی لینا۔

م:......رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کر لی۔

م:......دن باقی تھا،مگر غلطی سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے روزہ افطار کر لیا۔

م:......عورت کو چھونے یا مباشرت و بوسہ سے انزال ہو جانا۔

(فتاوی حقانیہ ص ۱۷۱ ج ۳۔دارالعلوم ص ۴۲۰ ج ۶۔رحیمیہ ص ۳۹۱ ج ۷)

م:......مشت زنی سے منی خارج ہو جانا۔(احسن الفتاوی ص ۴۴۵ ج ۴۔فتاوی رحیمیہ ص ۳۹۲ ج ۷)

م:......گھوڑے پر سواری کی حالت میں شرمگاہ کی حرکت سے منی خارج ہو جانا۔

(امداد الفتاوی ص ۱۲۵ ج ۲)

م:......عورت کا اپنی شرمگاہ میں پانی یا تیل ٹپکانا۔(فتاوی رحیمیہ ص ۳۸ ج ۲)

م:......مرد کا ذکر میں اور عورت کا فرج میں روئی یا کپڑا یا پتھر وغیرہ داخل کرنا اور پورا اندر چلا جانا۔

م:......روزہ کی حالت میں ایسے موٹے کپڑے پہن کر عورت کی فرج میں حشفہ کو داخل کیا کہ حرارت اور لذت محسوس نہ ہوئی تو ورزہ فاسد نہیں ہوگا۔اگر کپڑے باریک تھے جس سے لذت وحرارت محسوس ہوئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا' اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہے۔
(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص ۳۳۱ ج ۳)

م:......روزے کی حالت میں بیوی کے منہ کا بوسہ لیا' اگر اس کا تھوک منہ میں آ گیا' اور چکھ کر فوراً تھوک دیا تو مکروہ ہے، مگر روزہ فاسد نہیں ہوا۔اور تھوک کی کچھ مقدار قصداً پیٹ میں داخل کر لی تو روزہ ٹوٹ جائے گا' قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔(کفارہ یہ ہے کہ ساٹھ روزے پے درپے رکھے' یا ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کے متوسط کھانا کھلائے) اور اگر تھوک غلطی سے پیٹ میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہے' کفارہ نہیں۔(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص ۲۹۴ ج ۳)

م:...... بیوی کی شرمگاہ میں گیلی انگلی داخل کرنا، یا خشک انگلی داخل کرنے کے بعد پوری یا ذرا سی کھینچ کر آگے کرنا۔(احسن الفتاوی ص ۴۴۶ ج ۴۔عمدہ ص ۳۰۷ ج ۳)

م:......حیض یا نفاس کا آ جانا۔(فتاوی رحیمیہ ص ۳۹۱ ج ۷)

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

م:......سرمہ لگانے سے اگرچہ اس کا ذائقہ حلق میں یا اس کی سیاہی کا رنگ تھوک یا رینٹھ میں ظاہر ہو۔(فتاوی رحیمیہ ص ۱۷ ج ۲)

م:......آنکھ میں دودھ یا دوا یا تیل ٹپکانا، اگرچہ مزہ حلق میں محسوس ہو۔
(فتاوی حقانیہ ص ۱۷۰ ج ۴۔خیر الفتاوی ص ۴۶ ۔احسن الفتاوی ص ۴۲۹ ۔فتاوی دارالعلوم ص ۴۰۸ ج)

م:......روزہ کی حالت میں عورتوں کا لبوں پر لپ اسٹک (سرخی) لگانا جائز ہے بشرطیکہ حلق

میں کوئی جزنہ جانے پائے۔(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۴۹ ج۲)

م:......منہ میں رال بہہ کر ٹھوڑی تک آجائے اوراس کا تار منہ میں لعاب سے ملا ہوا ہو اس رال کو کھینچ کر نگل جانا۔

م:......کلی کے بعد منہ کی تری کو نگل جانا۔

م:......دماغ سے رینٹھ آئی یا ناک میں پیدا ہوئی اسے سانس کے ذریعہ عمداً نگل جانا،لیکن ایسا نہ کرے کیونکہ اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

م:......حلق میں پیسنے یا چھاننے یا دوا کوٹنے یا دھواں یا خاک کا غبار داخل ہونا۔

م:......مکھی یا مچھر کا بلا قصد حلق میں چلا جانا۔(خیر الفتاوی ص۸۵ ج۳۔علم الفقہ)

م:......دھاگا بٹنے کے لئے بار بار منہ میں داخل کرنا۔

م:...... بلا عذر کسی چیز کو چکھ کر یا چبا کر تھوک دینا۔

م:......ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف کرنا جبکہ حلق میں نہ جائے۔

م:......قصداً تھوک کو جمع کر کے نگل جانا۔

م:......مصطگی (ایک قسم کا سفید گوند) کا چبانا جبکہ اس کا حصہ حلق میں نہ جائے۔

م:......لفافہ کا گوند چاٹ کر تھوک دینا۔(احسن الفتاوی ص۴۴۲ ج۴)

م:...... پانی میں ریح خارج کرنا،خواہ آواز سے یا بغیر آواز کے۔

م:......کان میں پانی ڈالنا یا بلا قصد چلا جانا۔(قصداً پانی داخل کرنے میں فقہاء کے دو قول ہیں فساد و عدمِ فساد،اس لئے احتیاط اولی ہے)۔

(احسن الفتاوی ص۴۲۰ ج۴۔امداد الفتاوی ص۱۲۸ ج۲۔عمدہ ص۳۰۵)

م:......کان میں تنکا پھرا کر باہر نکالا، پھر میل سمیت دوبارہ کان میں ڈالنا۔

م:......مرد کا ذکر (کے سوراخ میں) میں پانی یا تیل ڈالنا۔

م:...... پیشاب بند ہونے سے مثانہ میں نلکی ڈالکر پیشاب کرانا۔

م:......منھ کے اندر کی چنے سے کم مقدار کی چیز کو کھالینا، خواہ چبا کر یا نگل کر قصداً یا بلا قصد۔

م:......منھ میں فنا یا ریزہ ریزہ ہونے والی تل یا اس کے مانند چیز کو چبانا۔

م:......دانتوں سے قلیل خون نکل کر حلق میں چلا جانا جب کہ اس کا مزہ محسوس نہ ہو۔

م:...... پیٹ یا دماغ کے زخم میں دوا لگانا جب کہ اندر نہ پہونچے۔

م:......معدہ کے مرض کی شناخت کے لئے معدہ تک نلکی پہنچانا۔

(جدید فقہی مسائل ص۱۲۶ ج۱)

م:......ہومیو پیتھک دوا کا سونگھنا۔ (فتاوی محمودیہ ص۱۲۶ ج۳/اور ۱۶۷ ج۱۷)

م:......جس آکسیجن میں کوئی دوا نہ ہو، ایسا آکسیجن لینا۔ (جدید فقہی مسائل ص۱۲۸ ج۱)

م:......بھول کر کھا پی لینا۔ (فتاوی حقانیہ ص۱۶۶ ج۴)

م:......نا قابلِ شہوت بچی سے جماع کرنا، جب کہ انزال نہ ہو۔

م:......عورت سے مباشرت و بوس کنار کرنا، جبکہ انزال نہ ہو۔ (دار العلوم ص۴۰۷ ج۶)

م:...... بوس وکنار سے مذی کا نکلنا۔ (فتاوی حقانیہ ۱۵۶ ج۴۔ احسن الفتاوی ص۴۴۱ ج۴)

م:......کسی عورت کو دیکھنے یا صرف خیال سے منی نکل جانا۔

(خیر الفتاوی ص۶۵/۹۴ ج۳۔ فتاوی رحیمیہ ص۲۷۰ ج۸)

م:......بھول کر جماع کر لینا (گرچہ صورت شاذ و نادر ہوتی ہے، صحبت تو آدمی عمداً ہی کرتا ہے مگر روزہ بھول سکتا ہے)۔

م:......احتلام ہو جانا۔ (فتاوی حقانیہ ص۱۶۵ ج۴۔ خیر الفتاوی ص۶۰ ج۴)

م:......خود بخود قے ہو جانا چاہے منھ بھر ہو۔(فتاوی حقانیہ ص۱۶۴ج۴)

م:......قصداً قے کی مگر منھ بھر نہ ہونا۔

م:......قے کا بے اختیار حلق میں اتر جانا۔

م:......بلغم کا پیٹ میں چلا جانا۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۲۸۶ج۳)

م:......مسواک کے ریشے کا حلق میں چلا جانا۔(احسن الفتاوی ص۴۳۵ج۴)

م:......انجکشن لگوانا۔

(امداد الفتاوی ص۱۴۴ج۲۔فتاوی دارالعلوم ص۴۰۷ج۶۔فتاوی رحیمیہ ص۱۳۱ج۲۔احسن الفتاوی ص ۴۲۲ج۴۔فتاوی حقانیہ ص۱۶۲ج۴۔)

م:......گلوکوز چڑھانا۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۲۸۸ج۳)

م:......ڈائیلیسز سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(ماہنامہ''البلاغ'' کراچی،شعبان۱۴۲۹ھ)

م:......دانت نکلوانا،جب کہ خون حلق میں نہ جائے۔

(فتاوی حقانیہ ص۱۶۴ج۴۔آپ کے مسائل اوران کا حل ص۲۹۰ج۳)

م:......حالتِ حمل میں بیماری کا خون آنا۔(فتاوی حقانیہ ص۱۵۷ج۴)

م:......کسی مریض کو اپنا خون دینا اور خون نکلوانا۔

(احسن الفتاوی ص۲۳۵ج۴۔آپ کے مسائل اوران کا حل ص۲۸۹ج۳)

م:......مچھر کی دوا کا دھواں ناک یا حلق میں چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۲۵۵ج۱،غیر مطبوعہ)

م:......جس کمرہ میں اگربتی اور دیگر خوشبودار اشیاء مثلاً: لوبان، صندل، عود، وغیرہ کی دھونی دی گئی ہو،اور وہاں ان چیزوں کی خوشبو مہک گئی ہو،لیکن ان چیزوں کا دھواں باقی نہ رہا ہو،

بلکہ ہوا میں تحلیل ہوگیا ہوتو ایسے کمرے میں جانے اور خوشبو سونگھنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور نہ مکروہ ہوگا۔ البتہ ان چیزوں کا دھواں اگر قصداً ناک یا حلق میں پہنچائے تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا۔ (جواہر الفقہ ص۳۷۸ ج۱۔ مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی، ص۵۵ ج۲)

م:......دوا سے حیض کے خون کو بند کرنا۔ (ہاں دن میں دوا کا استعمال مفسد صوم ہے)

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۱۸۰ ج۳۔ فتاوی حقانیہ ص۱۵۸ ج۴)

م:......زہریلے حشرات الارض کا کاٹنا، (چونکہ زہر براہ راست معدہ میں نہیں پہونچتا)۔

(فتاوی حقانیہ ص۱۵۹ ج۴)

م:...... بندوق کی گولی کا پیٹ میں لگ کر باہر نکل جانا۔ (فتاوی حقانیہ ص۱٦۷ ج۴)

روزے کے سنن ومستحبات

م:......سحری کھانا۔ (علم الفقہ ص۴۳٦ ج۳۔ عمدۃ الفقہ)

م:...... کھجور سے سحری کھانا۔ (جواہر الفتاوی ص۲۱ ج۱)

م:......سحری اخیر وقت میں کھانا۔ (علم الفقہ ص۴۳٦ ج۳)

م:......رات سے روزے کی نیت کرنا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:......غروب کے بعد روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا۔ (علم الفقہ۔ عمدۃ الفقہ)

م:...... چھوہارے یا کھجور سے افطار کرنا۔ (احسن الفتاوی ص۴۳٦ ج۴۔ عمدۃ الفقہ)

م:...... کھجور کا طاق عدد ہونا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:...... کھجور نہ ہوتو کوئی بھی میٹھی چیز سے وہ بھی نہ ہوتو پانی سے افطار کرنا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:......افطار کی دعا ''اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ'' پڑھنا۔

نوٹ:......افطار کی دعا میں ''وبک آمنت وعلیک توکلت'' کی حدیث میں کوئی اصل

نہیں ہے۔(بارہ مہینوں کے فضائل واحکام ص ۱۷۷)

م:......مکروہات سے اجتناب کرنا۔(عمدۃ الفقہ)

م:......مسواک کرنا۔(فتاوی محمودیہ ص ۱۴۷ ج ۱۷۔عمدۃ الفقہ)

م:......عبادات وخیرات میں کثرت کرنا۔(علم الفقہ۔عمدۃ الفقہ)

م:......ان چیزوں سے بچنا جن سے دوسرے ائمہ کے نزدیک روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ (علم الفقہ۔عمدۃ الفقہ)

م:......روزہ کی حالت میں پاک وصاف رہنا، ذکر وتلاوت، تعلیم وتعلم، میں مشغول رہنا۔ (جواہر الفتاوی ص ۲۲ ج ۱)

روزہ کے مکروہات

م:...... بلا عذر کسی چیز کو چبانا یا چکھنا۔(عمدۃ الفقہ)

م:...... مصطگی (ایک قسم کا سفید گوند) کا چبانا۔(عمدۃ الفقہ)

م:......لفافہ کا گوند چاٹنا اگرچہ تھوک دے۔(احسن الفتاوی ص ۴۴۲ ج ۴)

م:......ٹوتھ پیسٹ یا منجن یا کوئلہ سے دانت صاف کرنا۔

(امداد الفتاوی ص ۱۴۱ ج ۲۔آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۹۰ ج ۳۔احسن الفتاوی ص ۴۲۹ ج ۴۔فتاوی حقانیہ ص ۱۶۸ ج ۴)

م:......قصداً منھ میں لعاب جمع کرکے نگلنا۔(عمدۃ الفقہ ص ۲۶۳ ج ۳)

م:......کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔(فتاوی رحیمیہ ص ۱۹۸ ج ۵)

م:......استنجاء میں مبالغہ کرنا۔(عمدۃ الفقہ)

م:...... بیوی کے ہونٹ کا منھ میں لینا اور مباشرتِ فاحشہ۔(فتاوی دار العلوم ص ۴۰۷ ج ۶)

م:......عورت کا لبوں پر سرخی لگانا جب کہ منہ میں جانے کا احتمال ہو۔(احسن ص۴۲۴ ج۴)

م:......روزے کی حالت میں چیوگم چبانے سے فساد صوم میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کا ذائقہ اور مٹھاس حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔اور اگر نہ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن تشبہ بالمفطرین (روزہ نہ رکھنے والوں کی مشابہت) ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا بہرحال مکروہ ہے۔(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۲۹۷، ج۳)

م:...... بلا عذر گلوکوز چڑھانا۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۲۸۸ ج۳)

م:......صرف طاقت کا انجکشن لگوانا۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۲۸۹ ج۳)

م:...... بلا عذر دانت نکلوانا۔(احسن الفتاوی ص۴۲۶ ج۴)

م:...... پانی میں تیرنا۔(عمدۃ الفقہ)

م:......کثیر پانی میں کھیلنا۔(عمدۃ الفقہ)

م:...... پانی میں دیر تک بیٹھے رہنا۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۲۸۴ ج۳)

م:...... پانی میں ریح خارج کرنا۔(فتاوی حقانیہ ص۱۶۶ ج۴۔عمدۃ الفقہ)

م:......روزہ کی حالت میں کسی مریض کو خون دینے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔البتہ اگر خون دینے سے ایسے ضعف کا خطرہ کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو مکروہ ہے۔

(جدید فقہی مسائل ص۳۷۹ ج۱۔مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۳۱۹ ج۳)

م:......ضعف کا خوف ہو تو پچھنے لگوانا و فصد کھلوانا۔(عمدۃ الفقہ ص۲۷۰ ج۳)

م:......سحری میں اتنی تاخیر کرنا کہ صبح کا شک ہونے لگے۔

م:......ایسے کام کرنا جن سے اتنا ضعف ہو کہ روزہ توڑ دینا پڑے۔(عمدہ ص۲۷۰ ج۳)

م:......قصداً غسلِ جنابت میں تاخیر کرنا۔(عمدۃ الفقہ ص۲۷۵ ج۳)

م:......جھوٹ، گالی گلوچ، غیبت وغیرہ منہیات (منع کی ہوئی چیز) کا ارتکاب کرنا۔

(عمدۃ الفقہ ص ۲۷۵ ج ۳۔ جدید فقہی مسائل ص ۳۷۹ ج ۱)

م:......بھوک اور پیاس میں دقت کی وجہ سے یہ کہنا: ''یا اللہ کاش ہم پر روزے فرض نہ ہوتے''۔ (عمدۃ الفقہ ص ۳۳۲ ج ۲)

یہ چیزیں روزہ میں مکروہ نہیں

م:......مسواک کرنا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:......تھوک نگلنا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:......وضو کے بغیر بھی کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا یا ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا، سر پر پانی ڈالنا، یا پانی میں بیٹھنا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:......نقصان کے اندیشہ سے کسی چیز کو چکھنا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:...... بوڑھے آدمی کا بیوی کو بوسہ دینا، بشرطیکہ اپنے نفس پر قابو ہو۔ (حقانیہ ص ۱۶۵ ج ۴)

م:......سرمہ لگانا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:......خوشبو سونگھنا۔ (عمدۃ الفقہ)

م:......سر، ڈاڑھی، مونچھ، بدن پر تیل لگانا۔

(فتاوی دار العلوم ص ۴۰۴ ج ۶۔ خیر الفتاوی ص ۴۲ ج ۴)

م:......ضعف کا خوف نہ ہو تو پچھنے لگوانا یا فصد کھلوانا۔

م:......ضرورۃً دانت نکلوانا۔ (احسن الفتاوی ص ۴۲۶ ج ۴)

م:......جنبی شخص گٹوں تک ہاتھ دھو کر اور کلی کر کے سحری کھا سکتا ہے، سحری کھانے کے لئے غسل کرنا ضروری نہیں۔ (مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص ۳۰۷ ج ۱)

روزہ کی حالت میں کان میں دوا ڈالنے کا حکم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على سيدنا و نبينا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين ، اما بعد

یہ مسئلہ کافی عرصہ سے عالم اسلام کی مختلف علمی مجالس میں زیر بحث آرہا ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ برصغیر کے مختلف دینی مدارس اور دارالافتاء میں اس سے متعلق سوالات بھی آرہے ہیں، اور بعض دینی جرائد میں معاصر علماء کے قلم سے اس موضوع پر چند مضامین اور بعض آراء بھی سامنے آئی ہیں۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر جامعہ دارالعلوم کراچی کے اکابر علماء اور دارالافتاء کے اہم رفقاء پر مشتمل ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کا اجلاس منعقد ہوا....انفرادی واجتماعی غور و فکر اور فقہاء رحمہم اللہ کی عبارات کے پیش نظر کان کے بارے میں تین صورتیں واضح طور پر سامنے آگئیں:

(الف)......روزہ دار کے کان میں اگر پانی خود بخود چلا جائے مثلاً غسل، بارش یا حوض میں غوطہ لگانے وغیرہ کے دوران تو تمام فقہائے احناف بلکہ مذاہب اربعہ کے جمہور فقہاء کے نزدیک اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔اس مسئلہ کی دلیل کے طور پر سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا عمل بھی صحیح بخاری میں موجود ہے۔اور فقہی عبارات بھی اس بارے میں معروف ہیں۔

(ب)......اگر پانی کان میں خود ڈالا گیا ہو، تو اس میں فقہاء احناف رحمہم اللہ کے دونوں قول ہیں، ایک قول میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہدایہ، تبیین الحقائق، محیط، ولوالجیہ اور درمختار میں اسے ہی مختار قرار دیا گیا ہے۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی ''بہشتی زیور'' میں یہی قول اختیار کیا ہے۔جبکہ فتاوی قاضی خان، بزازیہ، فتح القدیر اور برہان میں پانی داخل کرنے سے

روزہ ٹوٹنے کا حکم لگایا گیا ہے۔

(ج)......اگر کان میں دوا ڈالی جائے تو مذاہب اربعہ کے جمہور فقہاء کی نصوص کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن مالکیہ اور شافعیہ نے فساد صوم کا قول اس شرط کے ساتھ کیا کہ پانی دماغ یا حلق تک پہنچ جائے، اور حنفیہ نے یوں کہا ہے کہ چونکہ کان کے ذریعہ پانی دماغ تک پہنچ ہی جاتا ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس مسئلہ پر بھی فقہی عبارات تمام معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔

البتہ یہ بات کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ کیوں فاسد ہوگا؟ کسی بھی فقہی کتاب میں اس کی کوئی دلیل حدیث مرفوع، موقوف یا مقطوع کی صورت میں بیان نہیں کی گئی۔ اس کی فقہی وجہ بیان کرنے سے بھی بعض عبارات میں تو سکوت کیا گیا ہے، اور بعض میں ''الفطر مما دخل، لا مما خرج'' کو بنیاد بنایا گیا ہے، اور بعض عبارات میں یہ تصریح ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے اگر دوا حلق میں جائے تو روزہ فاسد ہوگا، ورنہ نہیں۔

اور بعض عبارات بلکہ کئی عبارات میں اس کی صراحت ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے دوا دماغ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، اور دماغ یا تو بعض ائمہ کے نزدیک خود جوف معتبر ہے، اس لئے دماغ میں دوا پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک دماغ اس لئے جوف معتبر ہے کہ دماغ سے حلق کی طرف راستہ ہونے کی بنا پر دوا حلق یا معدے میں جائے گی، اور حلق یا معدے میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک بھی کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ دوا جوف معتبر یعنی دماغ یا حلق تک پہنچ جاتی ہے، ''وھو الاصل فی الافطار''۔

اب رہی یہ بات کہ کان میں دوا ڈالنے سے کیا دوا' واقعۃً حلق یا دماغ کی طرف کسی منفذ کے ذریعہ منتقل ہوتی ہے یا نہیں؟ تو یہ مسئلہ فقہ سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ طب اور فن ''تشریح الابدان'' سے تعلق رکھتا ہے، اور اس بارے میں اطباء کے متفق علیہ قول کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جبکہ قرآن وسنت کی نصوص سرے سے موجود ہی نہ ہوں اور فقہاء کے اقوال خود محتمل ہوں، اور ان میں بھی فقہاء نے خود تشریح البدن کو مدار حکم بنایا ہو۔

چنانچہ خود فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی صراحت فرمادی ہے کہ ان جیسے مسائل (تشریح البدن) کا تعلق فقہ سے نہیں (بلکہ طب سے ہے) یعنی ان جیسے مسائل میں نص شرعی نہ ہونے کی بنا پر فقہاء کی آراء تشریح اعضاء کے بارے میں اطباء کی آراء سے ماخوذ یا ان پر مبنی ہیں، جس کی چند نظیریں درج ذیل ہیں:

(۱)......فقہاء احناف کے درمیان'' اقطار فی الاحلیل '' کے مفسد صوم ہونے میں اختلاف ہے، اور اس کی وجہ کوئی نص یا شرعی دلیل نہیں، بلکہ یہ اختلاف اس عضو کی تشریح میں اختلاف پر مبنی ہے۔

(۲)......حضرات فقہاء شوافع کے درمیان خود کان کے مسئلہ میں دو قول ہیں، بعض حضرات نے'' اقطار فی الاذن '' کو مفسد صوم قرار نہیں دیا، اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ کان سے حلق یا دماغ تک کوئی منفذ نہیں۔

(۳)......'' اقطار فی فرج المرأۃ '' میں بعض فقہاء مالکیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کو مفسد صوم قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ یہاں سے کوئی منفذ جوف کی طرف نہیں۔

(۴)......حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ کان میں تیل ڈالنے سے اگر وہ حلق میں پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹے گا' ورنہ نہیں۔ اس سے بھی واضح ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے

نزدیک حکم شرعی کا مدار تشریح عضو پر ہے۔

جب فقہاء کرام نے اس کی تصریح کردی ہے' تو اب دیکھا جائے گا کہ تشریح ابدان کے ماہر اطباء کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟ بظاہر قدیم اطباء کا موقف وہی ہے جو مذکورہ بالا فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے (اگرچہ فقہی عبارات میں اطباء کا حوالہ نہیں دیا گیا)۔

اس مقصد کے لئے ہم نے کچھ قدیم طبی کتابوں کی طرف براہ راست مراجعت کی کوشش کی، مگر طبی کتابوں سے ہمیں اس کی وضاحت نہ مل سکی، البتہ ''الموجز المحشی'' کے حاشیہ میں درج عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانے اطباء کان کا تعلق دماغ سے تسلیم کرتے تھے۔

مگر اب ایک عرصہ سے تمام اطباء اور تشریح ابدان کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ کان کے اندر سے دماغ تک کوئی راستہ موجود نہیں ہے، اور اس بات پر بھی سارے اطباء اور ماہرین متفق ہیں کہ عام صحت مند آدمی کے کان سے حلق تک بھی کوئی ایسا راستہ کھلا ہوا نہیں ہے کہ جس سے دوا یا پانی حلق میں خود بخود جاسکے، کیونکہ کان کے آخر میں ایک باریک مگر مضبوط پردہ ہے جس نے حلق یا دماغ کی طرف جانے کا راستہ مسدود کیا ہوا ہے، اور عام حالات میں کان میں ڈالی جانے والی کوئی بھی دوا یا غذا حلق تک نہیں جاتی، الا یہ کہ کسی کے کان کا پردہ پھٹ جائے یا کان کے پردے میں واضح سوراخ ہوجائے تو ایسی بیماری یا غیر معمولی صورت حال میں دوا اندرونی کان سے حلق کی طرف منتقل ہوسکتی ہے' ورنہ نہیں۔

ادھر یہ بات بھی بدیہی ہے کہ بیہوشی اور بیماری کی بعض صورتوں میں دوا اور غذا ناک کے راستہ سے ٹیوب کے ذریعہ معدے تک پہنچائی جاتی ہے' جس کا مشاہدہ ہسپتال وغیرہ

میں ہوتا ہے، لیکن کان کے ذریعہ غذا یا پانی حلق یا معدے تک پہنچانے کی کوئی صورت آج تک نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کان سے حلق تک کوئی منفذ موجود نہیں۔

اب جبکہ تمام اطباء اور تشریح ابدان کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ کان میں دوا ڈالنے سے دماغ تک اس کے پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اور اس بات پر بھی متفق ہیں کہ کان میں دوا ڈالنے کی صورت میں حلق تک اس کے پہنچنے کا بھی عام حالات میں کوئی راستہ نہیں، تو اس کا کسی جوف معتبر تک پہنچنا ثابت نہیں ہوتا۔ اور مذاہب اربعہ اس پر متفق ہیں کہ منافذ معتبرہ سے جوف معتبر تک پہنچنے ہی سے روزہ فاسد ہوتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' نے درج ذیل امور پر بطور خاص غور کیا:

(۱)......فقہاء کرام رحمہم اللہ کی عبارات۔

(۲)......حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی وہ تحقیق جو حضرت موصوف نے اپنی تحقیقی کتاب ''ضابط المفطرات '' کے ص ۵۸/ پر درج فرمائی ہے، اور جس کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہونا چاہئے۔

(۳)......حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کا جو فتوی ۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ کو تحریر کیا گیا۔ اس فتوی میں بھی کان میں دوا ڈالنے کو مفسد صوم قرار نہیں دیا گیا۔

ان تمام امور پر غور کرنے کے بعد ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کان کے اندر پانی، تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، الا یہ کہ کسی شخص کے کان کا پردہ پھٹا ہوا ہو اور وہ پانی، تیل یا دوا وغیرہ اس کے حلق تک پہنچ جائے۔

البتہ اس کے باوجود اگر کوئی شخص قدیم جمہور فقہاء کے قول کے مطابق خود احتیاط کرے اور روزہ کی حالت میں کان کے اندر دوا ڈالنے کے بجائے افطار کے بعد تیل یا دوا ڈالے تو اس کے لئے ایسا کرنا بہتر اور شبہ سے بعید تر ہوگا۔

یہ تحریر ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کے اجلاس منعقدہ: ۲۰ر شعبان ۱۴۲۲ھ میں پڑھ کر سنائی گئی اور ترمیم واضافہ کے بعد آخری شکل دیتے ہوئے مندرجہ ذیل تمام شرکاء نے اس کی تصدیق کی اور اپنے دستخط ثبت فرمائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم، حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب مدظلہم، حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب مدظلہم، حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب مدظلہم، حضرت مولانا مفتی عبد اللہ صاحب مدظلہم، حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب مدظلہم، حضرت مولانا مفتی محمد کمال الدین صاحب مدظلہم، حضرت مولانا تفضّل شاہ صاحب مدظلہم، مولانا زبیر اشرف صاحب مدظلہم، مولانا عمران اشرف صاحب مدظلہم، مولانا یحی صاحب مدظلہم، مولانا عصمت اللہ صاحب مدظلہم، مولانا حنیف خالد صاحب مدظلہم، مولانا زبیر سمشی صاحب مدظلہم، مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم، مولانا یعقوب صاحب مدظلہم، مولانا افتخار بیگ صاحب مدظلہم، مولانا حسان کلیم صاحب مدظلہم، مولانا خلیل صاحب مدظلہم، مولانا سلیمان صاحب مدظلہم، مولانا یاسر عرفات صاحب مدظلہم۔

نوٹ:......اختصار کے پیش نظر تمام عبارتیں '' البلاغ'' سے حذف کردی گئی ہیں، جو حضرات عبارتیں حاصل کرنا چاہیں وہ دارالافتاء جامعہ کراچی سے حاصل کر سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، بابت رمضان ۱۴۲۲ھ)

روزے کی حالت میں پیری ٹونیل ڈائلیسز کروانے کا حکم

س:......کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ منسلکہ استفتاء میں میرا مقصود ڈائلیسز کی وہ قسم ہے جس میں رگوں کے ذریعہ نہیں، بلکہ براہ راست ایک پائپ پیٹ کے اندر سرجری کے ذریعہ انتڑیوں اور معدہ کے درمیان خالی فضا میں لگا دیا جاتا ہے اور پھر اس پائپ کے ذریعہ اس خالی فضا میں کیمیکل بھر دیا جاتا ہے، کیمیکل اسی فضا میں رہتے ہوئے خون کی صفائی کر لیتا ہے، پھر واپس نکال دیا جاتا ہے۔ کیا اس عمل کے ذریعہ روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟ اور وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیا:......استفتاء میں ڈائلیسز کی جس صورت کے بارے میں روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے متعلق سوال کیا ہے اس کو peritoneal dialvsis کہتے ہیں۔ ڈاکٹر حضرات سے اس کے طریقۂ کار کے بارے میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ انسانی پیٹ میں آنتیں ایک جھلی نما تھیلی (peritoneum) میں ہوتی ہیں peritoneal dialvsis میں ایک نلکی کے ذریعہ ایک محلول اس جھلی نما زتھیلی (peritoneum) میں ڈالا جاتا ہے یہ محلول آنتوں یا معدہ میں نہیں جاتا ہے۔

چونکہ peritoneal dialvsis میں یہ محلول حلق، معدہ یا آنتوں میں نہیں جاتا ہے، اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ روزہ ٹوٹنے کے لئے ضروری ہے کہ جسم میں داخل ہونے والی چیز منفذِ معتبر سے جوفِ معتبر میں پہنچے۔ جوفِ معتبر سے مراد حلق، معدہ اور آنتیں ہیں، جیسا کہ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے تحقیقی مقالہ ''ضابط المفطرات فی مجال التداوی'' میں کی ہے۔ اور منفذِ معتبرہ سے مراد وہ منفذ ہے جہاں سے کسی چیز کا حلق، معدہ اور آنتوں تک

پہنچنا ظاہر ہو' جیسے منہ' ناک اور دبر۔اور اگر منفذ ایسا ہو جہاں سے کسی چیز کا حلق' معدہ اور آنتوں تک پہنچنا ظاہر نہ ہو بلکہ مخفی ہو تو ایسی صورت میں حکم کا مدار اطباء کی تحقیق پر ہوتا ہے، اگر طبی تحقیق یہ ہو کہ اس صورت میں وہ چیز جوفِ معتبر میں جاتی ہے' تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ مرد کے مثانہ میں دوائی ڈالنے کی صورت میں روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے مسئلے میں امام ابوحنیفہ' امام محمد رحمہما اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے درمیان علت کی وجہ سے اختلاف ہوا ہے، اس کے متعلق صاحب ہدایہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:'' وھذا لیس من باب الفقه ' لانه متعلق بالطب '' کہ اس مسئلہ کا تعلق فقہ سے نہیں' طب کے باب سے ہے۔

ڈاکٹر حضرات سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ peritoneal dialysis کے عمل میں مذکورہ محلول حلق' معدہ اور آنتوں میں نہیں جاتا ہے جیسا کہ منسلکہ ڈاکٹری رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں peritoneal dialysis کے عمل کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، البتہ اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ جو محلول واپس نکلتا ہے وہ نجس ہوتا ہے تو جس طرح انجکشن سے خون نکالنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے' اسی طرح اس میں بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ (فقہی عبارات کے لئے دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی سے رجوع کیا جاسکتا ہے) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

عطاء الرحمٰن عفا اللہ عنہ

۱۴۲۹/۴/۲۰

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد رفیع عثمانی	محمد عبداللہ	بندہ محمود اشرف	عبدالرؤف	عبدالمنان

پیری ٹونیل ڈائلیسز کا طریقۂ کار

محترم جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بندہ کو peritoneal dialvsis کے بارے میں جناب سے کچھ معلومات مطلوب ہیں:

(۱)......pd کا مکمل طریقۂ کار۔

(۲)......اس میں جو نلکی پیٹ میں مستقل لگی رہتی ہے' وہ پیٹ کے کون سے حصے میں لگی ہوئی ہوتی ہے؟

(۳)......اس نلکی کے ذریعہ جو محلول پیٹ میں ڈالا جاتا ہے' آیا وہ سارے جسم میں پھیل جاتا ہے یا کسی ایک جگہ پر پڑا رہتا ہے اور وہ جگہ کون سی ہے؟

(۴)......اس نلکی کے ذریعہ جو محلول پیٹ میں ڈالا جاتا ہے' وہ معدہ' انتڑیوں یا حلق میں جاتا ہے یا نہیں؟

(۵)......peritoneal dialvsis کا عمل براہ راست گردہ اور اس کی نالیوں سے ہوتا ہے یا معدہ اور آنتوں کے ذریعہ؟

از راہ کرم ہمارے ان سوالات کا مکمل تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں، والسلام عطاء الرحمٰن

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

محترم حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب......صدر دارالعلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے عطاء الرحمٰن صاحب کے توسط سے کچھ معلومات طلب کی گئی تھیں، جن کے جوابات میرے علم کے مطابق درج ذیل ہیں:

peritoneal dialvsis خون سے فاضل مادوں کی صفائی کا ایک طریقہ ہے جو گردے کے failure مریضوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس میں ایک نلکی پیٹ میں ناف کے نیچے ڈالی جاتی ہے۔ انسانی پیٹ میں آنتیں ایک جھلی نما تھیلی (peritoneum) کے اندر موجود ہیں، اور pd کی نلکی کا اندرونی سرا اسی تھیلی میں مگر آنتوں کے باہر موجود رہتا ہے۔ اس کے بعد ایک محلول نلکی کے ذریعہ (peritoneum) میں ڈالا جاتا ہے، جو صرف (peritoneum) تک محدود رہتا ہے۔ یہ محلول اس کے ندر موجود آنتوں یا غذا کی نالی کے کسی بھی حصے میں داخل نہیں ہوتا۔ (peritoneum) کی جھلی کے اندر جو خون کی نالیاں ہوتی ہیں اس سے فاضل مادے نکل کر اس محلول میں آجاتے ہیں، جس کے بعد اس محلول کو اسی پیٹ کی نلکی کے ذریعہ باہر نکال لیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ خون خود نالیوں سے باہر نہیں نکلتا بلکہ صرف فاضل مادے اور نمکیات باہر نکل کر pd کے محلول میں آجاتے ہیں۔ اس کے بعد نیا صاف محلول پیٹ کی نلکی کے ذریعے ڈالا جاتا ہے اور یہ عمل کئی دفعہ دہرایا جاتا ہے۔ اس طرح peritoneal dialvsis کے عمل کا گردہ، اس کی نالیوں، معدہ یا آنتوں سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔

ڈاکٹر اشعر عالم

کنسلٹنٹ نیفرولوجسٹ انچارج ڈائلیسز یونٹ انڈس ہسپتال کراچی

۱۸/اپریل ۲۰۰۸ء

(ماہنامہ ''البلاغ''، کراچی، شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ مطابق اگست ۲۰۰۸ء)

روزے کی حالت میں ہیموڈ ایلیسز کروانے کا حکم

س:...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جس شخص کے گردے فیل ہو جاتے ہیں، اس کے لئے ڈایلیسز کا عمل کرایا جاتا ہے۔ جس میں یہ ہوتا ہے کہ رگوں سے خون نکال کر اسے فلٹر کر کے رگوں کے ذریعہ دوبارہ واپس ڈال دیا جاتا ہے۔ آیا اس عمل سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدا و مصلیا :...... سوال میں آپ نے ڈائلیسز کی جس صورت کے بارے میں پوچھا ہے، اسے ہیموڈائلیسز (hemo dialvsis) کہتے ہیں۔ ڈاکٹر حضرات سے اس کے طریقۂ کار کے بارے میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جسم کے مختلف حصوں میں موجود نسوں اور شریانوں میں دو سوئیاں ڈالی جاتی ہیں، ایک سوئی سے خون نکال کر نلکی کے ذریعہ ڈایالائزر dialvser (وہ فلٹر جو خون سے فاسد مادوں کو صاف کرتا ہے) میں لایا جاتا ہے اور پھر اس میں خون صاف کر کے نلکی کے ذریعہ دوسری طرف کی سوئی سے جسم میں واپس داخل کیا جاتا ہے، چونکہ ڈائلیسز کی اس صورت میں خون نکالنے اور واپس ڈالنے کا عمل رگوں کے ذریعہ ہوتا ہے، لہذا اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ روزہ ٹوٹنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی چیز منافذِ معتبرہ کے ذریعہ حلق، معدہ یا آنتوں میں پہنچے، جبکہ اس صورت میں حلق، معدہ یا آنتوں میں کچھ نہیں جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

عطاء الرحمٰن عفا اللہ عنہ

۱۴۲۹/۶/۲۷

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد رفیع عثمانی عفی عنہ	بندہ محمود اشرف غفرلہ	عبد المنان عفی عنہ	عبد الرؤف غفرلہ

ہیموڈائلیسز کا طریقۂ کار

ہیموڈایالائسیس یا hd میں خون کی صفائی ایک فلٹر جسے ڈایالائزر کہتے ہیں، کے ذریعے ہوتی ہے۔ایک ڈایالائزر میں ہزاروں باریک دھاگے نما نالیاں ہوتی ہیں اور ہر دھاگے کی سطح پر بے شمار ننھے ننھے سوراخ موجود ہوتے ہیں۔جسم سے خون ڈایالائزر میں سے گذرتا ہے اور ان دھاگوں میں موجود سوراخوں سے فاسد مادے اور پانی صاف ہوتے ہیں جبکہ خون کے سرخ ذرات اور پروٹین خارج ہوجاتے ہیں۔

ہیموڈایالائسیس ہفتہ میں ۳ر بار اور ہر بار چار گھنٹہ کا ہوتا ہے۔جتنا زیادہ ڈایالائسیس کا عمل لمبا ہوگا اتنا ہی زیادہ خون صاف ہوگا۔

صحت مند گردے ۲۴ر گھنٹے روزانہ کام کرتے ہیں جبکہ hd صرف ۱۲ر گھنٹے میں کام کرتا ہے۔ڈایالائسیس کے دوران صرف ایک کپ کے برابر خون جسم کے باہر صفائی کے لئے باہار جاتا ہے۔

عموما hd کا عمل بے ضرر ہوتا ہے۔ایک دو سوئیاں چھپنے کی تکلیف ہوتی ہے۔اور اگر زیادہ بڑھا ہوا پانی نہ نکالا جائے تو پٹھوں میں اکڑاؤ، سر درد، بلڈ پشر کم ہونا، متلی اور قے ہوسکتی ہے،لہذا پانی کا کنٹرول بے حد ضروری ہے۔

ڈایالائسیس کے عمل کے لئے مختلف خونی ذرائع

hd کے عمل کے لئے خون کے ذریعہ کی موجودگی ضروری ہے،تاکہ خون جسم سے نکل کر مشین تک جائے اور صاف ہوکر دوبارہ جسم میں داخل ہوجائے۔

خون حاصل کرنے کے ذرائع تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)......فسٹولا: اس میں ایک شریان اور ایک نس کو آپس میں جوڑ دیا جاتا ہے۔عموما فسٹولا

ہاتھ میں بنایا جاتا ہے۔

(۲)......گرافٹ: اس میں ایک مصنوعی نس کوشریان اورنس کے درمیان جوڑ دیا جاتا ہے، یہ ہاتھ یاپاؤں دونوں میں بنایا جاسکتا ہے۔

(۳)......کیتھیڑ: کیتھیڑ ایک پلاسٹک کی نلکی ہوتی ہے، جسے سینے کے اوپری طرف گردن پر یاران کے اوپری حصہ میں ایک بڑی رگ میں ڈالی جاتی ہے۔کیتھیڑ عموماوقتی طور پراستعمال ہوتے ہیں،تاکہ کوئی انفکشن نہ ہو۔

سوئیوں کی تکلیف مریضوں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔کئی مریض اس کے عادی ہوجاتے ہیں اورکچھ سن کرانے کی دوا کااستعمال کرتے ہیں۔

(ماہنامہ''البلاغ'' کراچی،شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء)

افطار کی دعا' افطار کے بعد پڑھی جائے یا افطار سے پہلے؟

....

افطار کی چند منقول وماثور دعائیں

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

افطار کی دعا، افطار کے بعد پڑھی جائے یا افطار سے پہلے؟

دعائے افطار: ’’اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ، وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ‘‘ کے متعلق بعض حضرات نے بہت شدت سے یہ موقف اختیار کیا کہ اس دعا کو افطار سے پہلے پڑھنا صحیح نہیں، بلکہ افطار کے بعد پڑھنا چاہئے، اور دلیل یہ دی کہ ’’صُمْتُ‘‘ اور ’’اَفْطَرْتُ‘‘ ماضی کے صیغے ہیں، تو افطار کے بعد پڑھنے ہی سے ان کے معنی درست ہو سکتے ہیں۔

ماضی کے صیغہ سے استدلال صحیح نہیں

جواباً عرض ہے کہ: اس دعا کو پڑھنے کا معمول اکابر کا افطار سے پہلے ہی ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ یہی مناسب ہے، اس لئے کہ عربی میں دعا کے لئے چاہے صیغے ماضی کے ہوں مستقبل کے معنی مراد ہو سکتے ہیں، خود افطار کے بعد کی دعا: ’’اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ‘‘۔

(ابوداؤد، باب فی الدعاء لرب الطعام اذا اکل عندہ، کتاب الاطعمۃ، رقم الحدیث:۳۸۵۴۔

ابن ماجہ، باب فی ثواب من فطّر صائما، کتاب الصیام، رقم الحدیث:۱۷۴۷)

میں ’’اَفْطَرَ‘‘ اور ’’اَکَلَ‘‘ ماضی کے صیغے ہیں، مگر ان کے معانی ماضی کے نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح قرآن کریم میں بعض صیغے ماضی کے ہیں، مگر ان کے معانی حال یا مستقبل کے ہوں گے، مثلاً:

(۱)......لِمَنْ اَرَادَ......فَاِنْ اَرَادَ...... وَاِنْ اَرَدْتُّمْ۔ (پ:۲۔ سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۳۳)

اس آیت میں تین جگہوں پر ماضی کے صیغے ہیں، مگر ترجمہ ماضی کا نہیں ہو سکتا۔

(۲)......مَنْ اَرَادَ بِاَھْلِکَ سُوْٓءً۔ (پ:۱۲۔ سورۂ یوسف، آیت نمبر:۲۵)

ترجمہ:......جو کوئی تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے۔

(۳)......تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔(پ:۱۳۔سورۂ یوسف،آیت نمبر:۱۰۱)

ترجمہ:...... مجھے اس حال میں دنیا سے اٹھانا کہ میں تیرا فرماں بردار ہوں، اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کرنا۔

(۴)......فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

(پ:۱۴۔سورۂ نحل،آیت نمبر:۹۸)

ترجمہ:...... چنانچہ جب تم قرآن پڑھنے لگےتو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔

(۵)......وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔(پ:۱۵۔سورۂ بنی اسرائیل،آیت نمبر:۴۵)

ترجمہ:......اور(اے پیغمبر!) جب تم قرآن پڑھتے ہوتو ہم تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جوآخرت پر ایمان نہیں رکھتے،ایک اَن دیکھا پردہ حائل کردیتے ہیں۔

(۶)......وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔

(پ:۱۵۔سورۂ بنی اسرائیل،آیت نمبر:۴۶)

ترجمہ:......اور جب تم قرآن میں تنہا اپنے رب کا ذکر کرتے ہوتو یہ لوگ نفرت کے عالم میں پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

(۷)......وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ۔

(پ:۲۶۔سورۂ فتح،آیت نمبر:۷)

ترجمہ:......اور(آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوں گےاوران کورحمت سے دور کریں گےاوران کے لئے جہنم تیار کررکھی ہے۔

(۸)......فَاِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔(پ:۲۹۔سورۂ قیامہ،آیت نمبر:۱۸)

ترجمہ:......پھر جب ہم اسے (جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے) پڑھ رہے ہوں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔

(۹)......رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ۔(پ:۳۰۔سورۂ بینہ،آیت نمبر:۸)

ترجمہ:......اللہ تعالی ان سے خوش ہوں گے۔

(۱۰)...... تَبَّتۡ یَدَآ اَبِیۡ لَھَبٍ وَّتَبَّ۔(پ:۳۰۔سورۂ لہب،آیت نمبر:۱)

ترجمہ:......ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں،اور وہ خود برباد ہو چکا ہے۔

ان آیتوں میں:''اَرَادَ''''تَوَفَّنِیۡ''''غَضِبَ''''لَعَنَ''''اَعَدَّ''''قَرَأۡتَ'' ''ذَکَرۡتَ''اور''قَرَأۡنٰهُ''''رَضِی''''تَبَّت''ماضی کے صیغے ہیں،مگر ان کے ترجمے ماضی سے نہیں ہو سکتے کہ جب آپ نے:ارادہ کیا،یا مجھے وفات دی،یا غصہ ہوئے،یا لعنت کی، یا تیار کی،یا قرآن پڑھا،یا جب آپ نے اپنے رب کا ذکر کیا اور جب ہم نے قرآن پڑھا۔

نوٹ:......ایسی دسیوں آیتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا تشربوا واحدًا کشُربِ البعیر ولکنِ اشُربوا مَثنی و ثُلاث ، وسَمُّوا اذا انتم شرِبتُم، واحمدوا اذا انتم رَفَعتُم۔

(ترمذی، باب ما جاء فی التنفس فی الاناء ، ابواب الاشربة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، رقم الحدیث:۱۸۸۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اونٹ کی طرح یکبارگی مت پیو، بلکہ دو مرتبہ اور تین مرتبہ کر کے پیو،اور جب بھی تم

کوئی چیز پیو تو اللہ تعالی کا نام لو اور جب پی کر فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالی کی تعریف کرو۔

تشریح:......اس حدیث شریف میں ''شربتم'' ماضی کا صیغہ ہے، مگر اس کا معنی ماضی کا نہیں کیا جا سکتا، اس لئے بسم اللہ تو کھانے پینے کی ابتدا میں ہے آخر میں نہیں۔

(۲)......عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: انّ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا شرب یتنفّس مرتین۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الشرب بنفسین ، ابواب الاشربۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، رقم الحدیث:۱۸۸۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ جب کوئی چیز پیتے تو درمیان میں دو مرتبہ سانس لیتے۔

تشریح:......اس حدیث شریف میں ''شرب'' ماضی کا صیغہ ہے، مگر اس کا معنی ماضی کا نہیں کیا جا سکتا۔

(۳)......عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ رضی اللہ عنہما: انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : اذا شرب احدکم فلا یتنفّس فی الاناء۔

(ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ التنفس فی الاناء ، ابواب الاشربۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، رقم الحدیث:۱۸۸۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کوئی چیز پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔

تشریح:......اس حدیث شریف میں ''شرب'' ماضی کا صیغہ ہے، مگر اس کا معنی ماضی کا نہیں

کیا جاسکتا۔

(۴)......زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی ، وَ غَفَرَ ذَنْبَکَ ، وَ یَسَّرَ لَکَ الْخَیْرَ حَیْثُ مَا کُنْتَ۔

(ترمذی، باب منه ،[دعاء زودک الله التقوی] ' ابواب الدعوات عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ، رقم الحدیث:۳۴۴۴)

''زَوَّدَ ، غَفَر، یَسَّرَ''سب ماضی کے صیغے ہیں،مگر معانی مستقبل کے ہیں۔

صلی الله علیه وسلم ' رضی الله عنه ، رحمه الله : سب ماضی کے صیغے ہیں،مگر معانی مستقبل کے مراد ہیں

ہم آپ ﷺ کے لئے''صلی الله علیه وسلم ''اورحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے''رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُم ''اوردیگر حضرات کے لئے رحمہم اللہ کہتے یا لکھتے ہیں ان میں ''صلّی 'رَضِیَ 'رَحم ''سب ماضی کے صیغے ہیں،مگر مقصود دعا ہے کہ:اللہ تعالی کا سلام ہو، اللہ تعالی ان سے راضی ہو،اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے۔تو یہ سب ماضی کے صیغے ہیں،مگر معانی مستقبل کے مراد ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کی رائے

شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے افطار کی اس دعا کے تحت قبل اور بعد کی کوئی صراحت نہیں فرمائی،البتہ دوسری دعا''ذَهَبَ الظَّمَأُ'' کے تحت تحریر فرماتے ہیں:''(اذا افطر قال) بعد الافطار ''۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے کہ پہلی دعا کھانے سے پہلے پڑھی جائے۔

(بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد ص۴۹۹ ج۷،(ط: دارالبشائرالاسلامیہ)تحت رقم الحدیث:۲۳۵۷)

دعائے افطار کے ساتھ بسم اللہ

بعض کتب احادیث میں اس دعا کے ساتھ بسم اللہ بھی آئی ہے، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ افطار کی دعا پہلے پڑھی جائے گی، اس لئے کہ بسم اللہ تو کھانے سے پہلے منقول ہے نہ کہ بعد میں۔

(۱)......بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ ، وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ، تَقَبَّلْ مِنِّی اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

(کتاب الدعاء (للطبرانی) ص۲۸۶، باب القول عند الافطار ، رقم الحدیث:۹۱۸)

(۲)......بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ ، وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

(مجمع الزوائد ص۲۷۹ ج۳، باب ما یقول اذا افطر ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۴۸۹۲۔معجم الصغیر للطبرانی ص۱۳۳/۱۳۴ ج۲، الروض الدانی الی المعجم الصغیر للطبرانی ص۱۳۴ ج۲، رقم الحدیث:۹۱۸)

افطار کے بعد کی دعا

افطار کے بعد کی دعا یہ ہے:

(۱)......ذَهَبَ الظَّمَاُ ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ ، وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ [تَعَالٰی]۔

(ابوداؤد، باب القول عند الافطار ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۳۵۷۔

عمل الیوم واللیلۃ ص۲۷۰، باب: مایقول اذا افطر ، رقم الحدیث:۴۷۸)

تشریح:......اس دعا کو افطار کے بعد پڑھا جائے، اس لئے کہ اس کے معنی تب ہی درست ہو سکتے ہیں جب اس کو کچھ کھانے اور پینے کے بعد پڑھا جائے، مثلاً: رگیں سیراب ہو گئیں، ظاہر ہے جب کچھ پیئے گا تو رگیں سیراب ہوں گی۔

اسی طرح افطار کے بعد کی ایک اور دعا بھی منقول ہے۔حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

(۲)......اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ ، وَ رَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ۔

(عمل الیوم واللیلة ص۲۷۰، باب: مایقول اذا افطر ، رقم الحدیث:۴۷۹)

تشریح:......اس دعا کو بھی افطار کے بعد پڑھنا چاہئے، اس لئے کہ اس میں تحمید کا لفظ ہے اور اکثر دعاؤں میں تحمید کا ذکر کھانے کے بعد منقول ہے۔

خیر الفتاوی کا فتوی

سوال:......روزہ افطار کرنے کی دعا پہلے پڑھی جائے یا افطار کرنے کے بعد؟

الجواب:......افطار کرتے وقت قبل از افطار دعاء افطار پڑھ کر روزہ کھولا جائے۔

(خیر الفتاوی ص۷۸ ج۴)

افطار کی چند منقول وماثور دعائیں

افطار سے پہلے پڑھنے کی دعائیں

(۱)......اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ، وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

(ابوداؤد، باب القول عند الافطار، کتاب الصیام، رقم الحدیث:۲۳۵۸)

(۲)......بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ، وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

(مجمع الزوائد ص۲۷۹ ج۳، باب ما یقول اذا افطر، کتاب الصیام، رقم الحدیث:۴۸۹۲۔معجم الصغیر للطبرانی ص۱۳۳/۱۳۴ ج۲، الروض الدانی الی المعجم الصغیر للطبرانی ص۱۳۴ ج۲، رقم الحدیث:۹۱۸)

(۳)......اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْنَا، وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْنَا، فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

(مجمع الزوائد ص۲۷۹ ج۳، باب ما یقول اذا أفطر، کتاب الصیام، رقم الحدیث:۴۸۹۳۔عمل الیوم واللیلۃ ص۱۷۱، ۲، باب: مایقول اذا افطر، رقم الحدیث:۴۸۰)

(۴)......بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ، وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ، تَقَبَّلْ مِنِّی اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

(کتاب الدعاء (للطبرانی) ص۲۸۶، باب القول عند الافطار، رقم الحدیث:۹۱۸)

(۵)......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ، اَنْ تَغْفِرَلِیْ [ذُنُوْبِیْ]۔

(ابن ماجہ، باب فی الصائم لا ترد دعوتہ، کتاب الصیام، رقم الحدیث:۱۷۵۳۔مستدرک حاکم ص۴۲۲ ج۱، کتاب الصوم، رقم الحدیث:۱۵۳۵)

افطار کے بعد پڑھنے کی دعائیں

(۶)......ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ ، وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ[تَعَالٰی]۔

(ابوداؤد، باب القول عند الافطار ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۳۵۷۔عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۷۰، باب: مایقول اذا افطر ، رقم الحدیث:۴۷۸)

(۷)......اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ ، وَ رَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص۲۷۰، باب: مایقول اذا افطر ، رقم الحدیث:۴۷۹)

کوئی روزہ افطار کرائے تو یہ دعا دیں

(۸)......اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ ، وَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ۔

(ابوداؤد، باب فی الدعاء لرب الطعام اذا اکل عندہ ، کتاب الاطعمۃ ، رقم الحدیث:۳۸۵۴۔ابن ماجہ، باب فی ثواب من فطّر صائما ،کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۱۷۴۷)

(۹)......اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ ، وَغَشِيَتْكُمُ الرَّحْمَةُ ، وَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ [الْأَبَارُ] ، وَ تَنَزَّلَتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ۔

(کتاب الدعاء(للطبرانی) ص۲۸۷، باب ما یقول من افطر عند قوم ، رقم الحدیث:۹۲۲/۹۲۵)

فدیۂ صوم کے مسائل

اس رسالہ میں فدیۂ صوم کے بکثرت جزئیات اپنے بزرگوں کے فتاوی اور فقہ کی معتبر کتابوں سے جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

فدیہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین﴾۔

(سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۴)

ترجمہ:......اور (دوسری آسانی جو بعد میں منسوخ ہوگئی یہ ہے کہ) جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں (اور پھر روزہ رکھنے کو جی نہ چاہے تو) ان کے ذمہ (صرف روزے کا فدیہ (یعنی بدلہ) ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا (کھلا دینا یا دیدینا) ہے۔

روزے کا فدیہ

﴿و علی الذین یطیقونہ﴾ اس آیت کے بے تکلف معنی وہی ہیں جو خلاصۂ تفسیر میں بتلائے گئے ہیں کہ جو لوگ مریض یا مسافر کی طرح روزہ رکھنے سے مجبور نہیں، بلکہ روزے کی طاقت رکھتے ہیں، مگر کسی وجہ سے دل نہیں چاہتا' تو ان کے لئے بھی گنجائش ہے کہ وہ روزے کے بجائے روزے کا فدیہ بصورت صدقہ ادا کر دیں، اس کی ساتھ اتنا فرما دیا گیا کہ: ﴿وان تصوموا خیر لکم﴾ یعنی تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ روزہ ہی رکھو۔

یہ حکم شروع اسلام میں تھا' جب لوگوں کو روزے کا خوگر کرنا مقصود تھا، اس کے بعد جو آیت آنے والی ہے یعنی ﴿من شھد منکم الشھر فلیصمہ﴾ اس سے یہ حکم عام لوگوں کے حق میں منسوخ کر دیا گیا، صرف ایسے لوگوں کے حق میں اب بھی باجماع امت باقی رہ گیا جو بہت بوڑھے ہوں (جصاص) یا ایسے بیمار ہوں کہ اب صحت کی امید ہی نہیں رہی، جمہور صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے۔ (جصاص، مظہری)

صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد' نسائی' ترمذی' طبرانی وغیرہ تمام ائمۂ حدیث نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت ﴿و علی الذین یطیقونہ﴾ نازل

ہوئی تو ہمیں اختیار دیدیا گیا تھا کہ جس کا جی چاہے روزے رکھے' جس کا جی چاہے ہر روزے کا فدیہ دیدے، پھر جب دوسری آیت ﴿ من شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ نازل ہوئی تو یہ اختیار ختم ہوکر طاقت والوں پر صرف روزہ ہی رکھنا لازم ہوگیا۔

مسند احمد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ: نماز کے معاملات میں بھی ابتدائے اسلام میں تین تغیرات ہوئے اور ورزے کے معاملہ میں بھی تین تبدیلیاں ہوئیں۔روزے کی تین تبدیلیاں یہ ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو ہر مہینہ میں تین روزے اور ایک روزہ یوم عاشورہ (یعنی دسویں محرم) کا رکھتے تھے، پھر رمضان کی فرضیت نازل ہوگئی ﴿كتب عليكم الصيام﴾ تو حکم یہ تھا کہ ہر شخص کو اختیار رہے کہ روزہ رکھ لے یا فدیہ دیدے، اور روزہ رکھنا بہتر اور افضل ہے، پھر اللہ تعالی نے دوسری آیت ﴿ من شهد منكم الشهر ﴾ نازل فرمادی، اس آیت نے تندرست' قوی کے لئے یہ اختیار ختم کر کے صرف روزہ رکھنا لازم کر دیا، مگر بہت بوڑھے آدمی کے لئے یہ حکم باقی رہا کہ وہ چاہے تو فدیہ ادا کر دے۔(معارف القرآن ص ۳۸۹و ۳۹۰ ج ۱، سورۂ بقرہ آیت ۱۸۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''اور یہ بدلہ اس واسطے مقرر ہوا چونکہ یہ خدا کے واسطے ترک طعام و آب ونمک نہیں کر سکتے' بارے اتنا کر سکتے ہیں کہ بندۂ مسلمان کو گرسنگئ شب و روز سے نجات دیں اور وہ بندۂ مسلمان کہ اس عرصہ میں جو عبادت و طاعت کرے گا یہاں تک کہ روزہ بھی' تو اس کا حصہ بھی ثواب میں ہوجائے گا۔اور نیز جو مقدار خدا کے واسطے دی گئی گویا معنئ خوراک ایک آدمی سے اپنے تئیں باز رکھا اور فی الجملہ مشابہت روزہ سے پیدا کی کہ اصل میں روزہ

خوراک ایک روز سے باز رہنا ہے۔(تفسیر عزیزی اردو ص۹۸۰ ج۲)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال واقوال سے بھی فدیہ کا ثبوت ملتا ہے۔صرف بخاری شریف سے ایک قول اور ایک عمل نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ آیت ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ پڑھتے اور فرماتے: یہ آیت منسوخ نہیں ہے، یہ بہت بوڑھے مرد اور بہت بوڑھی عورت کے لئے ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے، تو ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا (آدھا صاع گیہوں) کھلاوے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ جب کبرسنی کو پہنچ گئے تو روزانہ مسکین کو روٹی اور گوشت کھلاتے اور خود افطار فرماتے۔

(بخاری ص۶۴۷ ج۲، باب قوله : ﴿اياما معدودات فمن كان منكم مريضا﴾الخ ، كتاب التفسير۔مصنف عبدالرزاق ص۲۲۱ ج۴، حدیث نمبر:۷۵۷۴، باب الشيخ الكبير)

مسائل فدیۂ صوم

م:......جس شخص کا عذر مرتے دم تک زائل ہونے والا نہ ہو، مثلاً اتنا بوڑھا ہو گیا کہ روزے کی طاقت نہ رہی، یا ایسا بیمار ہو کہ اس کے اچھا ہونے کی امید نہ رہی ہو تو وہ روزے نہ رکھے، اور اگر وہ فدیہ دینے پر قادر ہو تو اس پر اپنی زندگی میں فوت شدہ روزوں کا فدیہ دینا واجب ہے۔اور جس کا عذر زائل ہونے والا ہو، مثلاً مسافر، یا مریض ہو تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے۔اور اس کو اپنی زندگی میں فدیہ دینا جائز نہیں ہے، لیکن اگر ان کو قضا نہ کر سکا تو مرتے وقت ان دنوں کے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔

(زبدۃ الفقہ ص۱۰۵ تا ۱۰۷۔آئندہ زبدہ کے تمام حوالجات یہی ہیں)

وصیت نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔مرتب۔

م:......اگر فدیہ ادا کر دینے کے بعد اس میں اتنی طاقت آ گئی کہ وہ روزے رکھنے پر قادر ہوگیا' تو اس پر روزے رکھنا واجب ہوگا اور جو فدیہ وہ دے چکا ہے وہ اس کی طرف سے نفلی صدقہ ہو جائے گا۔(زبدہ)

م:...... ہر روز کے روزے کا فدیہ ہر فرض نماز کے فدیہ کی طرح ہے' اور صدقۂ فطر کے مانند ہے، پس ہر روزے کے بدلے میں نصف صاع (پونے دو سیر) گیہوں یا ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جو' یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت دینا ہے۔(زبدہ)

م:...... ہر روزے کے فدیہ کے لئے کسی مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۹۸)

م:......ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے' یعنی تقریبا پونے دو کلو غلہ (گندم)۔ پس ایک رمضان کے تیس روزوں کا فدیہ ساڑھے باون کلو ہوا' اور تین رمضان کے نوے روزوں کا فدیہ ۱۵۷.۵ کلو غلہ (گندم) ہوا، اسی کے مطابق مزید کا حساب کر لیا جائے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۰۲ ج ۳)

م:......فدیہ دینے میں مسکینوں کی تعداد اور ہر مسکین کے لئے صدقۂ فطر کی مقدار شرط نہیں ہے' پس اگر ایک فقیر کو دو دن کا فدیہ ایک صاع گندم یا ایک فقیر کو تمام روزوں کا فدیہ دے دیا' یا ایک روزہ کے فدیہ کا گیہوں تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مسکینوں کو بانٹ دیا تو جائز ہے۔

م:......فدیہ میں گیہوں کی قیمت کے برابر کپڑا وغیرہ دینا بھی جائز ہے۔

(احسن الفتاوی ص ۴۳۹ ج ۴)

م:......فدیہ دینے میں یہ اختیار ہے کہ تمام روزوں کا فدیہ شروع رمضان میں ایک ہی دفعہ

دیدے یا کل فدیہ آخر رمضان میں ایک ہی دفعہ دیدے۔(زبدہ)

م:......رمضان سے قبل فدیہ دینا درست نہیں، البتہ رمضان شروع ہونے پر آئندہ ایام کا فدیہ بھی دفعۃً دے سکتے ہیں۔(احسن الفتاوی ص۴۳۶ ج۴)

نوٹ:......فتاوی محمودیہ میں غالبا کتابت کی غلطی سے یہ مسئلہ غلط شائع ہو گیا ہے۔اس میں ہے:

''جس صورت میں فدیہ کا حکم ہے'تو فدیہ یکمشت' قبل رمضان اور بعد رمضان اور روزانہ جس طرح دل چاہے ادا کیا جا سکتا ہے'' الخ۔(فتاوی محمودیہ ص۸۵ ج۱۱، جدید)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل آخر میں ایک فتوی میں ہے، اسے ملاحظہ فرمالیں)

م:......اگر شیخ فانی نے آنے والے دن کا فدیہ رات کے وقت دیدیا تو جائز ہے۔(زبدہ)

م:......غریب جس پر فدیہ واجب ہے جیسا روکھا سوکھا کھاتا ہے ویسا ہی کسی محتاج کو بھی روزانہ دو وقت کھلا دیا کریں۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۳۰۲ ج۳)

م:......جس شخص پر روزہ کا فدیہ واجب ہے' اگر وہ تنگدستی کی وجہ سے اس کے ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو اللہ تعالی سے استغفار کرتا رہے۔(زبدہ)

ساتھ یہ نیت بھی رکھے کہ اگر زندگی میں مالی استطاعت ہوگی تو روزہ کا فدیہ ادا کروں گا۔

م:......اگر کسی شخص کے رمضان کے روزے مرض یا سفر کی وجہ سے فوت ہو گئے اور مرض یا سفر کا عذر ابھی باقی تھا کہ وہ مر گیا تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب نہیں ہے' اور اس پر ان کے فدیہ کے لئے وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہے، لیکن اگر پھر بھی اس نے وصیت کی کہ اس کے روزوں کے عوض فدیہ دیا جائے تو وصیت صحیح ہو جائے گی، اور اس کے تہائی مال

سے فدیہ دیا جائے گا، لیکن اگر مریض ایسا ہو کہ اس وقت روزہ رکھنے سے عاجز ہو اور آئندہ بھی مرتے دم تک اس کو روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہونے سے ناامیدی ہو تو وہ شیخ فانی کے حکم میں ہے' اور اس پر بیماری کے دنوں کے ہر روزہ کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا لازمی ہے، اگر زندگی میں ادا نہ کیا تو مرتے وقت اس کی وصیت کرنا لازمی ہے۔(زبدہ)

م:......اگر شیخ فانی نے ماہ رمضان کے روزے نہیں رکھے اور نہ ہی ان کا فدیہ ادا کیا اور رمضان کے بعد فوت ہو گیا اور ایک دن بھی زندہ نہیں رہا تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان روزوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرے' بخلاف مریض و مسافر کے کہ اگر وہ عذر زائل ہونے کے پہلے مر جائے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔(زبدہ)

م:......حمل والی' دودھ پلانے والی' اور حیض و نفاس والی عورت اور ہر وہ شخص جس نے کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھا ہو' مریض کے حکم میں ہے کہ اگر وہ اس عذر کے زائل ہونے سے پہلے مر جائے تو اس پر فدیہ و وصیت کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔(زبدہ)

م:......اگر سفر و مرض و حمل وغیرہ عذرات والے لوگ عذر دور ہونے کے بعد فوت ہو جائیں تو ان کو جس قدر دن عذر دور ہونے کے بعد ملے ہیں' اتنے دن کے روزوں کی وصیت کرنا واجب ہے۔ پس اگر بیمار شخص بیماری سے اچھا ہونے سے قبل یا مسافر اپنے گھر پہنچنے سے پہلے مسافرت ہی میں مر گیا تو بیماری یا سفر کی حالت میں جس قدر روزے اس سے چھوٹے ہیں ان کا آخرت میں مواخذہ نہیں ہوگا اور اس پر ان کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اس کو ان کے قضا کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی۔

لیکن اگر بیماری میں دس روزے چھوٹ گئے تھے' پھر پانچ دن تندرست رہا، لیکن ان دنوں میں اس نے قضا روزے نہیں رکھے' تو اس سے پانچ روزے معاف ہیں اور ان پانچ

روزوں کی قضا نہ رکھنے پر اس سے مؤاخذہ ہوگا، اس لئے صرف ان پانچ دن کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔ اور اگر پورے دس دن یا زیادہ اچھا رہا تو پورے دس دن کا مؤاخذہ ہوگا، اس لئے ان دس روز کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔

اسی طرح مسافرت میں چھوٹے ہوئے روزے اگر گھر واپس پہنچ کر نہیں رکھے تو واپسی کے بعد جتنے دن زندہ رہا اور قضا روزے نہیں رکھے اتنے دن کے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔ (زبدہ)

م:...... وصیت واجب ہونے کے اس حکم میں وہ شخص بدرجۂ اولی داخل ہے جس نے قصدا روزہ توڑ دیا ہو اور اس پر روزہ کی قضا واجب ہوئی ہو۔ (زبدہ)

م:...... اور وصیت کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ اس کے پاس مال ہو۔ میت کی وصیت کے بغیر اس کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں ہے، لیکن وارثوں کی اجازت سے جائز ہے۔ (زبدہ)

م:...... جو شخص مر گیا اور اس کے ذمہ روزوں کی قضا ہے' اور مرتے وقت اس نے وصیت کی کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دیدینا تو اس کا فدیہ ادا کرنا اس شخص پر واجب ہے جو اس کی وفات کے بعد اس کے مال میں تصرف کرنے کا حقدار ہے۔

اور وہ میت کے مال سے تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے تہائی مال سے فدیہ ادا کرے۔ اگر سب روزوں کا فدیہ اس مال سے پورا نہ ہو سکے تو جس قدر کا ادا ہو سکے ادا کیا جائے' وارثوں کی اجازت کے بغیر اس سے زیادہ دینا جائز نہیں ہے، البتہ وارثوں کی اجازت سے جائز ہے، لیکن اگر کوئی نابالغ وارث بھی ہو تو اس کی اجازت کا اعتبار نہیں ہے' اس کا حصہ الگ کر کے بالغ اپنے حصہ میں سے دیں تو جائز ہے۔ ہاں اگر

اس کا کوئی وارث نہ ہوتو تمام مال سے فدیہ ادا کیا جائے۔(زبدہ)

م:......اگر میت نے وصیت نہ کی ہوتو وارث پر فدیہ ادا کرنا واجب نہیں ہے۔اس کے باوجود اگر اس کا وارث یا کوئی اور شخص اپنی طرف سے بطور احسان ادا کرے تو جائز ہے۔ اور امید رکھے کہ اللہ تعالی قبول فرما کر اس میت کو ان روزوں کے مواخذہ سے بری کر دے گا۔

م:......فرض نماز، روزہ وغیرہ جو میت کے ذمہ باقی ہے، میت کے وارث یا کسی اور شخص کو اس کی طرف سے قضا کرنا جائز نہیں ہے، یعنی اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔کسی کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے۔اور نفلی نماز، روزہ وصدقہ وغیرہ کا ثواب میت کو بخشنا بھی جائز ہے۔(زبدۃ الفقہ ص۱۰۵تا۱۰۷)

م:......اگر وارث کے پاس اتنا مال نہیں کہ مرحوم کی جانب سے نمازوں اور روزوں کے سارے فدیے یکمشت ادا کر سکے تو تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرنا بھی جائز ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۳۰۲ ج۳)

م:......رمضان کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی تھی تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

(احکام میت ص۱۴۰، مسائل فدیہ نماز وروزہ وغیرہ اور ان کی مقدار)

م:......اگر فوت شدہ روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہوتو تخمینہ سے حساب کیا جائے۔

(احکام میت ص۱۴۱)

م:......کئی سالوں کے روزے قضا ہیں، اب جس وقت فدیہ دیا جا رہا ہے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔چھوٹے ہوئے سال کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

م:......جس نرخ سے اپنی ضروریات پوری کی جاتی ہیں، اسی نرخ میں فطرہ اور فدیہ دے۔

ظاہر ہے کہ آج کل کنٹرول سے عامۃً ضروریات پوری نہیں ہوتی' اس لئے بازاری نرخ سے دیں۔ (فتاوی محمودیہ ص۸۶ ج۱۱)

م:......فدیہ دیندار حاجت مند کو دینا افضل ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص۸۷ ج۱۱)

م:......غریب مسکین لوگ اس فدیہ کے مستحق ہیں۔ (مالداروں کو دینا جائز نہیں)۔

(فتاوی محمودیہ ص۱۱۵ ج۷)

م:......فدیہ میں کھانا پکا کر غریب طلبہ کو بطور تملیک دیدینا بھی جائز ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص۱۱۵ ج۷)

م:......فدیہ کا کھانا کافر حربی کو دینا بالاتفاق جائز نہیں' اور ذمی کو دینے میں اختلاف ہے' عدم جواز راجح ہے۔ (ردالمختار، احسن الفتاوی ص۴۳۲ ج۴)

م:......فدیہ صوم میں بہت بوڑھے مرد یا بہت بوڑھی عورت کو کھانا کھلانا جائز ہے۔

(امدادالاحکام ص۱۳۵ ج۲)

م:......فدیہ صوم وصلوۃ میں نابالغ کو کھانا کھلانا کافی نہیں۔ (احسن الفتاوی ص۴۵۰ ج۴)

م:......روزے کا فدیہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو دینا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۳۳۰ ج۳)

م:......مسجد و مدرسہ کی مرمت وتعمیر میں فدیہ کی رقم صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص۱۱۵ ج۷)

م:......بعض لوگ تقوی کے جوش میں میت کی وصیت کے بغیر ہی مشترک ترکہ میں سے میت کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے دیتے ہیں' حالانکہ اگر میت نے وصیت نہ کی ہو تو اس کی طرف سے جو وارث فدیہ یا زکوۃ یا حج ادا کرنا چاہے' اپنے حصۂ میراث یا اپنے

دوسرے مال سے ادا کرے جس کا بہت ثواب ہے، لیکن دوسرے وارثوں کے حصہ میں سے ان کی مرضی کے بغیر دینا جائز نہیں۔ اور نابالغ یا مجنون کے حصہ میں سے دینا ان کی اجازت سے بھی جائز نہیں۔ (احکام میت ص ۱۵۵، ترکہ کے متعلق کوتاہیاں)

م:......فدیہ کے بارے میں ایک کوتاہی یہ ہے کہ کوئی وصیت کئے بغیر مر جائے تو وارث نماز' روزوں کے فدیہ وغیرہ سے کم درجہ کے مصارف میں، بلکہ فضول مصارف میں حتی کہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ناجائز رسموں اور بدعتوں میں میت کا ترکہ اڑاتے ہیں، مگر اس طرف بہت کم لوگ توجہ کرتے ہیں کہ اور مصارف بند کر کے اپنے حصۂ میراث میں سے کچھ میت کی طرف سے فدیہ میں دیدیں' یا اگر میت کے ذمہ زکوۃ یا حج وغیرہ رہ گئے' تو وہ ادا کریں۔

اگر چہ وصیت کے بغیر ادا کرنے سے بعض فقہاء کے نزدیک میت اپنے فرائض و واجبات سے سبکدوش نہیں ہوتا، لیکن بعض فقہاء کے نزدیک سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اور جن فقہاء کے نزدیک نہیں ہوتا ان کے نزدیک بھی اس ادائیگی کا اس طرح سے تو نافع ہونا یقینی ہے کہ میت کو اس کا ثواب ہی پہنچ جائے گا' کیا عجب ہے کہ وہ ثواب اس کے ترک فرائض و واجبات کے عذاب کو زائل کر دے۔ (احکام میت ص ۱۵۶، ترکہ کے متعلق کوتاہیاں)

فدیہ کی ادئیگی کے لئے حیلۂ اسقاط

م:......آج کل بہت سے دیہاتوں میں لوگوں نے یہ رسم نکالی ہے' جس کو'' دور'' یا'' حیلہ اسقاط'' کہتے ہیں۔ جنازہ کے بعد کچھ لوگ دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور میت کے وارث کچھ نقد روپے دائرہ میں لاتے ہیں' امام مسجد جو دائرہ میں ہوتا ہے' وہ لے کر عربی میں کچھ الفاظ پڑھتا ہے' پھر وہ روپے دائرہ کے ایک شخص کو دے دیتا ہے' وہ شخص دوسرے کو اور دوسرا تیسرے کو دیتا ہے' اسی طرح ہر ایک اپنے برابر والے کو دیتا جاتا ہے' یہاں تک کہ روپے پھر

پہلے شخص کے پاس آجاتے ہیں، اسی طرح تین مرتبہ اس رقم کو پھرایا جاتا ہے، اس کے بعد نصف امام کو اور نصف غرباء کو تقسیم کردیا جاتا ہے اور جاہلوں کو بتلایا جاتا ہے کہ اس رسم کے ذریعہ میت کی تمام عمر کے نماز، روزوں اور حج وزکوۃ اور تمام فرائض وواجبات سے سبکدوشی ہوجاتی ہے۔

بلاشبہ فقہاء کے کلام میں ''دور'' اور ''اسقاط'' کا ایک خاص طریقہ مذکور ہے، لیکن وہ جن شرائط کے ساتھ مذکور ہے، عوام نہ ان شرائط کو جانتے ہیں، نہ ان کی کوئی رعایت کی جاتی ہے، بلکہ فوت شدہ فرائض وواجبات سے متعلق تمام شرعی احکام کو نظرانداز کرکے اس رسم کو تمام فرائض وواجبات سے سبکدوشی کا ایک آسان نسخہ بنالیا گیا ہے، جو چند پیسوں میں حاصل ہوجاتا ہے، پھر کسی کو کیا ضرورت رہی کہ عمر بھر نماز، روزہ کی محنت اٹھائے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ کہ ''حیلۂ اسقاط'' بعض فقہاء نے ایسے شخص کے لئے تجویز فرمایا تھا جس کے کچھ نماز، روزے وغیرہ اتفاقاً فوت ہوگئے ہوں، قضا کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت کے وقت وصیت کی، لیکن اتنا ترکہ نہیں چھوڑا کہ جس کے ایک تہائی سے تمام فوت شدہ نماز، روزوں کا فدیہ ادا کیا جاسکے، یہ نہیں کہ اس کے ترکہ میں مال موجود ہو، اس کو تو وارث بانٹ کھائیں اور تھوڑے سے پیسے لے کر یہ حیلہ حوالہ کرکے خدا اور مخلوق خدا کو فریب دیں۔ فقہ کی کتابوں ''درمختار وشامی'' وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ساتھ ہی اس حیلہ کی کچھ شرطیں ہیں جن کی آج کل بالکل رعایت نہیں کی جاتی، پس چند آدمی بیٹھ کر ایک رقم کی ہیرا پھیری کا ایک ٹوٹکا سا کرکے اٹھ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے میت کا حق ادا کردیا اور وہ تمام فرائض وواجبات سے سبکدوش ہوگیا، حالانکہ اس لغو حرکت سے میت کو نہ تو کوئی ثواب پہنچا، نہ اس کے فرائض وواجبات ادا ہوئے، کرنے والے مفت میں

گنہگار ہوئے۔

الغرض اس حیلہ کی ابتدائی بنیاد ممکن ہے کہ کچھ صحیح اور شرعی قواعد کے مطابق ہو لیکن جس طرح کا رواج اور پابندی آج کل چل گئی ہے وہ بلاشبہ ناجائز اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، جن کی تفصیل مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ ''حیلۂ اسقاط'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (احکام میت ص ۱۵۷)

نوٹ:......اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے! ''**حکم الاقساط فی حیلۃ الاسقاط**''۔ جواہر الفقہ ص ۳۸۷ ج ۱۔ کفایت المفتی ج ۴ ؍ پر بھی اس سلسلہ میں کئی سوالات اور ان کے جوابات ہیں۔ فتاوی حقانیہ ص ۶۰ ج ۲ ؍ میں اس مسئلہ پر عمدہ تفصیلی بحث ہے۔ مرغوب احمد

حیلہ کی جائز صورت

م:...... جب ورثہ کے پاس وسعت و گنجائش نہ ہو اور حیلہ کرنا چاہیں تو حیلہ کی بھی گنجائش ہوسکتی ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ورثہ فدیہ کی نیت سے کچھ رقم کسی غریب و نادار مصرف زکوۃ کو دے کر اس رقم کا اس کو بالکل مالک بنادے کہ وہ اگر واپس نہ کرے، خود استعمال کر ڈالے، جب بھی ان لوگوں کو اعتراض نہ ہو اور پھر جب وہ غریب شخص یہ سمجھتے ہوئے کہ اگر میں واپس نہ کروں تو ان کو اب واپس لینے کا اختیار نہیں ہے، لیکن پھر بھی محض اپنی خوشی سے واپس کردے اور ورثہ پھر اسی غریب کو یا جس غریب و مسکین کو چاہیں اس سابقہ طریقہ پر دیدیں اور وہ بھی اپنی خوشی سے سابق طریقہ پر واپس کردے، اس طرح بار بار یہ رقم یہ ورثہ غریب کو دیتے رہیں اور وہ اپنی خوشی و مرضی سے واپس کرتا رہے، یہاں تک کہ کل فدیہ کی مقدار ادا ہوجائے تو اس طرح بھی فدیہ ادا ہوجائے گا اور آخر میں جس غریب و نادار کو ملے گی وہی اس رقم کا مالک و مختار ہوگا، جہاں چاہے صرف کرے، ورثہ کا

اپنے اندر تقسیم کر لینا یا غنی کو، مالدار کو اور غیر مسکین کا اس رقم کو لینا جائز نہ ہوگا، اور نہ اس غریب پر کسی قسم کا واپسی کا دباؤ وغیرہ درست ہوگا، ہاں مسئلہ بتا سکتے ہیں اور ترغیب دے سکتے ہیں۔ حیلہ کے جواز کی یہ صورت ہے، اس کے خلاف اور کسی کتاب میں لکھا ہو تو درست نہیں ہے، اور اگر موافق ہو تو صحیح ہوگا۔ (نظام الفتاوی ص ۱۱۷ ج ۶، جزء:۱)

متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا یا اس کا برعکس

س:......ایک روزے کا فدیہ دو مسکینوں کو، اسی طرح متعدد روزے کے فدیے ایک مسکین کو دینا درست ہے یا نہیں؟

ج:......ایک فدیہ کے گیہوں تھوڑے تھوڑے متعدد مساکین کو دینا درست ہے، اسی طرح اس کی قیمت بھی۔ علی ہذا متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا بھی صحیح ہے۔ شامی میں ہے کہ ایک فدیہ متعدد مساکین پر تقسیم کرنے کے متعلق امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول جواز کا منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فدیہ کا حکم کفارہ کے مثل نہیں، بلکہ صدقۃ الفطر کی طرح ہے، لہٰذا متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا درست ہے، اور اس میں مشقت سے حفاظت ہے اور سہولت ہے، ورنہ بڑی رقوم میں بڑی دشواریوں کا سامنا ہوگا۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۱۹۹ ج ۵)

دوسری جگہ حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مسکین کو چند نمازوں یا چند روزوں کا فدیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ صاحب درمختار اور صاحب الجوہرۃ النیرۃ اور صاحب طحطاوی علی مراقی الفلاح نے جائز لکھا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی مدظلہ صاحب

احسن الفتاوی نے اسی پر فتوی دیا ہے' اسی طرح ایک فدیہ کو چند مساکین کے درمیان تقسیم کرنا بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جائز ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''مسئلہ: ایک روزہ کے فدیہ کو دو آدمیوں میں تقسیم کرنا' یا چند روزوں کے فدیہ کو ایک ہی شخص کو ایک ہی تاریخ میں دینا درست نہیں' جیسا کہ شامی نے بحوالہ بحر از قنیہ نقل کیا ہے' اور ''بیان القرآن'' میں اسی کو نقل کیا گیا ہے، مگر حضرت رحمہ اللہ نے ''امداد الفتاوی'' میں فتوی اس پر نقل کیا ہے کہ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ شامی میں بھی فتوی اس پر نقل کیا ہے۔

البتہ ''امداد الفتاوی'' میں ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ ایک تاریخ میں ایک کو نہ دے، لیکن دیدینے میں بھی گنجائش ہے۔ یہ فتوی مورخہ ۱۶/ جمادی الاخری ۱۳۵۳ھ امداد الفتاوی جلد دوم ص ۱۲۴ میں منقول ہے۔

(معارف القرآن ص ۴۴۶ ج ۱، سورۂ بقرہ، پارہ: ۲/ رکوع: ۶۔ امداد الفتاوی ص ۱۲۴ ج ۲، مطبوعہ پاکستان۔ ص ۱۶۱ و ۱۶۲ ج ۲ مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند)

''بہشتی زیور'' میں ہے: ''مسئلہ: وہ گیہوں (یعنی فدیہ کے گیہوں) اگر تھوڑے تھوڑے کئی مسکینوں کو بانٹ دیوے تو بھی صحیح ہے۔ (بہشتی زیور ص ۴۲ حصہ تیسرا، فدیہ کا بیان)

''احسن الفتاوی'' میں ہے:

س:...... پانچ' چھ روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... اس میں اختلاف ہے۔ درمختار میں جائز لکھا ہے' اور شامیہ میں بحر سے نقل کیا ہے کہ عند الامام جائز نہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے جواز کی روایت ہے۔ شامیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فدیہ متعدد اشخاص پر تقسیم کرنے کے بارے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا

قول جواز ماخوذ بہ ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حکم فدیہ کا لکفارہ نہیں، بلکہ کصدقۃ الفطر ہے، لہذا متعدد روزوں کا ایک فدیہ ایک مسکین کو دینے میں بھی امام ابو یوسف ؒ کا قول ہی راجح ہوگا یعنی یہی قول ماخوذ بہ ہے۔

(احسن الفتاوی ص ۳۶۶ ج ۴، کامل مبوب، کتاب الصوم والاعتکاف)

(فتاوی رحیمیہ ص ۲۷۸ ج ۶)

نوٹ:...... حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ کی رائے بھی اس مسئلہ میں دونوں صورتوں کے جواز کی معلوم ہوتی ہے۔ (دیکھئے! فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۴۵۱ ج ۶۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۰۱ ج ۳)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی عدم جواز کا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اور ایک روزہ کا فدیہ کئی کو دینا جائز نہیں''۔ (فتاوی محمودیہ ص ۱۱۵ ج ۷)

مسائل اعتکاف

اس رسالہ میں بہت مختصر الفاظ میں اعتکاف کے بکثرت جزئیات اپنے بزرگوں کے فتاوی اور فقہ کی معتبر کتابوں سے جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

اعتکاف کے سنن و مستحبات

م:......اعتکاف کی نیت دل سے کافی ہے، زبان سے بھی کہہ لے تو بہتر ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۳۱۴ ج۳)

م:......اکثر اوقات تلاوت وذکر میں رہنا۔(عمدہ ص۴۰۲ ج۳)

م:......دین کی تعلیم واشاعت میں مشغول رہنا۔(عمدہ ص۴۰۲ ج۳)

م:......مباح کلام تقرب کے قصد سے کرنا۔(عمدہ ص۴۰۲ ج۳)

م:......اخراجِ ریح کے لئے مسجد سے نکلنا۔

م:......اعتکاف میں احتلام ہو جائے تو تیمّم کر کے نکلنا مندوب ہے۔

(فتاوی قاضیخان بھامش الھندیہ ص۲۴۶ ج۱۔ مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ۳۴۹ ج۱)

اعتکاف کے مباح و جائز اعمال

م:......باوضو سونے کی غرض سے نفل وضو کے لئے نکلنا۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۰۱ ج۵)

م:......جن عبادتوں کے لئے وضو شرط ہے' ان کے لئے معتکف کا باہر جانا جائز ہے، اور جن کے لئے مستحب ہے ان کے لئے نہ جائے۔(مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۳۶۵ ج۳)

م:......طبعی ضرورت کے لئے نکل کر غسل جمعہ کر لیا تو جائز ہے۔

(مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۳۷۱ ج۳۔۱۳۱ ج۲)

م:......معتکف اذان دے سکتا ہے' اور اذان کی جگہ جانا بھی جائز ہے' چاہے وہ جگہ باہر ہو۔

(مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۳۸۰ ج۳)

م:......چادروں سے حجرہ بنانا۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۰۳ و۲۰۵ ج۵۔ آپ کے مسائل ص۳۱۶ ج۳)

م:......خط بال وغیرہ بنانا۔(احسن الفتاوی ص۵۰۶ ج۴)

م:......ناخن کاٹنا۔(خیر الفتاوی ص۱۳۱ ج۴)

م:......کوئی آدمی نہ ہوتو مسجد سے باہر پانی لینے کے لئے جانا۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۷۴ ج۸)

م:......کھانا لانے والا نہ ہوتو گھر سے کھانا لانا۔(فتاوی حقانیہ ص۲۰۹ ج۴)

م:......مسجد کی خدمت کرنا(جب کہ باہر نہ جانا پڑے)۔(فتاوی محمودیہ ص۱۴۶و۱۵۲ ج)

م:......استنجاء کے لئے نکل کر کسی سے بات کر لینا۔(مگر وقوف نہ کرے، ہاں رفتار سست کردے)۔

م:......مسجد حرام (اور مسجد نبوی ﷺ) میں معتکف بیت الخلاء کے لئے ہوٹل جا سکتا ہے، مگر فراغت کے بعد تاخیر نہ کرے۔(مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۳۶۹ ج۳)

م:......استنجاء گیا اور پیسے یا کام کے کاغذات گم ہو گئے تو تلاش کے لئے جانا۔

(فتاوی محمودیہ ص۱۴۸ ج۱۳)

م:......ضروری خط و کتابت کرنا۔(جواہر الفتاوی ص۴۵ ج۱)

م:......بقدرِ ضرورت دنیوی بات کرنا۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۱۷۳ ج۳)

م:......حالت اعتکاف میں فون وغیرہ مسجد میں لانے سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے، ہاں دینی یا جائز دنیاوی ضرورت کی وجہ سے مجبوراً لانا پڑے تو اس میں بیکار باتیں نہ کریں‘ صرف ضرورت کی بات کر کے بند کر دیں۔(مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۴۰۶ ج۳)

م:......بیوی سے بات کرنا(مگر پیار و محبت کی نہ ہو)۔

(فتاوی رحیمیہ ص۲۷۲ ج۸۔فتاوی حقانیہ ص۲۰۵ ج۴۔مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۱۲۰ ج۲)

م:......تمباکو والا پان کھانا جبکہ بدبو نہ ہو۔(فتاوی محمودیہ ص۱۷۱ ج۳)

م:......مسجد میں ریح خارج کرنا۔

م:......حکیم وڈاکٹر کا تشخیص وادویات تجویز کرنا۔

(فتاوی دارالعلوم ص۵۰۲ ج ۶ ۔فتاوی محمودیہ ص۱۶۰ ج ۱۳۔ خیر الفتاوی ص۱۴۵ ج ۴)

م:......مسجد میں ٹہلنا۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۰۷ ج ۵ ۔احسن الفتاوی ص۵۰۱ ج ۴)

م:......ورزش کی عادت کی وجہ سے نا قابلِ برداشت تکلیف ہوتو خلوت میں ورزش کر لینا۔

م:......سخت گرمی میں دانے وغیرہ نکلنے کا خوف ہوتو غسلِ تبرید کرنا۔

(خیر الفتاوی ص۱۳۶ ج ۴)

م:......غسلِ فرض میں پانی کے گرم ہونے کا باہر انتظار کرنا۔

(فتاوی رحیمیہ ص۳۹ ج ۲ ۔احسن الفتاوی ص۵۰۸ ج ۴)

م:...... بیت الخلاء میں لائن ہوتو وہیں انتظار کرنا۔(احسن الفتاوی ص۵۰۱ ج ۴)

م:...... پہلے سے نیت کی ہوتو دوسری مسجد میں تراویح کے لئے جانا۔

(فتاوی دارالعلوم ص۵۱۲ ج ۶ ۔ خیر الفتاوی ص۱۴۱ ج ۴ ۔فتاوی حقانیہ ص۱۹۷ ج ۴)

م:......وظیفہ کے لئے مجبوراً آفس میں دستخط کے لئے جانا (ہاں احتیاط اس میں ہے کہ ایک دن کی قضا کر لے)۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۱۰ ج ۵)

م:......نیت کی ہوتو مقدمہ کی تاریخ پر کورٹ میں جانا، (جبکہ نصف یوم سے زیادہ وقت نہ لگے)۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۱۱ ج ۵ ۔خیر الفتاوی ص۱۳۴ ج ۴)

م:......مجبوراً مسجد میں بچوں کو پڑھانا (خواہ تنخواہ لے)۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۰۲ ج ۵)

م:......مسجد میں چارپائی پر سونا۔(فتاوی محمودیہ ص۱۲۵۔فتاوی رحیمیہ ص۲۰۷ ج ۵)

اعتکاف کے ناجائز امور

م:......جس پر جمعہ فرض نہ ہو (مثلاً گاؤں میں رہنے والا) اس کا شہر میں جمعہ کے لئے

جانا۔(فتاوی محمودیہ ص۱۵۴ ج۱۳ وص۱۷۵ ج۳ وص۱۷۳ ج۱۷)

م:......معتکف کا مسجد سے باہر تراویح کے لئے نکلنا درست نہیں۔

(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۱۲۸ ج۲)

م:......ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا۔(احسن الفتاوی ص۵۰۰ ج۴۔خیر الفتاوی ص۱۴۷ ج۴)

م:......بے تکلف خادم ہوتے ہوئے پانی وغیرہ کے لئے باہر نکلنا۔

(فتاوی رحیمیہ ص۲۷۴ ج۸)

م:......وضو کے علاوہ وضوخانہ میں بیٹھ کر صابن سے ہاتھ دھونا۔

(احسن الفتاوی ص۵۰۸ ج۴)

م:......صرف منجن یا مسواک کے لئے نکلنا۔(احسن الفتاوی ص۵۰۱ ج۴)

م:......تھوکنے کے لئے نکلنا (حجرہ میں تھوک دانی رکھ لے)۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۷۴ ج۸)

م:......نفل غسل کے لئے نکلنا۔(احسن الفتاوی ص۴۹۷ ج۴)

م:......غسلِ جمعہ کے لئے نکلنا۔(خیر الفتاوی ص۱۳۶ ج۴۔فتاوی حقانیہ ص۲۲۰ ج۴)

احسن الفتاوی میں جواز لکھا ہے۔(احسن الفتاوی ص۵۰۰ ج۴)

م:......محض حقہ وسگریٹ پینے کے لئے نکلنا۔

(فتاوی دارالعلوم ص۵۰۵ ج۶۔کفایت المفتی ص۲۳۲ ج۴۔فتاوی محمودیہ ص۱۵۴ ج۱۳۔فتاوی حقانیہ ص۲۰۴ ج۴)

م:......اخراجِ ریح کے لئے نکلنا (بعض نے جواز کہا ہے)۔

(امداد الفتاوی ص۱۵۲ ج۲۔فتاوی رحیمیہ ص۲۱۲ ج۵۔فتاوی محمودیہ ص۱۲۲ ج۱۳۔فتاوی حقانیہ ص۲۰۳ ج۴)

م:......کھانا لانے والا ہوتے ہوئے باہر جانا۔(خیر الفتاوی ص۱۴۶ ج۴)

م:......گھر ضرورۃً آیا تو ساتھ ساتھ ڈاک کا بکس کھول کر ڈاک لینا۔

م:...... بیوی سے بوس و کنار کرنا۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۷۲ ج ۸)

م:......معتکف کو مسجد میں ریڈیو لانے سے احتراز کرنا چاہئے۔

(مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۴۲۰ ج ۳)

م:......ریڈیو کی خبریں سننا۔(فتاوی حقانیہ ص۲۰۸ ج ۴)

م:......معتکف کو اخبار پڑھنے سے بچنا چاہئے، کیونکہ عموماً اخبار میں تصاویر ہوتی ہیں اور تصاویر کا مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں۔(مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۱۵۶ ج ۲)

م:......اخبارات دیکھنا۔(فتاوی حقانیہ ص۲۰۸ ج ۴۔ خیر الفتاوی ص۱۳۴ ج ۴)

مفسداتِ اعتکاف

م:...... بلا عذر مسجد سے باہر نکلنا۔(عمدہ ص۴۰۳ ج ۳)

م:......کھانے، پینے، سونے کے لئے باہر نکلنا۔

م:......سر منڈانے کے لئے نکلنا۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۲۰ ج ۵)

م:...... بیماری، خوف، عیادتِ مریض، نمازِ جنازہ کے لئے نکلنا۔(فتاوی حقانیہ ص۱۹۹ ج ۴)

م:......بھول سے باہر نکل جانا (امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک، اس میں احتیاط ہے، صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مفسد نہیں، اس میں توسع ہے)۔

(احسن الفتاوی ص۴۹۷ ج ۴۔ فتاوی حقانیہ ص۲۰۳ ج ۴)

م:......دن میں عذر یا بلا عذر روزہ کو توڑنے والی چیز کا پایا جانا (چونکہ روزہ اعتکاف کے لئے شرط ہے)۔(فتاوی حقانیہ ص۱۹۶ ج ۴)

م:...... جماع، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔(فتاوی حقانیہ ص۲۰۵ ج ۴)

م:......لوازمِ جماع سے اگر انزال ہوجائے۔(عمدۃ الفقہ ص۱۴۰ ج۳)

م:......حیض آجانا۔(خیر الفتاوی ص۱۴۳ ج۴)

م:......بیہوشی یا جنون کا دودن یا زیادہ رہنا۔(عمدۃ الفقہ ص۱۴۱ ج۳)

م:......اخراجِ ریح کے لئے نکلنا۔(اس میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں بعض نے جواز کہا، بعض نے عدم جواز، بعض نے مفسد، واللہ اعلم)۔

م:......ووٹ کے لئے جانا (اگر ضروری ہی ہوتو اعتکاف کی نذر مان کر پہلے ہی سے ووٹ کے لئے جانے کی نیت کرلے اور کم سے کم وقت میں آجائے)۔(خیر الفتاوی ص۱۴۱ ج۴)

ان چیزوں سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا

م:......طبعی یا شرعی حاجت سے مسجد سے باہر نکلنا۔(طبعی حاجت، مثلا، پیشاب، پاخانہ، وضو، فرض غسل۔شرعی حاجت مثلاً، اذان، نمازِ جمعہ وغیرہ)۔(فتاوی حقانیہ ص۲۰۶ ج۴)

م:......مسجد گر جانے یا جبراً نکالنے کی وجہ سے دوسری مسجد منتقل ہوجانا جبکہ فوراً دوسری مسجد میں اعتکاف کرلیا ہو۔(خیر الفتاوی ص۲۰۲ ج۴)

م:......حاجتِ ضروریہ کے لئے نکل کر غسلِ جمعہ کرنا۔

م:......مسجد میں پانی نہ ہوتو کھانے کے بعد کلی کے لئے باہر نکلنا۔

م:......مسجد کی دوسری منزل پر اعتکاف کرنا صحیح ہے، اگرچہ دوسری منزل کا راستہ مسجد کی صحن سے جاتا ہو۔(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۳۹۳ ج۳)

م:......طبعی حاجت کے لئے نکل کر نمازِ جنازہ پڑھنا یا عیادتِ مریض کرنا۔

م:......محراب میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص۳۷۸ ج۳/ص۳۴۶ ج۱، غیر مطبوعہ)

مکروہاتِ اعتکاف

م:......نیک باتوں کے سوااور کوئی کلام کرنا۔(فتاوی حقانیہ ص۱۹۸ج۴۔عمدہ ص۴۰۱ج۳)

م:......گالی گلوچ،لڑائی(مکروہ تحریمی)۔ (عمدۃ الفقہ ص۴۱۵ج۳)

م:......نمازِ جمعہ کے لئے دوسری مسجد جاکر لمبا ٹھیرنا۔

م:...... جمعہ کے لئے گیا پھر وعظ سننے کے لئے رکنا۔

م:......عبادت سمجھ کر خاموش رہنا(مکروہ تحریمی)۔(امدادالفتاوی ص۱۵۴ج۲۔عمدہ ۴۱۲ج۳)

م:......تجارت کی نیت سے ضروری چیزوں کی بھی خرید وفروخت۔(عمدۃ الفقہ ص۴۱۴ج۳)

م:......مسجد میں تجارت کی نیت سے خرید وفروخت کی باتیں کرنا۔(عمدۃ الفقہ ص۴۱۳ج۳)

م:......سامانِ تجارت کا مسجد میں رکھنا(مکروہ تحریمی)۔(عمدۃ الفقہ ص۴۱۴ج۳)

م:......وطی اوراس کے لوازم(مکروہ تحریمی)۔(فتاوی حقانیہ ص۲۰۵ج۴)

یہ چیزیں اعتکاف میں مکروہ نہیں

م:......مسجد میں کھانا، پینا،سونا۔(عمدۃ الفقہ ۴۱۳ج۳)

م:...... کپڑے بدلنا۔(عمدۃ الفقہ ۴۱۳ج۳)

م:......خوشبووتیل لگانا۔(عمدۃ الفقہ ۴۱۳ج۳)

م:......عبادت نہ سمجھتے ہوئے خاموش رہنا۔(عمدۃ الفقہ ۴۱۲ج۳)

م:......نکاح کرنا۔(عمدۃ الفقہ ۴۱۳ج۳)

م:......طلاق سے رجوع کرنا(مگر بوسہ وغیرہ سے نہ کرے)۔(عمدۃ الفقہ ۴۱۳ج۳)

م:......ضروری چیز مثلاً کھاناوغیرہ کا بلانیت تجارت مسجد میں خریدنا یا بیچنا۔(عمدہ ۴۱۲ج۳)

متفرقات

م:......اعتکاف کے لئے ضروری ہے کہ وہاں پانچ وقت کی جماعت ہوتی ہو۔

(فتاوی رحیمیہ ص۳۹ ج ۲۔احسن الفتاوی ص۵۰۷ ج۴)

م:......قید خانہ میں جہاں جماعت ہوتی ہے اعتکاف صحیح ہے۔(فتاوی محمودیہ ص۴۰۴ ج۱۶)

م:......نابالغ سمجھدار بچے کا اعتکاف صحیح ہے، مگر نفلی ہوگا۔

م:......اعتکاف پر اجرت لینا جائز نہیں۔

(فتاوی محمودیہ ص۱۷۱ ج۱۷۔خیر الفتاوی ص۱۳۸ ج۴)

م:......کسی مسجد میں عورتوں کی جماعت کے لئے علیحدہ جگہ ہو اور عورت نے اعتکاف کیا تو مردوں کی طرف سے وہ کافی نہ ہوگا۔(فتاوی محمودیہ ص۱۵۱ ج۱۳)

م:......مسنون اعتکاف میں کسی کام کے لئے مسجد سے نکلنے کے لئے استثناء کرنا درست نہیں،اور کتب فقہ میں استثناء کا جو تذکرہ ہے' وہ اعتکاف منذور کے بارے میں ہے' نہ کہ مسنون کے بارے میں۔

(تتارخانیہ ص۴۱۲ ج ۲۔طحطاوی علی مراقی ص ۳۸۵۔درمختار ص ۴۴۸ ج ۲۔عالمگیری ص۲۱۲ ج ا۔مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص ۳۵۹ ج ا)

م:......تبلیغی جماعت میں جانے کی بنسبت رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف افضل ہے۔(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی ص ۳۹۱ ج ۳)

....

نوٹ:......آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں کتنی مرتبہ اعتکاف نہیں فرمایا؟ اس پر ''درس ترمذی'' میں دو مرتبہ اعتکاف نہ فرمانا' بیان کیا گیا ہے۔ ''درس ترمذی'' کے اس بیان پر مجھے شبہ ہوا' تو میں نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی خدمت میں اپنا اشکال لکھ کر بھیجا' اس پر حضرت کا جو جواب موصول ہوا' اسے یہاں نقل کرنا مناسب لگا۔

اسی طرح معتکف کا مسجد میں اجرت لے کر پڑھانا کیسا ہے؟ اس پر حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم کی ایک تحریر پر راقم کا خط اور حضرت کا جواب بھی نقل کرتا ہوں، انشاءاللہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

مرغوب احمد

....

آنحضرت ﷺ کا اعتکاف کتنی مرتبہ چھوٹا؟

بسم الله الرحمن الرحيم

محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

از ڈیوزبری (برطانیہ) مرغوب احمد لاجپوری، بحمد اللہ خیریت سے ہوں اور بارگاہِ ایزدی میں جناب والا کی خیر و عافیت کا طالب ہوں۔

غرض تحریر اینکہ آپ کے ترمذی کے درس میں ہے:

''آنحضرت ﷺ سے دو مرتبہ رمضان میں اعتکاف چھوٹا ہے'' الخ

(درس ترمذی ص ۶۴۳ ج ۲)

مجھے کتب سیرت کے مطالعہ کے دوران تین مرتبہ آپ ﷺ کا اعتکاف نہ فرمانا سمجھ

میں آیا: ایک غزوۂ بدر کے وقت‘ دوسرا فتح مکہ کے وقت‘ اور تیسرا جو واقعہ آپ نے بیان فرمایا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے:

(۱)......غزوۂ بدر سترہ رمضان المبارک کو پیش آیا اور فتح کے بعد آپ ﷺ نے بدر میں تین روز قیام فرمایا، پھر مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے، درمیان میں مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت تقسیم فرمایا اور قیدیوں میں نضر بن حارث کے قتل کا حکم دیا۔ صفراء سے چل کر مقام عرق الظبیہ میں عقبہ بن معیط کے قتل کا حکم فرمایا، اس طرح منزل بمنزل ٹھہرتے ہوئے آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے۔ (سیرۃ المصطفی ﷺ ص۱۰۵ تا ۱۰۸ ج ۲)

اس تفصیل سے یہ تو صاف سمجھ میں آ رہا کہ نبی کریم ﷺ بیس کی شام بلکہ اکیس کی صبح تک بھی مدینہ منورہ تشریف نہ لا سکیں ہوں گے، اس لئے اس سال اعتکاف نہ فرمایا ہوگا۔

(۲)......فتح مکہ کے لئے آپ ﷺ دس رمضان المبارک ۸ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، مع اختلاف الروایات، اور بیس رمضان المبارک کو مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے اور اسی روز مکہ فتح ہوا، پھر رمضان المبارک کے بقیہ ایام، بلکہ شوال کے کچھ روز آپ ﷺ مکہ معظّمہ ہی میں مقیم رہے۔ (اصح السیر ص۳۲۰)

اور مکہ معظّمہ میں آپ کا اعتکاف فرمانا نظر سے نہیں گذرا، اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ اس سال بھی آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں فرمایا۔

(۳)......تیسرا واقعہ جو آپ نے بھی ’’درس ترمذی‘‘ میں نقل فرمایا ہے کہ: ازواج مطہرات نے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں خیمے لگا لئے تو آپ ﷺ نے سب خیمے اٹھوا دیئے اور خود بھی اعتکاف کا ارادہ ترک فرما دیا اور شوال میں قضا فرمائی۔

الغرض مدینہ منورہ کے نو سالہ قیامِ رمضان میں تین مرتبہ آپ ﷺ کا اعتکاف نہ

فرمانا سمجھ میں آتا ہے۔ یہ ایک ادنی طالب علم کا سوال ہے، حضرت کی ذات گرامی کا شمار عصر کے جبال علم میں ہیں، امید کہ تحقیق فرما کر تشفی فرمائیں گے۔ فقط طالب دعا۔

مرغوب احمد لاجپوری

....

مکتوب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

مکرمی: آپ کا گرامی نامہ باعث مسرت و افتخار ہوا۔ میں نے مصروفیت کی وجہ سے تحقیق کے لئے ایک ساتھی کو لگایا تھا، انہوں نے جو جواب لکھا ہے وہ بظاہر درست ہے۔ آنجناب کی یادفرمائی کے لئے تہ دل سے ممنون ہوں، والسلام۔ محمد تقی عفی عنہ

۲۸/۲/۱۴۲۴ھ

الجواب حامدا و مصلیا

آنحضرت ﷺ کا رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا معمول تھا، البتہ سفر وغیرہ کی وجہ سے آپ ﷺ سے اعتکاف چھوٹا بھی ہے۔ علامہ ابن القیمؒ نے ''زاد المعاد'' میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ سے ایک مرتبہ اعتکاف چھوٹا ہے، جب کہ دیگر کتب حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے دو مرتبہ اعتکاف چھوٹا ہے۔ ایک تو فتح مکہ کے سال اور دوسرے اس سال جب آپ ﷺ نے بعض ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ اعتکاف کی اجازت دی اور سب نے مسجد میں اعتکاف کے لئے خیمے لگوا دیئے، پھر آنحضرت ﷺ نے سارے خیمے اٹھوا دیئے اور اس سال خود بھی اعتکاف نہیں فرمایا اور شوال میں اس کی قضاء فرمائی۔ ان دو مواقع کے علاوہ کسی تیسرے موقعہ پر اعتکاف کا چھوڑنا باوجود بسیار تلاش کے کہیں منقول نہیں ملا، جب کہ ۲ھ میں غزوۂ بدر کے موقعہ پر آپ ﷺ کا اعتکاف

نہ فرمانا بھی ظاہر ہے جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے، لیکن محدثین کرام اور شراح حدیث نے اسے ذکر نہیں فرمایا۔

احقر کے خیال میں اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ رمضان ۲ھ سے چند ہی روز قبل روزوں کی فرضیت ہوئی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے پہلے تو آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں فرمایا ہوگا اور روزوں کی فرضیت کے بعد پہلے رمضان میں آپ غزوۂ بدر میں مصروف رہے، اس سال کے بعد سے آپ ﷺ نے اعتکاف پر مواظبت فرمائی ہوگی، اس مواظبت کے دوران دو مرتبہ آپ نے اعتکاف نہیں فرمایا جس کا محدثین نے تذکرہ فرمایا اور غزوۂ بدر سے پہلے چونکہ اعتکاف شروع ہی نہیں کیا تھا اس لئے اس سال ترک اعتکاف کو محدثین نے شمار نہیں کیا ہے۔

نوٹ:......اس بات کی کہیں تشریح نہیں دیکھی اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکا کہ سب سے پہلے کس سال آپ ﷺ نے اعتکاف فرمایا۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

فی صحیح البخاری : عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی کل رمضان عشرة ایام فلما کان العام الذی قبض فیہ اعتکف عشرین یوما،

یقول الحافظ فی فتح الباری : واقوی من ذلک انہ انما اعتکف فی ذلک العام العشرین لانہ کان العام الذی قبلہ مسافرا و یعدل لذلک ما اخرجہ النسائی واللفظ لہ وابو داؤد وصححہ ابن حبان وغیرہ من حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان فسافر عاما فلم یعتکف فلما کان العام المقبل اعتکف عشرین ویحتمل تعدد ہذہ القصة بتعدد

السبب، (فتح الباری ص۲۸۵ج۴)

یقول السندی فی حاشیة السنن لابن ماجة تحت حدیث ابی بن کعب :قوله فسافر عاما الظاهر انه عام الفتح وقد علم انه سنة بلا سفر ایضا فقضی،

(السنن لابن ماجة ص۳۵۸)

یقول ابن القیم رحمه الله فی زاد المعاد : ۸۸/۲: کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه الله عز وجل وترکه مرة فقضاه فی شوال،

وفی تاریخ الخمیس : ۳۶۸/۱: وفی شعبان هذه السنة (الثانیة) نزلت فریضة رمضان.....وفی هذه السنة وقعت غزوة بدر الکبری.....قال ابن اسحا ق کانت وقعة بدر یوم الجمعة صبیحة السابع عشر ،والله سبحانه اعلم۔خلیل احمد اعظمی عفی عنه

۱۴۲۴/۲/۲۷

معتکف کا اجرت لے کر تعلیم دینا

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم نے یہ مسئلہ تحریر فرمایا کہ:

معتکف کو حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر اجرت لے کر کوئی کام کرنا جائز نہیں' خواہ مذہبی تعلیم دینا ہو' یا دین ودنیا کا اور کوئی کام ہو''۔(الاشباہ' شامی۔ ''فقہی رسائل'' ص۲۵ج۲)

اس پر راقم نے حضرت کی خدمت میں لکھا کہ:

''ص ۲۵ ج ۲، میں معتکف کے لئے اجرت پر تعلیم دینے کا عدم جواز لکھا ہے ،اس اطلاق کو اگر بلا عذر و بلا مجبوری کی قید کے ساتھ لکھا جائے تو کیسا ہے؟ کہ فقہاء کرام نے مجبوری میں اجرت پر تعلیم کی اجازت معتکف کو دی ہے''۔

(فتاوی رحیمیہ ص۲۰۲ج۵،مجمع الزوائد ص۲۵۷،بحوالہ آداب الاعتکاف ص۷۷، عالمگیری ص۲۱۵ج۲)

اس پر حضرت مدظلہم نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ:

''اس مسئلہ پر مکرر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاً مسجد میں اجرت لے کر تعلیم دینا جائز نہیں' اور جہاں ضرورت کی بناء پر حضرات فقہاء کرام نے اجازت دی ہے وہاں ضرورت سے معلم کی ذاتی ضرورت مراد نہیں، بلکہ مسجد کی حفاظت ونگرانی وغیرہ کی ضرورت مراد ہے' جیسا کہ عبارتِ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ غالباً اسی لئے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی اپنے رسالہ ''احکام اعتکاف'' کے صفحہ ۴۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

''اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا تعلیم دینا بھی معتکف کے لئے فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے۔ (بحر ص ۳۲۷ ج ۲) البتہ جو شخص اس کے بغیر ایام اعتکاف کی روزی بھی نہ کما سکتا ہو اس کے لئے بیع پر قیاس کر کے گنجائش معلوم ہوتی ہے''۔

بہرحال مسائل اعتکاف میں فی الحال اصلاح کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

وفی الفتح القدير (۳۶۹/۱) والذی یکتب اذا کان باجر یکره وبغیر اجر لا یکره هذا اذا کتب العلم والقرآن لانه فی عبادة اما هولآء المکتوبون الذی تجتمع عندهم الصبیان واللغط فلا ، لو لم یکن لغط لانهم فی صناعة لاعبادة اذ هم یقصدون الاجارة لیس هو لله بل للارتزاق ومعلم الصبیان القرآن کالکاتب ان کان لأجر و حسبة لا بأس به ومنهم من فصل هذا اذا کان لضرورة الحر وغیره لا یکره والا فیکره وسکت عن کونه بأجر أو غیره و ینبغی حمله علی ما اذا کان حبة فاما اذا کان بأجر فلا شک فی الکراهة ،

وفی الدر المختار (۴۲۸/۶) ویفسق معتاد المرور بجامع ومن علم الاطفال فیه ویوزر،... وفی رد المحتار (۴۲۸/۶) قلت: بل فی التتار خانیة عن العیون: جلس

معلم او وراق فی المسجد فان کان یعلم او یکتب باجر یکرہ الا للضرورۃ وفی الخلاصۃ تعلیم الصبیان فی المسجد لا بأس بہ اھ ، لکن استدل فی القنیۃ بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام "جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم"

وفی البحر الرائق (۳۰۳/۲)باب الاعتکاف : وکذا کرہ فی التعلیم والکتابۃ والخیاطۃ بأجر وکل شئی یکرہ فیہ کرہ فی سطحہ واستثنی البزازی من کراھۃ التعلیم بأجر فیہ ان یکون لضرورۃ الحراسۃ۔

اس مسئلہ میں فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کا فتوی جواز کا ہے۔"فتاوی رحیمیہ" سے من وعن نقل کرتا ہوں:

سوال:......امام مسجد مکتب میں پڑھاتا ہے اور پڑھانے کی تنخواہ لیتا ہے' وہ عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف میں بچوں کو مسجد میں تعلیم دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:......اعتکاف کے لئے مدرسہ سے رخصت لے لی جائے' رخصت نہ ملے تو مجبورا مسجد کے اندر پڑھا سکتا ہے۔"**ولو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبۃ والوراق یکتب لنفسہ فلا بأس بہ ، لانہ قربۃ، وان کان بالاجرۃ یکرہ الا ان یقع لھما الضرورۃ ، کذا فی المحیط السرخسی**"۔

(فتاوی عالمگیری ص ۱۲۵ ج ۶۔فتاوی رحیمیہ ص ۲۰۲ ج ۵)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا رجحان بھی جواز ہی کا معلوم ہوتا ہے' جیسا کہ خود حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب مدظلہم نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"البتہ جو شخص اس کے بغیر ایام اعتکاف کی روزی بھی نہ کما سکتا ہو اس کے لئے بیع پر قیاس کر کے گنجائش معلوم ہوتی ہے"۔

حکیم صاحب کا اعتکاف میں مریض کو دیکھ کر نسخہ لکھنا مفسد اعتکاف ہے یا نہیں ''فتاوی محمودیہ'' اور ''فتاوی دار العلوم'' کے جواب میں تضاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب و حضرت مفتی عباس صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم و رحمۃاللہ و برکاتہ

''فتاوی محمودیہ'' ص ۱۵۰ ج ۱۳، مسائل اعتکاف میں نمبر ۴ ۵ پر ہے:

''حکیم صاحب معتکف ہیں، لیکن مسجد میں روزانہ صبح ایک گھنٹہ کے قریب مریضوں کو دیکھ کر نسخے لکھتے ہیں'' کے جواب میں حضرت رحمہ اللہ نے فساد اعتکاف کا حکم لگایا ہے جبکہ ''فتاوی دار العلوم دیوبند'' ص ۵۰۱ ج ۶ /اور ''خیر الفتاوی'' ص ۱۴۵ ج ۴/ میں عدم فساد مرقوم ہے۔آپ کے نزدیک جو صحیح ہو تحریر فرمائیں۔

اسی طرح معتکف کا ووٹ کے لئے اور حاکم یا افسر کے طلب پر مسجد سے نکلنا مفسد ہے یانہیں؟

الجواب حامداومصلیا:......حکیم صاحب کے دوران اعتکاف مسجد میں روزانہ صبح ایک گھنٹہ کے قریب مریضوں کو دیکھ کر نسخہ لکھنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہونا چاہئے ، اس لئے اس سلسلہ میں ''فتاوی دار العلوم'' اور ''خیر الفتاوی'' کے جوابات صحیح اور درست ہیں۔

ووٹ دینے کے لئے اور اسی طرح حاکم یا افسر کے طلب کرنے پر مسجد سے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، فقط واللہ تعالی اعلم۔املاہ العبد: احمد خانپوری عفی عنہ

۲۱/ رجب ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

تھوڑی دیر کے لئے اعتکاف کی نیت کا ثبوت

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

تھوڑی دیر کے لئے اعتکاف کی نیت کا ثبوت

بعض حضرات نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ مسجد میں تھوڑی دیر کے لئے جانے اور نماز کی حاضری کے وقت اعتکاف کا کوئی ثبوت نہیں، یہ آج کے مولوی کی ایجاد ہے۔ اعتکاف صرف عشرۂ اخیرہ کا ہے۔ حیرت اور تعجب ہے کہ ایک مسلمان وہ بھی نمازی اور عبادت گذار ہوکر اس طرح کی بات کس طرح کرسکتا ہے؟ جس میں صرف فقہ کی مخالفت نہیں بلکہ صراحۃً حدیث کا انکار لازم آتا ہے؟ اللہ تعالی اس طرح کی جہالت سے ہماری حفاظت فرمائے۔

فقہاء رحمہم اللہ نے صراحت فرمائی ہے کہ: واجب اعتکاف چوبیس گھنٹے سے کم کا نہیں ہوتا۔ اور سنت مؤکدہ اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔ اور نفل اعتکاف کے لئے کوئی مقدار متعین نہیں ایک گھنٹہ بلکہ ایک منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: ایک منٹ کا اعتکاف بھی صحیح ہے۔

''(وأقله نفلا ساعة) لقول محمد فی الاصل''۔

(البحر الرائق ص۵۲۵ ج۲، باب الاعتکاف، کتاب الصوم، مطبوعہ: زکریا بکڈپو، دیوبند)

ایک دن کے اعتکاف کا اجر

(۱)......من مشی فی حاجة اخیه و بلغ فیها کان خیرا من اعتکاف عشرین سنة، ومن اعتکف یوما ابتغاء وجه الله جعل الله بینه و بین النار ثلا ثة خنادق ابعد مما بین الخافقین۔ (کنز العمال، فی الاعتکاف و لیلة القدر، رقم الحدیث: ۲۴۰۱۹)

ترجمہ:......حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے کام کے لئے چلتا ہے اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے، اس کا یہ عمل بیس (۲۰) سالوں کے اعتکاف سے افضل ہے، اور جو شخص اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے ایک دن کا اعتکاف

کرے گا اللہ تعالی اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنادیں گے، جن کی مسافت زمین وآسمان کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہوگی۔

تشریح : ......اس حدیث میں صراحت کے ساتھ ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے۔

(۲)......عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : من مشی فی حاجة اخیه کان خیرا من اعتکاف عشر سنین ، ومن اعتکف یوما ابتغاء وجه الله ' جعل الله بینه و بین النار ثلا ث خنادق، کل خندق أبعد مما بین الخافقین۔

(اخرجه الطبرانی فی الاوسط ، رقم الحدیث:۷۳۲۶۔مجمع الزوائدص ج۱۵۱ج۸، باب فضل قضاء الحوائج ، کتاب البر والصلة ، رقم الحدیث:۱۳۷۱۶۔الترغیب والترهیب ،ص۹۶ج۲، الترغیب فی الاعتکاف ، کتاب الصوم)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے کام کے لئے چلتا ہے،اس کا یہ عمل دس (۱۰) سالوں کے اعتکاف سے افضل ہے،اور جو شخص اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا اللہ تعالی اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنادیں گے،جن کی مسافت زمین وآسمان کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہوگی۔

تشریح:......خافقین' کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں: (۱): جتنا فاصلہ مشرق اور مغرب کے درمیان میں ہے۔(۲): جتنا فاصلہ آسمان وزمین کے درمیان میں ہے۔حاصل یہ نکلا کہ معتکف کو دوزخ سے بہت دور رکھا جائے گا،یعنی جہنم میں نہ جائے گا۔(مسائل اعتکاف ص۱۴)

(۳)......عن عائشة (وفي رواية : عن انس) رضي الله عنهما قال : من اعتكف فواق ناقة كانما اعتق نسمةً۔ (نیل الاوطار ص ۳۱۷ ج ۴، کتاب الاعتکاف)

ترجمہ:......حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا جس نے (اونٹنی کے دو مرتبہ) دودھ دوہنے کی مقدار بھی اعتکاف کیا اس نے جان کو آزاد کیا۔

تشریح:......اس حدیث میں صراحت کے ساتھ تھوڑی دیر کے اعتکاف کی فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اونٹنی کو جب دوہتے ہیں تو ایک مرتبہ دوہ کر تھوڑی دیر رک جاتے ہیں اور بچوں کو تھنوں سے لگا دیتے ہیں تا کہ دودھ خوب اترے، اس طرح دو مرتبہ دوہنے کا درمیانی وقفہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اس طرح کسی نے تھوڑی دیر کا اعتکاف کیا اس کی فضیلت یہ ہے کہ گویا اس نے جان کو آزاد کیا۔

علماء نے ''فواق ناقه'' کے مختلف معانی بیان کئے ہیں:

(ایک) یہ کہ:......اونٹنی کا دودھ دوہا جائے صبح کو اور پھر دوہا جائے شام کو، اس درمیانی وقفہ کو ''فواق ناقة'' کہتے ہیں۔

(دوسرا) یہ کہ:......دودھ دوہا جائے ایک برتن میں جب وہ بھر جائے اس کو رکھ کر پھر دوہا جائے دوسرے برتن میں، یہ درمیان کا وقفہ ''فواق'' کہلاتا ہے۔

(تیسرا) یہ کہ:......ایک برتن دوہا جائے پھر ذرا رک کر بچے کو تھنوں سے لگا دیا جائے تا کہ دودھ خوب اترے پھر دوبارہ شروع کر دے اس وقفہ کا نام ''فواق'' ہے۔

(چوتھا) یہ کہ:......ایک مرتبہ تھن سے دودھ کھینچنے کے بعد دوسری مرتبہ دودھ کھینچنے کے

درمیانی وقفہ کو ’’فواق ناقه‘‘ کہتے ہیں۔(مجمع بحار الانوار ص۱۸۲ج۴)

حدیث کو آخری تینوں معانی میں سے کسی ایک معنی پر حمل کیا جائے گا،اس لئے کہ پہلے معنی کے اعتبار سے وقفہ بہت زیادہ ہے جو اس مقام کے مناسب نہیں۔

(نفحات التنقیح ص۲۲ج۳)

مغرب سے عشاء تک کے اعتکاف پر جنت میں محل کی بشارت

(۴)......وکان صلی الله علیه وسلم یقول : من اعتکف ما بین المغرب والعشاء فی مسجد جماعة لم یتکلم الا بصلوۃ و قرآن کان حقا علی الله ان یبنی له قصرا فی الجنة۔(کشف الغمہ ص۲۱۲(وفی نسخۃ:۳۰۶)، کتاب الاعتکاف)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مغرب سے عشاء تک مسجد جماعت میں (جہاں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہے) اعتکاف کرے اور سوائے نماز اور تلاوت قرآن (اور ذکر و دعا وغیرہ اعمال کے) گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بنائیں گے۔

تشریح:......اس حدیث میں صراحت کے ساتھ مغرب سے عشاء تک کے اعتکاف کی فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے۔

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کا تھوڑی دیر کے لئے اعتکاف کی نیت کرنا

(۵)......عن ابن جریج قال: سمعت عطاء یخبر عن یعلی بن امیّة رضی الله عنه قال : انّی لامکث فی المسجد الساعة ، وما أمکث الا لأعتکف۔

ترجمہ:......حضرت ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خبر دیتے ہوئے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے سنا، آپ (یعنی حضرت یعلی بن

امیہ رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ: میں تھوڑی دیر کے لئے بھی مسجد میں قیام کرتا ہوں ،تو بغیر اعتکاف کے قیام نہیں کرتا ہوں۔

(مصنف عبد الرزاق ص۳۴۶ ج۴، باب الجوار والاعتکاف ،کتاب الاعتکاف ، رقم الحدیث: ۸۰۰۶)

(۶)......واخرج ابو نعیم فی الحلیة (۳/ ۳۱۲) عن عطاء انّ یعلی بن امیّة رضی الله عنه – كانت له صحبة – فكان يقعد فی المسجد الساعة فينوی بها الاعتكاف۔

(حیاۃ الصحابہ ص۴۸۳ ج۳، فزع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد عند اشتداد الریح والکسوف، الباب الثانی عشر : باب کیف کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه يجتمعون على الصلوات فی المساجد۔معرفة الصحابة (لابی نعیم) ص۲۸۰۱ ج۵، باب الیاء ، من اسمه : یعلی ، رقم الحدیث: ۶۶۳۷)

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل تھی ، وہ جب تھوڑی دیر کے لئے بھی مسجد میں بیٹھا کرتے تو اعتکاف کی نیت کرلیا کرتے۔

(حیاۃ الصحابہ اردو (ترجمہ از: حضرت مولانا احسان الحق صاحب) ص۱۸۲ ج۳، ط: مکتبۃ العلم، لاہور)

حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جتنی دیر مسجد میں ٹھہرے، وہ اعتکاف ہے

(۷)......قال عطاء رحمه الله : هو اعتكاف ما مكث فيه ، وان جلس فی المسجد احتساب الخير فهو معتكف والا فلا۔

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جتنی دیر مسجد میں ٹھہرے، وہ اعتکاف

ہے،اوراگرمسجد میں ثواب حاصل کرنے کی نیت سے بیٹھے تو وہ معتکف ہے، ورنہ نہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۴۶ ج۴، باب الجوار و الاعتکاف، کتاب الاعتکاف ، رقم الحدیث:

۸۰۰۷)

مسجد میں سونے والا اعتکاف کی نیت کرلے، ظاہر ہے یہ اعتکاف نفلی ہے

فقہاء رحمہم اللہ نے مسئلہ لکھا ہے کہ: مسجد میں کوئی سونا چاہے تو اعتکاف کی نیت کرلے، ظاہر ہے یہ اعتکاف نفلی ہے، کوئی سنت یا واجب تو نہیں ہے۔

’’ واذا اراد ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف ‘ فیدخل فیه ‘ ویذکر الله تعالی بقدر ما نوی او یصلی ‘ ثم یفعل ما شاء‘‘۔

(شامی ص۴۳۵ ج۲، مطلب : فی الغرس فی المسجد ، باب ما یفسد الصلوة و ما یکره فیها ،

کتاب الصلوة ، ط : دار الباز ، مکة المکرمة)

’’ واذا اراد ان یفعل ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیه ویذکر الله تعالی بقدر ما نوی‘‘۔

(فتاوی عالمگیری ص۳۲۱ ج۵ (۳۷۱ ج۵، جدید)، الباب الخامس : فی آداب المسجد ، کتاب

الکراهیة)

نفلی اعتکاف کے چند اہم مسائل

(۱)......نذر، منت اور رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کے علاوہ تمام اعتکاف نفلی ہیں۔

’’مراقی الفلاح‘‘ میں ہے: ’’(مستحب فیما سواه) ای فی ای وقت شاء سوی العشر الاخیر ولم یکن منذورا‘‘۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۷۰۱، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم ، ط : بیروت)

(۲)......نفلی اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں: ’’ولیس الصوم من شرطه‘‘۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۷۰۲، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم ، ط : بیروت)

(۳)......نفلی اعتکاف کے لئے نہ کوئی وقت شرط ہے، نہ کوئی مقدار، دن رات، صبح وشام ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔ایک دن کا بھی ہوسکتا ہے اور ایک دو منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔

’’(اقله نفلا مدة يسيرة) غير محدود، فيحصل بمجرد المكث مع النية‘‘۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۷۰۲، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم ، ط : بیروت)

’’(وأقله نفلا ساعة) من ليل او نهار عند محمد ، وهو ظاهر الرواية عن الامام لبناء النفل على المسامحة ، و به يفتى، والساعة عرف الفقهاء جزء من الزمان لا جزء من اربعة و عشرين ، كما يقوله المجنون‘‘۔

(شامی ص۴۳۳ ج۳، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم ، ط: دار الباز ، مکة المکرمة)

(۴)......جب بھی مسجد میں جائے جتنی دیر رہنا ہو اعتکاف کی نیت کرے، تو عبادت کے علاوہ اعتکاف کا بھی ثواب ملے گا۔(بحرالرائق ص۳۲۴ ج۲)

(۵)......نفلی اعتکاف نہ ٹوٹتا ہے نہ فاسد ہوتا ہے اور نہ اس کی قضا ہے۔

’’(فلو شرع في نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه) لانه لا يشترط له الصوم‘‘۔

(شامی ص۴۳۴ ج۳، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم ، ط : دار الباز ، مکة المکرمة)

(۶)......رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف نفلی ہے جو ان دنوں کا اعتکاف کرے گا اس پر نفلی اعتکاف کے احکام جاری ہوں گے۔لہذا بلاضرورت کے بھی اگر نکل گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔اور اس کی قضا نہیں ہے۔

(۷)......اگر کسی نے پورے ماہ کا اعتکاف کیا تو شروع کے بیس دن کے اعتکاف نفلی اور

اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہوگا۔ دونوں کے احکام الگ الگ ہوں گے۔

(شمائل کبری ص ۱۴۸ ج ۹۔ مطبوعہ: زمزم پبلشرز، کراچی)

چند احادیث سے نفلی اعتکاف کا ثبوت

خاتمہ میں اس بات کا اظہار بھی مناسب ہے کہ بعض احادیث پر عمل جب ہی ممکن ہے کہ ان احادیث سے نفلی اعتکاف مراد لیا جائے، مثلا:

(۱)......عن ابن عباس رضی الله عنهما انّ النبی صلی الله علیه وسلم قال: لیس علی المعتکف صیام ، الا ن یجعله علی نفسه۔

(سنن الکبری بیہقی ص ۱۸۳ ج ۹، باب من رأی الاعتکاف بغیر صوم ،کتاب الصوم ، رقم الحدیث: ۸۶۶۱۔ کنز العمال ، فی الاعتکاف و لیلة القدر ، رقم الحدیث: ۲۴۰۱۰)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معتکف پر روزہ واجب نہیں ہے، ہاں البتہ وہ خود ہی اپنے اوپر روزہ واجب کردے۔

(۲)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: المعتکف یَتبَعُ الجنازة و یعود المریض۔

(ابن ماجہ، باب فی المعتکف یعود المریض و یشهد الجنائز ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث: ۱۷۷۷)

ترجمہ:...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: معتکف جنازہ میں جاسکتا ہے اور مریض کی عیادت کرسکتا ہے۔

تشریح:...... معتکف کے لئے روزہ ضروری ہے، اسی طرح معتکف سنت اعتکاف میں جنازہ اور عیادت وغیرہ کے لئے بھی نہیں جاسکتا ہے۔ اس لئے ان احادیث سے نفل اعتکاف ہی

مراد ہوسکتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: جن روایات میں معتکف کے لئے جنازہ اور عیادت کی رخصت آئی ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد نفلی اعتکاف ہے۔

''وما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم من الرخصة فی عیادة المریض و صلوة الجنازة ، فقد قال ابو یوسف : ذلک محمول عندنا علی الاعتکاف الذی تطوع به من غیر ایجاب''۔

(بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد ص۲۰۷ج۸، المعتکف یعود المریض ، کتاب الصیام ، تحت:رقم الحدیث:۲۴۷۲)

(۳)......عن عائشة رضی الله عنها انّها قالت :السّنّة علی المعتکف ان لا یعود مریضا، ولا یشهد جنازة ، ......ولا اعتکاف الا بصوم۔

(ابوداؤد، المعتکف یعود المریض ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۴۷۳)

''وان الصوم لیس بشرط فی التطوع''۔

(فتاوی عالمگیری ص۲۱۱ج۱(۲۷۴ج۱،جدید)، الباب السابع : فی الاعتکاف ، کتاب الصوم)

''ولایخرج لعیادة المریض، کذا فی البحر الرائق ، ولو خرج لجنازة یفسد اعتکافه ، الخ''۔

(فتاوی عالمگیری ص۱۷۳ج۳، الباب السابع : فی الاعتکاف ، کتاب الصوم ، مکتبۃ الاتحاد، دیوبند)

مقالہ

کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا

اس وقت کرونا کی وجہ سے کوئی آدمی گھر میں اعتکاف کرنا چاہے تو وہ گھر میں اعتکاف کرسکتا ہے یا نہیں؟ بعض آثار سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، مگر جمہور کا مسلک یہی ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد شرط ہے، اس لئے مردوں کے لئے گھر میں اعتکاف کرنا درست نہیں۔اس مقالہ میں اسی مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے، اور قرآن وحدیث اور فقہاء کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے گھر میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا

اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ ٹھہرنے کے ہیں۔اور اصطلاح قرآن وسنت میں خاص شرائط کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے اور قیام کرنے کا نام اعتکاف ہے۔

مسئلہ:......فقہاء نے مردوں کے لئے مسجد کو اعتکاف کا رکن اور شرط قرار دیا ہے، اس لئے مردوں کے لئے گھر میں اعتکاف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ:......اعتکاف کا رکن مسجد میں مخصوص طریقہ پر ٹھہرنا ہے۔

مسئلہ:......صاحبین کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے چاہے اس میں پانچ وقت کی نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جس مسجد میں پانچ وقت کی نماز جماعت سے ہوتی ہو اسی مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔

(مستفاد: عمدۃ الفقہ ص ۳۹۳ ج ۳، اعتکاف کا بیان)

(۱)......ثم الاعتكاف لا يصح الا فى مسجد الجماعة۔

(ہدایہ ص ۲۴۷ ج ۱، باب الاعتكاف ، كتاب الصوم)

(۲)......و كذا المسجد من الشروط أى كونه فيه۔

(فتح القدیر ص ۳۰۶ ج ۲، باب الاعتكاف)

(۳)......اما الفريضة و الاعتكاف فهو فى المسجد كما لا يخفى۔

(شامی ص ۴۲۹ ج ۳، باب الاعتكاف ، كتاب الصوم)

(۴)......علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد شرط ہے۔(نیل الاوطار ص ۲۶۸ ج ۴)

(۵)......علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک صراحت کی ہے کہ: اعتکاف چاہے نفلی ہی

کیوں نہ ہو مسجد جماعت کے علاوہ میں درست نہیں۔

(۶)......فدل ان مکان الاعتکاف هو المسجد ، ويستوى فى الاعتكاف الواجب والتطوع ' لان النص مطلق۔ (بدائع الصنائع ص۱۸ ج۳، باب الاعتكاف)

(۷)......فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرد اور مخنث کا اعتکاف صرف مسجد میں صحیح ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی کا قول ہے﴿ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ لا فِي الْمَسٰجِدِ ﴾، (جب کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو) اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ نے صرف مسجد میں اعتکاف کیا ہے۔

(موسوعہ فقہیہ اردو ص۳۱۴ ج۵، اعتکاف)

قرآن کریم میں اعتکاف کے لئے مسجد کی صراحت

قرآن کریم میں دو جگہوں پر اعتکاف کا ذکر ہے، اور دونوں میں اعتکاف کے ساتھ مسجد کا ذکر ہے، یہ بھی دلیل ہے کہ اعتکاف گھر میں جائز نہیں ہے۔

(۱)......اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ۔ (پ:۱، سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۲۵)

ترجمہ:......میرے گھر کو ان لوگوں کے لئے پاک کرو جو (یہاں) طواف کریں اور اعتکاف میں بیٹھیں۔

(۲)......وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ لا فِي الْمَسٰجِدِ۔ (پ۲:، سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۸۷)

ترجمہ:......اور ان (اپنی بیویوں) سے اس حالت میں مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو۔

تفسیر:......حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: لوگ اعتکاف کی حالت میں جماع کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

''عن الضحاک قال : كانوا يجامعون وهم معتكفون حتى نزلت ﴿وَلَا

تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ لا فِى الْمَسٰجِد ﴾۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۹ ج۲، من قال : لا اعتكاف الا فى مسجد يجمع فيه ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۹۶۶۷)

یعنی اعتکاف کی حالت میں دن مسجد میں گزارتے اور رات میں گھر جا کر بیوی سے جماع کر لیتے تھے۔ یہ نہیں کہ مسجد میں بیوی جماع کرتے تھے۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: یہ آیت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، وہ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے، جب کسی کو ان میں سے اپنی بیوی کے پاس جانے کی ضرورت ہوتی تو اعتکاف سے نکل کر اس سے صحبت کر لیتے اور پھر غسل کر کے مسجد میں آ جاتے تھے۔ (تفسیر مظہری ص۳۲۰ ج۱)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کے تحت چند آثار نقل فرمائے ہیں۔ مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد اور حضرت ربیع رحمہم اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ: شروع میں انصار اور دیگر بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اعتکاف کی حالت میں استنجاء کے لئے نکلتے اور ضرورت ہوتی تو بیوی سے جماع کر لیتے، پھر غسل کر کے مسجد میں آ جاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ص۲۹۵ ج۲)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: (اس آیت) سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف سوائے مسجد کے اور کسی جگہ صحیح نہ ہوگا، اور مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس میں جماعت ہوتی ہو گھر کی مسجد مراد نہیں۔ (تفسیر مظہری ص۳۲۱ ج۱)

احادیث میں اعتکاف کے لئے مسجد کی صراحت

(۱)......عن عائشة رضى الله عنها قالت :...... ولا اعتكاف الا فى مسجد جامع۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اعتکاف مسجد جماعت کے علاوہ میں نہیں۔(ابوداؤد، باب المعتکف یعود المریض ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۴۷۳)

(۲)......عن علی رضی اللہ عنہ قال : لا اعتکاف الا فی مسجد جماعۃ۔

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اعتکاف مسجد جماعت کے علاوہ میں نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۹ ج۲، من قال : لا اعتکاف الا فی مسجد یجمع فیہ ،کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۹۷۶۳۔مصنف عبدالرزاق ص۳۴۶ ج۴، باب لا جِوار الا فی مسجد جماعۃ ، کتاب الاعتکاف ، رقم الحدیث:۸۰۰۹)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرات فقہاء نے جو یہ شرط بیان کی ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں جماعت ہوتی ہو، غیر آباد مسجد جہاں جماعت نہ ہوتی ہو اس میں اعتکاف درست نہیں، یہ شرط درحقیقت مسجد کے مفہوم ہی سے مستفاد ہے، کیونکہ مساجد کے بنانے کا اصل مقصد جماعت کی نماز ہے، ورنہ تنہا نماز تو ہر جگہ دوکان مکان وغیرہ میں ہوسکتی ہے۔

(معارف القرآن ص۴۵۶ ج۱،سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۱۸۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ساری مساجد مراد لی ہیں، چاہے اس میں جماعت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو''والاعتکاف فی المساجد کلھا''۔

(بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر ، کتاب الاعتکاف ، قبل : رقم الحدیث:۲۰۲۵)

(۳)......عن ابن عباس قال : انّ ابغض الامور الی اللہ البِدَعُ ' وان من البدع الاعتکاف فی المساجد التی فی الدّور۔

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی کے نزدیک

سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ چیز بدعت ہے، اور بدعتوں میں یہ بھی ہے کہ ایسی مساجد میں اعتکاف کیا جائے جو گھروں میں ہیں۔

(سنن کبری بیہقی ص۳۱۷ ج۹، باب الاعتکاف فی المسجد ، کتاب الصوم ، رقم الحدیث : ۸۶۴۸)

گھروں میں اعتکاف کے چند آثار اور ان کے جوابات

گھر میں اعتکاف کے بارے میں کتب احادیث میں چند آثار نظر سے گذرے، ان سے کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ گھر میں بھی مردوں کے لئے اعتکاف درست ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان کی وضاحت بھی کردی جائے، وہ آثار یہ ہیں۔

(۱)......عن مجاهد قال : الحرم كلُّه مسجد ' يعتكف فى ايِّه شاء ' وان شاء فى منزله الا انه لا يصلى الا فى جماعة۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۴۶ ج۴، باب الجِوار و الاعتكاف ، كتاب الاعتكاف ، رقم الحديث: ۸۰۰۵)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پورا حرم مسجد ہے، آدمی اس میں جہاں چاہے اعتکاف کرسکتا ہے، اور اگر چاہے تو اپنے گھر میں اعتکاف کرلے، البتہ وہ نماز با جماعت ادا کرے گا۔

(۲)......عن الشعبى قال : لا بأس ان يعتكف الرجل فى مسجد بيته۔

ترجمہ:......حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مرد کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۵۰ ج۴، باب لا جوار الا فى مسجد جماعة ، رقم الحديث:۸۰۲۴)

(۳)......عن ابن جریج قال : قلت لعطاء : ارایت لو ان انسانا من اهل هذه المِیاه نذر جِوارا سمَّیتُ له الظهران وعُسفان فی مسجدهم ؟ قال : یقضیه اذا جعله علیه فی ذلک المسجد ، قلتُ : نذر جِوارا فی مسجد منًی ؟ قال : فلْیُجاوِرُ فیه ، فانّ له شأناً ، قلتُ : ایجعل بنائه ، ثم بمنی فی الدار ؟ قال : لا من اجل عتب الباب قلت : ففی مسجدنا اذاً مثلُ ذلک ؟ قال : لا ، انّما ذلک العَتَبُ للدّار ، ولیس کَهَیئة مسجدنا هذا ، ثم قال بعد : لا جِوار الا فی مسجد مکة و مسجد المدینة قال : وانّ اهل البصرة لَیُجاورون فی مسجدهم حتی انّ احدَهم لَیُجاوِر مسجدَه فی بیته۔

ترجمہ:......حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء سے عرض کیا: یہ مسئلہ بتلائیے کہ: ان پانیوں کے آس پاس لوگوں میں سے کوئی شخص جوار کی نیت کرتا ہے تو میں اسے ظہران یا عسفان کی مسجد میں اعتکاف کا کہہ سکتا ہوں؟ تو فرمایا: اگر وہ اپنے ذمہ اس مسجد میں اعتکاف لازم کرتا ہے تو وہ اسے ادا کرے گا۔ میں نے پوچھا کیا: اگر وہ منی کی مسجد میں جوار کی نذر مانتا ہے؟ تو فرمایا: وہ منی کی مسجد میں جوار کرے، کیونکہ اس کی (ایک خاص) شان (اور حیثیت) ہے۔ میں نے پوچھا: کیا منی میں اس جگہ کوئی عمارت تعمیر کرے گا؟ فرمایا: نہیں، کیونکہ دروازے کی چوکھٹ موجود ہے۔ میں نے پوچھا: پھر اس صورت میں ہماری (گھر کی) مسجد بھی اس کی مانند ہو جائے گی؟ فرمایا: نہیں، کیونکہ وہ گھر کی چوکھٹ ہے، اور اس کی ہیئت (صورت) ہماری (شرعی) مسجد کی مانند نہیں ہے، پھر فرمایا کہ: جوار صرف مکہ کی مسجد میں یا مدینہ کی مسجد میں کیا جا سکتا ہے، اور فرمایا کہ: بصرہ والے اپنے علاقہ کی مسجد میں جوار کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی اپنے گھر کی مسجد (اور اپنے گھر کی نماز کی جگہ) میں بھی جوار کر لیتا ہے۔

(۴)......عن ابن ابی ملیكة قال : اعتكفت عائشة بين حراء و ثبير فكنا نأتيها هناك و عبدٌ لها يؤُمُّها۔

ترجمہ:......حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حراء اور ثبیر (نامی پہاڑوں) کی (غاروں میں) اعتکاف فرمایا تھا، ہم وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، (نماز کے وقت) ان کا ایک غلام ان کی امامت کیا کرتا تھا۔

(۵)......عن عطاء : انّ عائشة نذرت جوارا فی جوف ثبير مما يلى منى ، قلتُ : فقد جاورتَ ؟ قال : اجل ، وقد كان عبد الرحمن بن ابی بكر نهاها ان تُجاوِر خشية ان يُتَّخذ سنة ، فقالت عائشة : حاجةً كانت فی نفسی۔

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نذر مانی کہ وہ منی کے قریب موجود ثبیر نامی پہاڑ کی (غار میں) جوار کریں گی، حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے پوچھا: کیا آپ نے جوار کیا؟ تو فرمایا: ہاں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا تھا اس خوف سے کہ کہیں (لوگ) اس طریقہ کو سنت نہ سمجھ لیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے نفس میں (یعنی میری ایک) حاجت (اور ضرورت) ہے۔ (اس کے پورا ہونے کے لئے میں نے یہ منت مانی ہے)۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۵۰ ج۴، باب لا جوار الا فی مسجد جماعة ، کتاب الاعتکاف ، رقم الحدیث:۸۰۲۴/۸۰۱۹/۸۰۲۱/۸۰۲۲)

ان پانچ روایتوں کی وجہ سے کوئی استدلال کرسکتا ہے کہ مسجد کے علاوہ میں بھی اعتکاف ہوسکتا ہے۔اس کے چند جوابات ہیں:

(۱)......اولاتو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مردوں کے لئے اعتکاف مسجد ہی میں ہوسکتا ہے، اور جمہور کے دلائل قوی ہیں، اور آپ ﷺ کا دائمی عمل بھی مسجد ہی میں اعتکاف کا تھا، اس لئے ان دلائل قویہ کے مقابلہ میں شاذ اقوال قابل التفات نہیں ہوتے۔

(۲)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دو آثار تو منت کے سلسلہ میں ہیں، انہوں نے اس جگہ کی تعیین کے ساتھ اعتکاف کی منت مانی تھی، اس لئے انہوں نے اپنی منت کی جگہ ثبیر پہاڑ کی غار میں اعتکاف فرما کر اسے پورا فرمایا۔

(۳)......اثر نمبر:۳؍ میں بصرہ والوں میں سے کسی ایک کا اپنے گھر کی مسجد (اور اپنے گھر کی نماز کی جگہ) میں اعتکاف اور جوار کرنا نذر اور منت پر محمول ہوسکتا ہے کہ وہ بھی اپنی منت کے مطابق اپنے گھر میں اعتکاف کرتا ہو۔

(۴)......اعتکاف کے لئے ایک اور لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے، مثلا جوار، اور جوار اور اعتکاف میں فرق ہے یا دونوں ایک ہیں؟ اس میں اسلاف کا اختلاف ہے، بعض حضرات دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے، اور بعض حضرات کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ حضرت مجاہد اور حضرت شعبی رحمہما اللہ جو مسجد بیت (گھر کی مسجد) میں اعتکاف کے قائل ہیں کے نزدیک جوار سے مراد منت یا خلوت مراد ہو۔

جوار کا معنی......اعتکاف کا ایک نام ''جِــــوار'' بھی ہے، جوار کا معنی ہے رہائش میں ایک دوسرے سے متصل اور قریب ہونا۔ (موسوعہ فقہیہ اردو ص۳۱۰ ج۵، اعتکاف)

حدیث شریف میں بھی اعتکاف کے لئے جوار کا لفظ آیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ: '' وهو مجاور في المسجد ''یعنی آپ ﷺ مسجد میں مجاور (معتکف) ہوتے۔ (بخاری، باب الحائض ترجِّل المعتکف، رقم الحدیث:۲۰۲۸)

ایک اور روایت میں خود آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ’’کنت اجاور ھذہ العشر ‘‘ میں نے ان دس دنوں میں اعتکاف کیا تھا۔

(بخاری، باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر ، کتاب فضل لیلة القدر ، رقم الحدیث:۲۰۱۸)

اوپر ذکر کردہ آثار میں سے نمبر:۳/اور۵/میں یہ لفظ (یعنی جوار) آیا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف اور جوار دونوں ایک ہیں، مگر جس شخص نے مثلا مکہ کے جوار کی نذر مانی تو وہ دن میں مکہ میں رہے گا اور رات اپنے گھر لوٹ آئے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: جو شخص اس طرح جوار اختیار کرے جس میں وہ رات اپنے گھر میں لوٹ آئے تو اس پر اپنے جوار میں روزہ نہیں ہے۔ اس اعتبار سے جوار اعتکاف سے عام ہے، اس لئے کہ وہ مسجد میں بھی ہوتا ہے اور غیر مسجد میں بھی، اور روزہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور بغیر روزہ کے بھی۔ (موسوعہ فقہیہ اردو ص۳۱۰ ج۵، اعتکاف)

امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جوار اور اعتکاف من وجہ ایک ہیں اور من وجہ مختلف ہیں، جوار میں گھر اور مسجد دونوں میں بیٹھنا درست ہے۔

’’مصنف عبدالرزاق‘‘ میں تو اعتکاف کے متعلق کئی ابواب لفظ جوار ہی سے منعقد کئے گئے ہیں۔ اس میں ’’کتاب الاعتکاف‘‘ کی پہلی روایت میں اس فرق کا تذکرہ ہے۔

(۴)......عن ابن جریج قال : قلت لعطاء : ارایت الجوار والاعتکاف أمختلفان ھما ام شیء واحد ؟ قال : بل ھما مختلفان ، کانت بیوت النبی صلی اللہ علیه و سلم فی المسجد فلمّا اعتکف فی شھر رمضان خرج من بیوته الی بطن المسجد فاعتکف فیه ، قلت له : فان قال انسان : عَلیَّ اعتکاف ایام ففی جوفه لابد ؟ قال :

نعم ، وان قال : عليَّ جِوار ايام فببابه أو في جوفه ان شاء۔

ترجمہ:......حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: جوار اور اعتکاف دونوں مختلف چیزیں ہیں یا ایک ہی ہیں؟ حضرت عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا: دونوں مختلف ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے مکانات مسجد کے ساتھ تھے، جب نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینہ میں اعتکاف فرماتے تھے تو اپنے گھر سے باہر نکل کر مسجد میں تشریف لے آتے تھے، اور اس میں اعتکاف فرماتے تھے۔

میں نے پوچھا: اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ: مجھ پر کچھ دن کا اعتکاف لازم ہے تو کیا اس کے لئے مسجد کے اندر آنا ضروری ہے؟ فرمایا: جی ہاں، اور اگر وہ شخص یہ کہتا ہے کہ مجھ پر کچھ دن کا جوار لازم ہے تو اس کی مرضی وہ چاہے تو مسجد کے دروازے پر رہے (یعنی وہ دروازہ جو اس کے گھر اور مسجد کے درمیان ہے) اور اگر چاہے تو مسجد کے اندر آجائے۔

(۴)......قال عمرو بن دينارٍ : الجِوار والاعتكاف واحد۔

ترجمہ:......عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اعتکاف اور جوار ایک ہی چیز ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۴۵ ج۴، باب الجوار والاعتكاف ، كتاب الاعتكاف ، رقم الحديث : ۸۰۰۳/۸۰۰۴)

نوٹ:...... یہ سارے جوابات راقم نے اپنی سمجھ سے لکھے ہیں ''ان كان صوابا فمن الله وان كان خطأً فمني ومن الشيطان ، والله تعالى اعلم''۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۹؍رمضان ۱۴۴۱ھ مطابق: ۱۳؍مئی ۲۰۲۰ء

بدھ